علامہ اقبال کے استاد

شمس العلماء مولوی سید میر حسن

حیات و افکار

ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین

اقبال اکادمی پاکستان
۱۱۶۔ میکلوڈ روڈ، لاہور

علامہ اقبالؒ کے استاد

شمس العلماء مولوی سیّد میر حسنؒ

(حیات و افکار)

ڈاکٹر سیّد سلطان محمود حسین

اقبال اکادمی پاکستان

۱۱۶۔ میکلوڈ روڈ، لاہور

ناشر : ڈاکٹر محمد معز الدین
ڈائرکٹر اقبال اکادمی پاکستان
۱۱۶ - میکلوڈ روڈ، لاہور

طابع : سید ظفرالحسن رضوی

مطبع : ظفر سنز پرنٹرز کوپر روڈ لاہور

تعداد : ۱۱۰۰

طبع اول : ۱۹۸۱ء

قیمت : ۰۰-۸۲ روپے

انتساب

اپنی والدہ مرحومہ کے نام

فہرست

دیباچہ

۱۹۷۷ء کا سال 'سالِ اقبال' پاکستان نے سرکاری سطح پر منایا - ہر درسگاہ اور ہر ادارے نے اقبال کی زندگی و کلام اور ان کی ملی و ادبی خدمات پر روشنی ڈالی - اخبارات و رسائل نے بھی سالِ اقبال منانے میں اپنا کردار خاص نمبر شائع کر کے ادا کیا - شعراء نے اس عظیم شخصیت کی زندگی اور فن کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا - ملک کے نامور مصوروں نے کلامِ اقبال کو رنگوں کا جامہ پہنا کر عوام کے سامنے پیش کیا - غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے شخص نے اپنی حیثیت کے مطابق سالِ اقبال میں حصہ لیا - یہاں تک کہ بین الاقوامی سطح پر بھی سالِ اقبال بڑی آن بان سے منایا گیا مگر افسوس ہے کہ کسی نے بھی اس بزرگ شخصیت پر خامہ فرسائی نہیں کی جس نے اقبال کو اقبال بنانے میں ایک اہم رول ادا کیا ہے -

۱۹۷۷ء کے آخری دنوں میں راقم کو بھی سالِ اقبال کے سلسلے میں اخبار کے لیے ایک مقالہ لکھنے کا خیال پیدا ہوا - ہمارے ملکی دانشوروں نے اقبال کا کوئی ایسا پہلو نہیں چھوڑا جس پر کچھ خامہ فرسائی نہ کی گئی ہو - اس لیے میں ایک ایسے پہلو پر لکھنا چاہتا تھا جس پر اس سے پہلے کسی صاحبِ علم نے طبع آزمائی نہ کی ہو - اخبارات و جرائد میں اقبال پر مختلف قسم مضامین نظر سے گزرے تھے مگر اقبال کے اساتذہ خصوصاً مولوی سید میر حسن پر

کسی صاحبِ علم کی تحریر نظر سے نہ گزری - پس میں نے اس عظیم استاد پر مقالہ لکھنے کا ارادہ کیا -

ڈاکٹر وحید قریشی صاحب سے راقم نے ملاقات کی - استاد محترم نے بتایا کہ کسی زمانے میں ان کے ذہن میں بھی 'میر حسن' پر کام کرنے کا خیال پیدا ہوا تھا مگر اسے عملی جامہ نہ پہنا سکا - پھر انھوں نے کچھ راہنمائی کی اور ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی سے ملنے کا مشورہ دیا - چغتائی صاحب سے جب راقم نے اپنا مدعا بیان کیا تو انھوں نے علامہ سے متعلق سالِ اقبال کے موقع پر چھپی ہوئی اپنی تالیف ''روایاتِ اقبال'' عنایت فرما کر میری راہنمائی کی - اس تالیف نے میر صاحب کی زندگی پر تحقیق کرنے کا مواد فراہم کر دیا - میر صاحب کے بھتیجے سید نذیر احمد نیازی سے ملا - انھوں نے کچھ سرسری معلومات فراہم کیں اور میر صاحب کے پوتوں کی جانب ہلکا سا اشارہ کیا - اس کے بعد راقم کوچہ حسام الدین سیالکوٹ گیا اور میر صاحب کا آبائی مکان دیکھا - وہاں میر صاحب کی اولاد میں سے دو گھرانے رہائش پذیر ہیں - ان سے ملا - انھوں نے میر صاحب کی کتابیں دکھائیں اور ان کی ایک سن رسیدہ پوتی حلیمہ بیگم سے ملنے کا مشورہ دیا جو لاہور میں اپنی بیٹی کے پاس رہتی ہیں - حلیمہ بیگم ایک نیک خاتون ہیں - عمر ۸۶ سال سے تجاوز کر چکی ہے - انھوں نے کمال مہربانی سے میر صاحب سے متعلق اچھی خاصی معلومات فراہم کیں - ان کی نشاندہی پر بھاٹی دروازہ لاہور میں مقیم سید مظفر علی اور گلبرگ لاہور میں سید مہدی علی سے ملاقات کی - ڈاکٹر سید علی نقی کے لڑکے سید محمد عبداللہ ان دنوں صاحبِ فراش

تھے ۔ عبداللہ صاحب کے صاحبزادے بریگیڈئر ڈاکٹر سید محمد جعفر سے ان کے دولت خانہ پر ملاقات نہ ہو سکی ۔ جعفر صاحب کو راقم نے ایک مکتوب ارسال کیا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا ۔ انھوں نے کمال مہربانی سے میری توقعات سے بڑھ کر مجھے مثبت جواب دیا کہ ان کے پاس ہر قسم کا مواد موجود ہے اور وہ ہر قسم کی مدد دینے کو تیار ہیں ۔

جعفر صاحب نے اپنے والد ماجد کے کتب خانے اور ذاتی دستاویزات سے ہر قسم کی معلومات فراہم کی ہیں ۔ شجرۂ نسب مہیا کر کے بڑی بڑی الجھنوں کو حل کرنے میں مدد دی ۔ شجرہ نسب سے میر صاحب کے آباؤ اجداد اور خاندان کو احاطۂ تحریر میں لانا آسان ہو گیا ۔ میر صاحب کی مختلف تصاویر ، ان کے خطاب کی نقل اور میر صاحب کے مختلف خطوط بنام سید محمد عبداللہ فراہم کر کے انھوں نے میر صاحب سے سچی محبت کرنے کا ثبوت دیا ۔ صد افسوس ان کے والد سید محمد عبداللہ ۲۱ فروری ۱۹۷۸ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے ۔ وہ تقریباً ڈیڑھ برس سے فالج کے مریض تھے اور صاحب فراش تھے ۔ وہ میر صاحب سے متعلق بہترین مواد فراہم کر سکتے تھے ۔ ۳۰ مارچ کو عبداللہ مرحوم کے رسم چہلم کے موقع پر میر صاحب کے کنبے کے متعدد افراد سے ملاقات کرنے کا موقع ملا اور اس طرح ان کی نسل کے ہر فرد سے فرداً فرداً مل کر معلومات حاصل کیں ۔

میر صاحب کے سوتیلے بیٹے اور سید نذیر نیازی کے سوتیلے بھائی سید احسان علی کے بیٹے سید مبارک علی سے مراسلت کے ذریعہ

معلومات حاصل کیں ۔ مبارک علی آج کل گل گشت کالونی ، ملتان میں رہائش رکھتے ہیں ۔ دمہ کے مریض اور صاحبِ فراش ہیں ۔ پہلے تو انھوں نے پس و پیش کیا مگر میرے بار بار لکھنے پر انھوں نے میر صاحب کے متعلق چند معلومات مہیا کیں ۔

میر صاحب سے متعلق اور ان کے خاندان ، آباؤ اجداد اور اولاد سے متعلق ایک ایک چیز جاننے کے لیے میں نے اپنی انتہائی کوشش کی ہے ۔ سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کیا بلکہ جب تک اس کے متعلق مجھے چار پانچ ٹھوس شہادتیں نہیں مل گئیں ، ان کو قابل یقین نہیں گردانا ۔ میونسپل کمیٹی سیالکوٹ کے ریکارڈ پیدائش و اموات سے بھی راقم نے استفادہ کیا ہے ۔ میر صاحب سے متعلق جو تحریری مواد ہمارے پاس موجود ہے اس کو بھی رقم نے قابلِ یقین تصور نہیں کیا جب تک کہ اسے فن تحقیق پر پرکھ نہیں لیا ۔ اس ناچیز تالیف میں میں نے کئی ایسی چیزوں کی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے جو غلط طور پر تحریر میں آ کر سچ کا درجہ حاصل کر چکی تھیں اور جو غلط طور پر ان کے رشتہ داروں اور زبان زدِ عام تھیں ۔ ایک ایک جیز کو پرکھنے کے لیے ، ایک ایک چیز سے متعلق صحیح مواد حاصل کرنے کے لیے راقم کو نہایت ہی صبر آزما اور حوصلہ شکن حالات سے دوچار ہونا پڑا ۔ ان کی کیفیت کا اندازہ ایک مورخ اور محقق ہی لگا سکتا ہے ۔ میں نے اپنی اس ناچیز تالیف میں میر صاحب سے متعلق ہر وہ چیز سمیٹنے کی کوشش کی ہے جو آنے والے مورخ و محقق کے لیے سودمند ثابت ہو سکے ۔

راقم نے میر صاحب کے کتب خانہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ بہت کم کتابیں زمانہ کی دست برد سے محفوظ رہ گئی ہیں اور جو باقی بچی ہیں وہ بھی کرم خوردہ ہیں۔ میں حکومتِ پاکستان سے اور خصوصی طور سے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ میر حسن کی جملہ کتب خرید کر محفوظ کر لے تا کہ محققین ان سے خاطرخواہ فائدہ اٹھا سکیں۔

مجھے ان دانشوروں سے گلہ ہے جو اقبالیات کے سلسلے میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان اصحاب نے اقبال پر تو بہت کچھ کیا ہے اور بے تحاشا کیا ہے۔ کتنی حیران کن بات ہے کہ اقبال کے ان پہلوؤں پر بھی خامہ فرسائی کی ہے۔ جن کی کوئی حیثیت نہیں مگر ان کے استادِ محترم سید میر حسن پر کسی نے بھولے سے کوئی مضمون نہیں لکھا۔ میر صاحب کی وفات کے بعد مرے کالج سیالکوٹ نے اپنے میگزین کے ایک شمارے کو میر حسن سے منسوب کر کے میر صاحب پر اردو اور انگریزی میں کچھ مضامین لکھے تھے۔ 'نیرنگِ خیال' نے ۱۹۳۲ء میں 'اقبال نمبر' میں میر حسن پر ایک مضمون شائع کیا تھا۔ ان میں تحقیق کی گہرائی تو نہیں تھی۔ پھر بھی ان نثری پاروں سے راقم کو بعض کارآمد معلومات فراہم ہوئیں۔

حتی المقدور اقبالیات کی اس کمی کو راقم نے بڑی حد تک پورا کر دیا ہے۔ ان تمام احباب کا ممنون ہوں جنھوں نے کسی نہ کسی مرحلے پر میری مدد اور رہنمائی کی۔ ان کرم فرماؤں میں ایک غیر ملکی میرے شکریے کے خاص طور پر مستحق ہیں جنھوں نے مجھے بذریعہ مراسلات مطلوبہ معلومات سکاچ مشن کا قدیم ترین ریکارڈ

دیکھ کر فراہم کیں ۔ وہ ہیں ریونڈر ڈاکٹر ولیم جی ینگ حال مقیم سکاٹ لینڈ ۔ میر حسن کے عزیزوں کا بے حد ممنون ہوں جنھوں نے ہر مرحلے پر میری مدد کی اور اس تالیف کو ہر لحاظ سے مکمل اور جامع بنانے میں تعاون فرمایا ۔

اس تحقیقی مقالے کی اشاعت کے سلسلے میں میں اقبال اکادمی پاکستان، لاہور کا ممنون ہوں ۔ خصوصاً اکادمی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد معزالدین صاحب کا صدق دل سے سپاس گذار ہوں کہ آپ نے میرے تحقیقی مقالے کو اکادمی کی طرف سے شائع کر کے اقبالیات میں خاطر خواہ اضافہ کیا ۔

آخر میں میں اپنے ساتھی محترم رفیق احمد صدیقی پروفیسر اسلامیات کا ممنون ہوں جنھوں نے کتاب کی تحریر کو زبان و بیان کے مطابق لکھنے میں میری مدد کی ۔

۱۱ ستمبر ۱۹۷۸ء

ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین
ایم ۔ اے ، پی ایچ ۔ ڈی
لیکچرار ۔ اردو
گورنمنٹ ڈگری کالج ، پسرور

پیش لفظ

مولوی میر حسن کون تھے ؟ کیا تھے ؟ جن کے متعلق ترجمانِ حقیقت نے فرمایا :

"میں اُن کی زندہ تصنیف ہوں ۔"

دنیا کی تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے ۔ اس لیے کہ اقبال کے نزدیک میر حسن ایسی شخصیت تھی کہ

نفس سے جس کی کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو

ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین نے پہلی بار اس شخصیت کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے جسے وفات پائے پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہے ۔ اس میں کامیابی حاصل کرنا اگر نا ممکن نہیں تو آسان بھی نہیں تھی کیونکہ قبلہ میر حسن کے بہت سے علم دوست شاگرد اور کئی نامور ہستیاں مثلاً سر سید ، حالی ، آزاد ، محسن الملک ، سر فضل حسین ، سر عبدالقادر اور میاں شاہ دین وغیرہ جو مسلمانوں میں علمی و سیاسی بیداری کے روح و رواں تھے ، موجودہ صدی کی چوتھی دہائی سے قبل اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے تھے ۔ نتیجتہً ان لوگوں سے ڈاکٹر موصوف کو ملنے کا شرف حاصل نہ ہو سکا ۔ میر حسن کی تیسری اور چوتھی نسل کے لوگ بھی زیادہ مدد نہ دے سکے اس لیے کہ انھیں میر صاحب کے زیرِ سایہ زندگی گزارنے کا

موقع نہ ملا۔ ہمارے اپنے گھرانے کی علمی و ادبی شخصیت جناب سید نذیر نیازی ہیں مگر افسوس انھیں اپنے تایا مرحوم یعنی سید میر حسن کی قربت کا زیادہ موقع نہ مل سکا۔ اگر کوئی شخصیت ان کی معاون ثابت ہو سکتی تھی تو وہ میرے والد مرحوم سید محمد عبداللہ تھے جو فالج کے موذی مرض میں دو سال مبتلا رہ کر ۲۱ فروری ۱۹۷۸ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اس طرح میرے محترم ڈاکٹر سلطان محمود کو قبلہ میر حسن اور ان کے خاندان سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے انتھک کوشش کرنا پڑی۔ حقائق تک رسائی حاصل کرنے کے لیے انھوں نے بہت جستجو کی ہے جس میں وہ بڑی حد تک سرخرو ہوئے ہیں۔ قبلہ میر حسن سر سید کے ان نامور رفقاء میں سے تھے جنھوں نے عموماً زندگی کے ہر شعبے میں اور خصوصاً تعلیمی و سیاسی میدان میں ہندوستان کے مسلمانوں کی رہنمائی کی جس کے نتیجے میں پاکستان آزاد ملک کی حیثیت سے معرضِ وجود میں آیا۔ کسی شخصیت کو جاننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس دور اور فضا کا تفصیلی جائزہ لیا جائے جس میں وہ پروان چڑھی۔ ہنگامۂ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کی حالت بڑی ناگفتہ بہ تھی۔ خاص کر تعلیمی میدان میں ہم بہت پیچھے تھے۔ یورپ کے جدید علوم و فنون سے ہمیں دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ سرسید نے دہلی اور اس کے قرب و جوار میں تعلیم کی جو شمع روشن کی، تو ان کے خاموش طبع رفیق سید میر حسن نے پنجاب میں اس کام کو جاری رکھنے کا بیڑا اٹھایا۔

انگریزوں کو پنجاب میں اقتدار کے ابتدائی سالوں میں سکھوں کی دہشت زدہ فضا اور ماحول کو درست کرنے میں جو دقتیں پیش آئیں اس کا اندازہ ڈاکٹر سلطان کے بیان کردہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جس میں سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر نے ۱۸۶۶ء میں ضلع سیالکوٹ کو ۱۲ یا ۱۴ حصوں میں صحت کے اصولوں پر تقسیم کیا ۔ موجودہ دور کے پالیسی بنانے والے اعلیٰ طبقہ کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے تاکہ ہمارے ملک کے بلاد و امصار میں توسیع کرتے وقت صحت کے اصولوں کو مدِ نظر رکھا جائے ۔ اس کتاب سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کتنی تیزی سے استاد کا تقدس انحطاط پذیر ہے ۔ اقبال نے جس دور میں آنکھ کھولی اور تربیت پائی اس میں حرمتِ اُستاذ اس قسم کی تھی :

تھے وہ بھی دن کہ خدمتِ استاد کے عوض
دل چاہتا تھا ہدیۂ دل پیش کیجیے[1]

مگر بقول علامہ آج کس قسم کا دور ہے :

بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق
کہتا ہے ماسٹر سے کہ "بل پیش کیجیے"[2]

فاضل مصنف نے بڑی خوبی سے اس چیز کو بیان کیا ہے کہ دنیا کی کئی نامور شخصیتوں کی کامیابی ان کے قابل و فاضل اساتذہ کی تعلیم و تربیت کی مرہونِ منت ہے ۔ کچھ عرصہ ہوا ریٹائرڈ چیف جسٹس سپریم کورٹ مسٹر جسٹس کارنیلیس نے ٹیلی ویژن کے

---

۱ - ۲ - بانگِ درا ، ص ۲۸۴ ۔

ایک مباحثہ میں کہا تھا :

"IQBAL would have become a greatman, a Chief Justice, a Privy Councellor, but never IQBAL, had he not MIR HASSAN as his teacher."

منکاچ مشن کی قدیم ترین رپورٹوں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے ۔

۴۵ برس کا واقعہ آج بھی میری آنکھوں کے سامنے جوں کا توں موجود ہے ۔ میں ان دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتا تھا ۔ سر مراتب علی کے صاحبزادے سید افضال علی کی دعوتِ ولیمہ کے موقع پر سر مراتب اور فقیر سید وحیدالدین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک آدھ گھنٹہ کے لیے علامہ اقبال کو اپنے ساتھ لائے ۔ ڈرائینگ روم میں موجود اصحاب اس طرح براجمان تھے :

فرش پر : فقیر سید وحیدالدین ، سید امجد علی ، سید واجد علی ، سید مہدی علی اور راقم ۔

صوفے پر : ڈاکٹر سر محمد اقبال ، ڈاکٹر سید علی نقی ، سر مراتب علی ، سید محمد عبداللہ ۔

فقیر سید وحیدالدین نے علامہ صاحب کو میر حسن کا کوئی واقعہ سنانے کے لیے کہا ۔ اس کمرہ میں سامنے دیوان پر چیتے کی کھال بچھی تھی ۔ اس کھال کو دیکھ کر علامہ مرحوم نے فرمایا :

"۱۹ - ۱۹۱۸ء میں عراق سے حضرت عبدالقادر گیلانی کے مزار کے نقیبِ اعلیٰ میرے پاس لاہور آئے اور ہرن کی کھال کی بنی ہوئی جائے نماز تحفہ میں پیش کی اور کہا کہ اس پر بڑی بڑی

بزرگ ہستیاں خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتی ہیں ۔ میں نے بڑے سوچ بچار کے بعد یہ نا چیز اور نادر تحفہ اپنے استاد محترم مولوی سید میر حسن کی خدمت میں پیش کیا ۔ چند روز بعد میں پھر میر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اسی پرانی چٹائی پر نماز پڑھتے ہیں اور اس تحفہ کو استعمال میں نہیں لائے ۔ میں نے ان سے اسے استعمال کرنے کی استدعا کی تو آپ نے فرمایا کہ اقبال ''میں نہیں چاہتا کہ جس کو زیر کر لیا جائے اس کو اس کی موت کے بعد اپنے پاؤں تلے روندا جائے ۔''

اس واقعہ کے بعد علامہ موصوف جذبات سے مغلوب ہوگئے ۔ کمرے میں بڑی دیر تک سناٹا چھایا رہا ۔ اس واقعہ کو سید وحیدالدین نے اپنی تالیف میں احساسِ غرور کے تحت بیان کیا ہے ۔

دس بارہ سال قبل جسٹس نذیر محمود نے راقم کی رہائش گاہ پر والد مرحوم سید محمد عبداللہ سے ایک ملاقات کے دوران اس بات کا ذکر کیا کہ وہ بھی میر صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں ۔ آپ نے مزید فرمایا کہ میر صاحب جماعت میں طلبا کی شرارتوں سے ناراض نہیں ہوتے تھے اور انھوں نے کوئی ایسا انسان زندگی میں پھلتے پھولتے نہیں دیکھا جس نے میر حسن پر آوازے کسے ہوں ۔

ان چند واقعات سے میر صاحب کی شخصیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔ میر صاحب کی شخصیت کا خاکہ یوں تو میرے ذہن میں بچپن سے تھا مگر محترم ڈاکٹر سلطان محمود کی زیرِ نظر کتاب پڑھ کر ایک گوناگوں مسرت ہوئی کہ انھوں نے میر صاحب کی زندگی کو بڑی خوبی سے پیش کیا ہے ۔ میر صاحب سے متعلق

اور ان کے آبا و اجداد سے متعلق ایک ایک بات کو جاننے کے لیے انھوں نے ٹھوس اور قابلِ یقین ماخذوں سے مدد لی ہے۔ مصنف نے بڑی احتیاط اور جانفشانی سے میر صاحب سے متعلق بعض اہم، مفید اور دلچسپ معلومات ان عزیزوں سے حاصل کی ہیں جن کو میر صاحب کے زیرِ سایہ یا قربت میں زندگی گزارنے کا موقع ملا۔ اس تالیف کے ذریعے صاحب مصنف نے اپنی بعض اعلیٰ تحقیقی صلاحیتوں کا ثبوت دیا ہے۔ موصوف کو اس کی تکمیل میں طرح طرح کی جن زحمتوں یا مزاحموں سے سابقہ پڑا۔ میں ان سے ہمدردی اور دلچسپی کی حد تک واقف ہوں۔ ہر وہ شخص جو اس طرح کی شخصیتوں پر تحقیقی کام درک رکھتا ہے، اس کے مستند اور قابل قدر ہونے کی خوشی سے تصدیق کرے گا۔ میں میر حسن کے اخلاف میں ہونے کی بنا پر اس تحقیقی کاوش کی صحت اور جامعیت کا کھلے دل سے اعتراف کرتا ہوں اور ان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اقبالیات کی اس کمی کو بڑی حد تک پورا کر دیا ہے۔

بریگیڈئر (ریٹائرڈ) سید محمد جعفر

۲۔ اے/ای۔ ۲/۳ گلبرگ، لاہور   ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء

مقدمہ

ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین استاد گورنمنٹ ڈگری کالج پسرور ہمارے ملک کے ان چند محققین میں سے ہیں جنھوں نے پی ایچ - ڈی کی سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد بھی اپنی علمی سرگرمیوں کو برقرار رکھا ہے - ورنہ ہمارے ہاں عام روایت یہ ہے کہ اساتذہ پی ایچ - ڈی کے حصول کے بعد اپنی سابقہ کارکردگی کے سہارے زندگی کے باقی ماندہ دن پورے کرتے رہتے ہیں - ڈاکٹر صاحب کو ان خوش نصیب دانشوروں جیسے مواقع زندگی میں کم ملے ہیں - انھوں نے ریلوے کی معمولی ملازمت سے آغازِ سفر کر کے سال بسال اپنی تعلیمی قابلیت کو بڑھایا اور بالآخر کئی برس کی مسلسل محنت کے بعد سندھ یونیورسٹی حیدر آباد سے پی ایچ - ڈی کی ڈگری وصول کی - مشہور مستشرق گارسیں دتاسی کے خطبات کے حواشی ان کی شبانہ روز محنت اور علمی انہاک کا بین ثبوت ہیں - ڈگری کے بعد انھوں نے درس و تدریس کو اختیار کیا - سب سے پہلے رائے ونڈ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا - یہ مقام ان کی کئی ایک جذباتی وابستگیوں کا مرجع و منبع تھا - کتاب کی تکمیل سے ان کی جذباتی ضرورتیں ضرور پوری ہوئیں لیکن یہ کام ان کی اصل علمی تگ و دو کا شاید اصل نقطۂ ارتکاز نہ تھا - زیرِ نظر کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے گارسیں دتاسی کے بعد ایک اہم علمی شخصیت کو موضوع بنا کر بڑی دانش مندی کا ثبوت دیا -

مولانا سید میر حسن سیالکوٹی اردو ادب میں علامہ اقبال کے استاد کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں لیکن اپنی تمام تر اہمیت کے

باوجود ان کی زندگی کے اکثر پہلو ماہرین اقبالیات کی نظروں سے اوجھل رہے ہیں۔ اس کتاب سے پہلی بار شمس العلماء میر حسن کے حالاتِ زندگی پوری تفصیل کے ساتھ ہمارے سامنے آئے ہیں۔ مولانا کی ملازمتی زندگی کے بارے میں جو کوائف اصل ماخذوں سے حاصل ہوئے ہیں، نیز مولانا کے شجرۂ نسب، خاندانی حالات اور ذخیرۂ کتب کے بارے میں اسناد و شواہد نے اس دستاویز کو اقبالیات کے سلسلے کی اہم کڑی بنا دیا ہے۔ مولانا کی انگریزی دانی، ان کے معتقدات، سر سید سے ان کی خط و کتابت اور شمس العلماء کے خطاب کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کی مہیا کردہ معلومات نئی بھی ہیں اور اہم بھی۔ امید ہے اس کتاب سے حیاتِ اقبال کے بعض حصوں کی تدوینِ نو کا کام ممکن ہو جائے گا۔ مولانا میر حسن کے اعتقادات کی روشنی میں علامہ کے مذہبی خیالات کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنے میں بھی آسانی ہوگی۔ اس کے علاوہ سیالکوٹ کی بعض اہم دینی اور ادبی شخصیتوں کے تفصیلی حالات ضمناً مولانا میر حسن کے افرادِ خانہ کے دینی اور علمی کارناموں کو اس کتاب میں بیان کر کے ڈاکٹر صاحب نے ہمارے لیے یہ ممکن کر دیا ہے کہ ان معلومات کی مدد سے ہم علامہ کی ابتدائی زندگی کا پس منظر سیالکوٹ کی علمی و ادبی اور مذہبی فضا کی روشنی میں بیان کر سکیں۔

میں ڈاکٹر صاحب کو اس اہم علمی خدمت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر وحید قریشی

یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

۲۹ اکتوبر ۱۹۷۸ء

باب ۱

سید میر حسن کے آباؤ اجداد اور خاندان

آبا ؤ اجداد

شمس العلماء مولوی سید میر حسن کا سلسلۂ نسب انتالیسویں پشت میں حضرت امام حسین کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین سے جا ملتا ہے - آپ کے آباؤ اجداد میں سے سید عارض نامی بزرگ شیراز میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے تھے - ان کے دونوں صاحزادے اپنے زمانے کی مشہور و معروف شخصیتیں تھیں - شاہ روم و ایران سید حسن کے بڑے عقیدت مند اور معتقد تھے - دوسرے صاحبزادے سید حسین والئ مصر تھے - سید حسن کی نسل میں سے سید خسرو ہوئے ہیں جو شیراز کے حاکم تھے - سید خسرو کی نسل میں سے سید شمس الدین ولی ہوئے ہیں جو اپنے دور کے اولیاء کے سردا کہلاتے تھے - شاہ ایران ان کا مرید تھا - ان کی پشت سے سید شیر علی نامی ایک شخص مغل بادشاہ ہمایوں کے ساتھ ہندوستان کی سرزمین میں داخل ہوا - سید شیر علی کے لڑکے سید شاہ شمس[1] تھے

---

۱ - شاہ شمس کا مزار شاہ پور میں واقع ہے - عرس ماہ چیت کی ۲۳ سے ۲۵ تک ہوتا ہے - شاہ پور اور اس کے نواحی گاؤں تتھو والا ، کوٹلہ اور جلالپور کو آباد کرنے والے یہی سید لوک تھے - (شاہ پور ڈسٹرکٹ گزیٹر - جے ولسن ، لاہور ۱۸۹۷ صفحہ ۲۳۶) -

جنھوں نے خوشاب میں سکونت اختیار کی ۔ ان کی بیوی کا نام شاہ ملکہ تھا ۔ شاہ شمس کے لڑکے سید محمد شاہ پور میں آباد ہوگئے ۔ یہیں ساری عمر اسلام کی تبلیغ میں گزاری ۔ اور اسی شہر میں رحلت فرمائی ۔ شاہ پور میں ان کا مزار مرجع خلائق ہے ۔ اور عوام میں شاہ روڈا کے نام سے مشہور ہیں ۔ سید محمد کے پانچ صاحبزادے شاہ دین ، شاہ خلیل ، شاہ کبیر ، سید مسعود اور سید فیروز شاہ تھے ۔ موخرالذکر کا لڑکا شاہ سیدن تھا جو زہد و پارسائی کی وجہ سے بہت مشہور و معروف تھا ۔ ان کا مزار موضع چوہا سیدن شاہ[1] تحصیل پنڈ دادن خاں ضلع جہلم میں ہے ۔

شاہ کبیر کی چھٹی پشت سے سید میر مہدی ہوئے ہیں ۔ ان کے پوتے سید میر قاسم[2] تھے جو میر حسن کے پردادا تھے ۔

---

۱ ۔ سید فیروز شاہ کا مزار ناڑہ (موگلہ) ضلع جہلم میں ہے ۔ ان کے لڑکے شاہ سیدن نے رشد و ہدایت کے لیے اس مقام کو منتخب کیا تھا جہاں آج کل ان کا مزار ہے اور جو چوا سیدن کے نام سے موسوم ہے ۔ مقامی زبان میں چوا چشمہ کو کہتے ہیں ۔ یہاں ایک چشمہ بھی بہتا ہے ۔ اس کے علاوہ ہندی میں ایک قسم کی خوشبو کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔ شیکسپیئر اور تیٹر کی لغات میں یہ لفظ ملتا ہے ۔ چوا سیدن شاہ بڑے عرصے سے عرق گلاب کی بہت بڑی منڈی تھی ۔ آج بھی عرق کی کشیدگی کی بھٹیوں کے آثار پائے جاتے ہیں ۔ حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے ۔ چوا سیدن شاہ میں سیدن شاہ کا عرس چیت کی آخری جمعرات کو ہوتا ہے ۔

۲ ۔ شورش کاشمیری نے اپنی تصنیف ”اس بازار میں“ کے صفحہ ۹۲ پر حضرت سید قاسم شاہ کا ذکر کیا ہے جن کا مزار اندرون ٹکسالی گیٹ

(بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

مکمل نسب نامہ اس طرح ہے :

مولوی سید میر حسن بن میر محمد شاہ بن میر ظہور اللہ بن سید میر قاسم بن سید شاہ سلطان بن میر مہدی بن شاہ مدار بن شاہ مقصود بن شاہ عزیز بن سید جلال بن سید شاہ جمال بن شاہ کبیر بن سید محمد شاہ بن شاہ شمس بن سید شیر علی بن بہاؤالدین بن شاہ رکن الدین بن سید امیر احمد بن شاہ سید امام بن سید علی بن سید جلال بن سید منصور بن نظام الدین محدث بن حبیب اللہ بن سید خلیل بن شمس الدین ولی بن سید عبداللہ بن نور اللہ بن سید کمال بن سید عبداللہ بن سید خسرو بن حارث بن ابراہیم بن سید طاہر بن سید حسن بن سید عارض بن سید محمد ماموں دیباج بن ابراہیم عبیداللہ بن امام جعفر صادقؑ بن امام محمد باقرؑ بن زین العابدینؑ بن حضرت امام حسینؑ بن حضرت علیؑ ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ٹبی بازار لاہور میں واقع ہے ۔ ان کے فرزند میرن شاہ نے ۱۸۷۸ء میں لاہور میں وفات پائی ۔ شورش نے میر حسن صاحب کو اس سید قاسم کا برادر زادہ لکھا ہے جو غلط ہے صحیح صورت حال یہ ہے کہ یہ سید خاندان گیلان کی نسبت کی وجہ سے گیلانی کہلاتا ہے اور میر صاحب کے آبا و اجداد شیراز کے تھے ۔ اس لیے یہ دو مختلف گھرانے ہیں ۔ سید قاسم کے باپ کا نام میر حسام الدین تھا اور دادا کا نام میر عنایت اللہ جو میر جمال الدین کے لڑکے تھے اور میر جمال الدین شاہ نعمت ولی سمرقندی کی نسل سے تھے ۔ گیلانی سادات کی لڑکی چراغ بی بی بنت حرمت علی شاہ بن حیات شاہ ڈاکٹر علی نقی کی بیوی تھی ۔ حیات شاہ میرن شاہ کے رشتہ دار تھے ۔

غالب قیاس یہ ہے کہ سیدؒ شاہ سلطان (۱۷۲۰-۱۸۰۰) یا ان کے دونوں صاحبزادے سید میر قاسمؒ (۱۷۵۰ - ۱۸۲۰) اور سید میر ابو تراب (۱۷۵۵/۱۸۳۰) اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں سیالکوٹ میں مستقل طور پر رہنے لگے تھے - اس لیے کہ سیالکوٹ کی سرزمین خدا شناس لوگوں کا کئی صدیوں سے مرکز چلی آ رہی تھی - مثلاً مغل دورِ حکومت میں مُلا کمال سیالکوٹی ، ان کے بھائی ملا جمال ، اولذکر کے شاگرد ملا عبدالحکیم مغل شہنشاہ جہاں گیر کے زمانے میں ہوئے ہیں - ملا محمد افضل بھی سیالکوٹ کے علماء میں سے تھے جن کی شاگردی پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو ناز تھا - سید شاہ سلطان اور ان کے دونوں صاحبزادے سیالکوٹ شہر میں جب مستقل طور پر رہنے لگے تو یہاں کی قدیم روایات کو قائم رکھتے ہوئے درس و تدریس کے مشغلہ کو اپنایا اور روزی کے لیے طبابت کا پیشہ اختیار کرکے دونوں طریقوں سے خلقِ خدا کی خدمت بجا لانے لگے - سید میر ابوتراب کے صاحبزادے سید لدھے شاہ موضع سرانوالی ضلع سیالکوٹ میں رہنے لگے - لدھے شاہ کے لڑکے سید محمد شاہ[۱] نے ۸۷ برس کی عمر میں ۱۵ ستمبر ۱۸۸۶ء کو سیالکوٹ میں وفات پائی - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سید محمد شاہ علاج و معالجہ کے لیے سیالکوٹ چلے آئے تھے جہاں ان کی وفات ہوئی - سید محمد شاہ کے چار لڑکے عطا محمد ، حسین شاہ ، شاہ محمد اور حسن شاہ تھے پھر شاہ محمد کی اولاد اس طرح ہوئی : سید امانت علی ، سید عنایت علی اور سید سعادت علی اس سلسلے سے میر حسن نے رشتہ داری قائم رکھی -

---

۱ - رجسٹر اموات میونسپل کمیٹی سیالکوٹ ، حوالہ نمبر ۲۱۷ -

خاندان

سید میر قاسم کے صاحبزادے سید میر ظہور اللہ[۱] میر حسن کے دادا تقریباً ۱۷۷۵ء میں سیالکوٹ میں تولد ہوئے۔ طویل عمر پا کر عہد انگریزی میں ۱۸۶۰ء کے قریب سیالکوٹ میں وفات پائی۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے طبیب تھے۔ بیماروں کے علاج معالجے سے ایک طرف تو روزی کماتے تھے اور دوسری طرف اللہ کی مخلوق کی خدمت کرکے روحانی مسرت محسوس کرتے تھے۔ خود بھی عارف تھے اور دوسرے بزرگان دین کی عزت و تکریم کرنا اور ان کی صحبت میں وقت گزارنا اپنے لیے باعثِ افتخار سمجھتے تھے۔ میر ظہور اللہ کے چار صاحبزادے میر محمد شاہ، میر احمد شاہ، میر فیض اللہ اور میر نعمت اللہ تھے۔ ان چاروں کی نسل کا تفصیل سے یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ میر محمد شاہ کا ذکر تینوں کے آخر میں کیا جائے گا۔

۱ - میر احمد شاہ

آپ لاولد تھے۔ اس لیے ان سے کوئی نسل نہ چل سکی۔

۲ - میر نعمت اللہ (۱۸۷۶ - ۱۷۹۸)

آپ نے ۷۸ برس کی عمر پا کر ۱۹ جولائی ۱۸۷۶ء[۱] کو سیالکوٹ میں وفات پائی۔ آپ کے دو لڑکے حسین شاہ و سید محمد شاہ اور دو لڑکیاں احمد بی‌بی اور محمد بی‌بی تھیں۔

---

۱ - رجسٹر اموات میونسپل کمیٹی سیالکوٹ، حوالہ نمبر ۵۸۸ -

۱ - سید حسین شاہ

ستر برس کی عمر پا کر ۱۹۲۴ء میں وفات پائی - ان کی زوجہ عائشہ بی بی نے ۱۹۴۰ء میں وفات پائی -

اولاد : سید انعام اللہ ، محمد شریف اور محمد اسحاق -

سید انعام اللہ ، سر محمد ظفر اللہ کے قریبی ساتھی تھے - دور جدید سائمن کمیشن کی آمد سے کچھ عرصہ پہلے لاہور سے ہفت روزہ جاری کیا -

۲ - سید محمد شاہ

ان سے متعلق معلومات فراہم نہیں ہو سکیں -

۳ - احمد بی بی

تقریباً ساٹھ برس کی عمر میں ۱۹۱۸ء میں وفات پائی - حکیم حسام الدین سے بیاہی ہوئی تھیں -

۴ - محمد بی بی

لگ بھگ سو برس کی عمر پا کر تقریباً ۱۹۲۰ء میں وفات پائی - شاہ محمد سے بیاہی تھیں - شاہ محمد ، سرانوالی کے سید محمد شاہ بن سید لدھے شاہ کے صاحبزادے تھے -

۳ - میر فیض اللہ

سیالکوٹ میں اپنے عہد کے مشہور طبیب تھے - انیسویں صدی کے آخری حصہ میں سیالکوٹ میں قحط کی سی صورت پیدا ہو گئی -

خاص کر ترکاریوں کے حصول کے لیے لوگوں کو بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا ۔ میر فیض اللہ نے اپنے خاندان کے لیے کچھ عرصہ سبزیوں کی کاشت کی ۔ ان کے اس اقدام کی وجہ سے یہ لوگوں میں آرائیں مشہور ہوگئے تھے ۔ سیالکوٹ میں ۱۸۵۷ء کے کسی قریبی سال میں وفات پائی ۔ آپ کی قبر آبائی قبرستان میں ہے ۔ قبر کے سرہانے جو کتبہ ہے اس پر صرف میر فیض اللہ لکھا ہوا ہے ۔ ان کی اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے :

۱ ۔ حکیم میر حسام الدین

آپ میر حسن سے پانچ برس بڑے تھے یعنی ۱۸۳۹ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور ۱۵ اگست[۱] ۱۹۱۳ء کو ۷۴ برس کی عمر پا کر وفات پائی ۔ ہیضے کے موذی مرض میں مبتلا ہوئے اور اگلے روز چل بسے ۔ ان کی بیوی احمد بی بی بنت میر نعمت اللہ نے ساٹھ برس کی عمر میں ۱۹۱۸ء میں وفات پائی ۔

حسام الدین کا برصغیر کے چوٹی کے حکما میں شمار ہوتا تھا ۔ خاص طور پر سیالکوٹ اور اس کے گرد و نواح میں حسام الدین کا وجود علاج و معالجے کے لحاظ سے باعث افتخار تھا ۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اس زمانے کے رواج کے مطابق اپنے محلے کی مسجد دو دروازہ ہی سے حاصل کی ۔ فن حکمت اپنے والد ماجد سے سیکھا اور اس فن میں اتنے ماہر ہوئے

---

۱ ۔ رشید نیاز نے تاریخ سیالکوٹ کے صفحہ ۲۹۲ پر تاریخ وفات ۱۲ اگست دی ہے جو غلط ہے ۔ صحیح تاریخ وفات ۱۵ اگست ہے ۔ دیکھئے رجسٹر اموات میونسپل کمیٹی سیالکوٹ ، حوالہ نمبر ۱۱۰۲ ۔

کہ جس بیمار کا علاج کرتے وہ اکثر شفایاب ہو جاتا۔ اپنے پیشے میں بہت دیانتدار اور مخلص تھے۔ اکثر قلیل المعاش مریضوں کا علاج بغیر کسی اجر و معاوضہ کے کرتے۔ راستباز اور بات کے کھرے تھے۔ میر حسن کی طرح آپ صبح کا ناشتہ بہت سادہ کیا کرتے تھے۔ اسی لیے بڑی عمر تک تندرست و توانا رہے۔ آپ کی اولاد نے مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کی تھی۔ حکیم صاحب کے مرزا غلام احمد سے اچھے کھرے تعلقات تھے۔

اولاد : میر حامد شاہ، رشید شاہ، سعید شاہ، محمود شاہ، حمیدہ بیگم، سعیدہ بیگم، محمودہ بیگم۔

۲ - میر علاؤالدین

آپ میر فیض اللہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ ۴۴ برس کی عمر پا کر ۱۶ مئی[1] کو سیالکوٹ میں وفات پائی۔

۳ - میر ضیاءالدین

ان کے حالات زندگی معلوم نہیں ہو سکے۔

ان کی ایک لڑکی رابعہ بی بی تھی جو ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئی اور ۲۶ جولائی ۱۸۷۶ء کو انتقال کر گئی۔[2]

---

۱ - رجسٹر اموات میونسپل کمیٹی سیالکوٹ، حوالہ نمبر ۳۰۰۔
۲ - رجسٹر اموات میونسپل کمیٹی سیالکوٹ، حوالہ نمبر ۳۳۱۔

۴ - مہتاب بی بی

۱۹۱۰ء کے لگ بھگ وفات پائی - خاوند کا نام عمر شاہ[۳] تھا جنھوں نے تقریباً ۱۹۲۶ء میں انتقال کیا -

اولاد : رقیہ بیگم - صفیہ بیگم (۱۸۷۰-۱۹۶۶)

۵ - میر سراج الدین

آپ دماغی مریض تھے - اور اسی حالت میں ۱۹۲۰ء میں وفات پائی -

۲ - سید میر محمد شاہ

آپ سید میر حسن کے والد ماجد تھے - باپ دادا کی طرح مذہب کے پابند ، تابع شریعت اور خدا ترس انسان تھے - حکمت کے پیشے سے منسلک تھے - آپ اٹھارہویں صدی کے آخر یا انیسویں صدی کی پہلی دہائی میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۷ء کے قریب وفات پائی - سیالکوٹ ہی میں دفن ہوئے - آپ خود محنت مشقت کرتے تھے - کسی دوست ، عزیز یا شاگرد سے خدمت لینا ایک انتہائی نامناسب فعل سمجھتے تھے - یہاں تک کہ بازار سے خود سودا سلف لاتے - ایک مرتبہ بازار سے مسور کی دال خرید کر لائے - گھر پہنچے

---

۳ - عمر شاہ سیالکوٹ میں انیسویں صدی کی اٹھویں دہائی میں درس و تدریس کا شغل فرمایا کرتے تھے - ایک روایت یہ بھی ہے کہ اقبال نے سب سے پہلے ان سے پڑھنا شروع کیا تھا - ان کے بعد اقبال مولانا غلام حسن سے درس لینے لگے تھے -

تو دال میں سے ایک پیسہ نکل آیا ۔ دوکاندار کے پاس واپس گئے اور پیسہ واپس کرتے ہوئے کہا ۔ ''یہ تمھارا حق ہے ۔ اس کے وزن کے برابر مجھے دال دے دو جو میرا حق ہے ۔''[۱]

اپنے والد محترم ہی سے میر حسن نے خود بازار سے سودا لانا سیکھا تھا ۔

محمد شاہ کی بیوی کا نام عطر نشان[۲] تھا جو فیروز والا ضلع گوجرانوالہ کی تھیں ۔ عطر نے ساٹھ برس کی عمر میں یکم مارچ ۱۸۸۷ء کو سیالکوٹ میں وفات پائی ۔

میر محمد شاہ کے دو لڑکے سید میر حسن اور سید عبدالغنی ، دو لڑکیاں زینب بی بی اور نور بی بی تھیں ۔

۱ ۔ سید عبدالغنی

میر محمد شاہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے ۔ سیالکوٹ میں ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے ۔ سکاچ مشن اسکول سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کر کے محکمہ ڈاک میں ملازم ہو گئے ۔ دہلی میں ملازمت کا بڑا حصہ گزارا ۔ دینانگر ضلع گورداسپور میں بھی کچھ عرصہ پوسٹ ماسٹر کی حیثیت سے کام کیا ۔ ۱۹۳۰ء میں دہلی میں وفات پائی ۔

سید صاحب جب دہلی میں تھے تو سر سید احمد خاں سے خط و

---

۱ ۔ روایات اقبال ۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۵۳ ۔
۲ ۔ رجسٹر اموات میونسپل کمیٹی سیالکوٹ ، حوالہ نمبر ۱۶۰ ۔
سید مبارک علی بن سید احسان علی بن سید عبدالغنی حال مقیم ملتان نے اپنے مکتوب میں میر حسن کی والدہ کا ذکر کیا ہے جس کا نام عطر نشان تھا ۔

کتابت تھی ۔ سرسید کا ان کے نام ایک مکتوب ملاحظہ ہو :

مخدومی مکرمی سید عبدالغنی صاحب

آپ کا عنایت نامہ علی گڑھ سے ہو کر الہ آباد میرے پاس پہنچا ۔ آپ کی صحت و تندرستی سے نہایت خوشی ہوئی ۔ انشاء اللہ دسمبر میں آپ سے ملاقات ہو گی ۔ چند کانفرنس آپ کا مرسلہ پہنچا ۔ مسدس منشی احمد علی صاحب شوق علی گڑھ سے آپ کے نام روانہ ہو گیا ہو گا ۔

حضرت مرزا (غلام احمد) صاحب (قادیانی) کی نسبت زیادہ کد و کاوش کرنی بے فائدہ ہے ۔ ایک بزرگ ، زاہد ، نیک آدمی ہیں جو کچھ خیالات ان کے ہو گئے ہوں ، ہو گئے ہوں ۔ بہت سے نیک آدمی ہیں ۔ جن کو اس قسم کے خیالات پیدا ہو چکے ہیں ، ہم کو ان سے نہ کچھ فائدہ ہے نہ کچھ نقصان (مگر) ان کی عزت اور ان کا ادب کرنا بہ سبب ان کی بزرگی اور نیکی کے لازم ہے ۔ ان کے خیالات کی صداقت و غیر صداقت سے بحث محض بے فائدہ ہے ۔ ہمارے لیے مفید ہمارے اعمال ہیں ۔ ان کے اچھے ہونے پر کوشش چاہیے ۔

فقط

خاکسار

سید احمد[۱]

از الہ آباد ۱۴ نومبر ۱۸۹۲ء

---

۱ ۔ مکتوبات سر سید ۔ اسماعیل پانی پتی ۔ مجلس ترقی ادب ، لاہور ۱۹۷۶ ، صفحہ ۳۱۹ خط نمبر ۵۸ ۔

دینا نگر میں ملازمت کے دوران چند سرکردہ مسلمانوں کی مدد سے آپ نے ایک انجمن نصرۃ الاسلام قائم کی تھی - اس انجمن کے جلسے میں شرکت کے لیے آپ نے ڈاکٹر سر محمد اقبال کو ۲۰ جولائی ۱۹۱۲ء کو ایک مکتوب ارسال کیا جس کے جواب میں علامہ نے تحریر فرمایا :

مخدومی جناب قبلہ شاہ صاحب

انجمن کی طرف سے مجھے کوئی خط نہیں ملا - آپ کا فرمان سر آنکھوں پر - مگر افسوس ہے کہ حاضری سے معذور ہوں - جولائی کے آخر میں مجھے اور ضروری کام ہے - اس کے علاوہ میں نے پبلک لائف بوجوہات قریباً ترک کر دی ہے -

والسلام

آپ کا خادم

محمد اقبال

از لاہور

سید عبدالغنی نے تین شادیاں کیں - جن کی تفصیل یہ ہے[۱] :

۱ - سیدہ سردار بیگم بنت ڈاکٹر سید میر حیدر - اس کے بطن سے دو لڑکے نادر اور اقبال ہوئے - اس کو طلاق دینے کے بعد

۲ - برکت بی بی سے شادی کی - برکت بی بی موضع رتیاں ضلع سیالکوٹ کی رہنے والی تھیں - ان سے ایک لڑکا سید احسان علی ہوا -

---

۱ - انوار اقبال ، بشیر احمد ڈار - اقبال اکادمی پاکستان ، لاہور ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۹۶ -

خاوند سے بن نہ آئی ، اس لیے طلاق حاصل کر لی میر حسن نے اپنی والدہ ماجدہ کی خواہش پر برکت بی بی سے عقد ثانی کر لیا ۔

۳ ۔ محمودہ بیگم : آپ نے ۹۴ برس کی طویل عمر پا کر ۱۹۷۴ء میں وفات پائی ۔ ان سے یہ اولاد ہوئی ۔

(i) سید نذیر احمد نیازی : گورداسپور میں مارچ ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم مڈل اسکول دینا نگر میں حاصل کی ۔ پھر قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی اسکول بعد میں سکاچ مشن ہائی اسکول سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کی ۔ ۱۹۱۹ء میں مرے کالج سیالکوٹ سے ایف ۔ اے کیا ۔ ۱۹۲۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا مگر سیاسی کشیدگی کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دہلی چلے گئے ۔ ۱۹۳۷ء میں بی ۔ اے پاس کیا ۔ ۱۹۶۳ء میں ایم ۔ اے کی ڈگری لی ۔ کچھ عرصہ جامعہ ملیہ دہلی میں بھی ملازمت کی ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین بانی جامعہ ملیہ سے آپ کے بڑے گہرے تعلقات تھے ۔ اس کے علاوہ آپ کے ڈاکٹر اقبال سے بھی قریبی تعلقات تھے ۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر صاحب کی خواہش پر نیازی صاحب نے ان کے انگریزی خطبہ الہ آباد ۱۹۳۰ء کا اردو ترجمہ شروع کیا جو ۱۹۳۳ء میں مکمل ہوا ۔ علامہ کے

The Reconstruction of Religious مجموعہ خطبات
thought in Islam کا اردو ترجمہ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کے نام سے ۱۹۵۸ء میں بزم اقبال لاہور کے ذریعہ منظر عام پر آیا۔ اقبالیات کے سلسلے یہ ترجمہ میں ایک سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

(ii) نصیر احمد: ۱۹۶۹-۱۹۰۷ء ایچیسن کالج لاہور میں لائبریرین تھے۔

(iii) منیر احمد: ۳۲-۱۹۱۰ء آل انڈیا ریڈیو میں ملازم تھے۔

(iv) شبیر احمد: ۳۱-۱۹۱۳ء۔ زمانہ طالب علمی میں چل بسے۔

(v) امتیاز بی بی: شادی سے قبل اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں۔

(vi) ممتاز بی بی: زوجہ سید محمد شریف۔

۲۔ زینب بی بی

آپ نے ساٹھ برس کی عمر میں ۷ دسمبر ۱۸۷۶ء کو سیالکوٹ میں وفات پائی۔ اور آبائی قبرستان میں دفن ہوئیں۔ آپ کو اپنے چھوٹے بھائی مولوی سید میر حسن سے بڑی محبت و الفت تھی اور اسی طرح چھوٹے بھائی کو بھی اپنی بڑی بہن سے بڑی الفت تھی۔ مرنے سے قبل بیماری کے دوران میر صاحب نے بڑی بہن سے جب اس کی طبیعت کے متعلق دریافت کیا تو بچاری نے بڑی مایوسی سے جواب دیا۔

"میں مر جاؤں گی اور قبر میں اکیلی رہوں گی تو اس وقت کوئی دعا کے لیے بھی وہاں نہیں جائے گا۔"

میر صاحب بہن کی اس بچارگی سے بڑے متاثر ہوئے۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ رقت آمیز لہجے میں جواب دیا:

"میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک مجھ میں چلنے پھرنے کی طاقت رہے گی روزانہ تمھاری قبر پر آؤں گا۔"[1]

میر صاحب نے اس وعدہ کو آخر دم تک نبھایا۔ کبھی ناغہ نہ کیا۔ موسم کی خرابی انھیں مرحومہ بہن کی قبر پر فاتحہ کے لیے جانے سے نہ روک سکی۔ صرف اس وقت ناغہ کیا جب کبھی آپ سیالکوٹ سے باہر کسی دوسرے شہر میں ہوتے تھے یا جب آپ بینائی کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے یا بیماری کی حالت میں ہوتے تھے۔ بہن سے بے پایاں محبت اور ایفائے عہد کی یہ بہترین مثال ہے۔

زینب بی بی نے ساری عمر شادی نہیں کی۔ اس لیے خاندان میں بزرگ بی بی[2] کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔

۳۔ اور بی بی[3]

آپ میر صاحب سے چھوٹی تھیں۔ انیس بیس برس کی عمر میں وفات پائی۔

۱۔ روایاتِ اقبال۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، صفحہ ۱۰۔

۲۔ حلیمہ بی بی بنت ڈاکٹر سید علی نقی کہتی ہیں کہ ان کے والد کی ایک پھوپھی تھی جسے گھر میں بزرگ بی بی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

۳۔ ڈاکٹر سید محمد جعفر نے میر صاحب کی اس چھوٹی ہمشیرہ کی نشاندہی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

سید میر حسن (۱۸۴۴ - ۱۹۲۹)

پیدائش

آپ سید میر محمد شاہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ سرکاری اندراج کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۸ اپریل ۱۸۴۴ء کو ہوئی۔ آپ کے مقام پیدائش کے مختلف روائتیں ہیں۔ مگر حلیمہ بی بی بنت ڈاکٹر علی نقی کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ چراغ بی بی بنت حرمت علی شاہ سے خود سنا تھا کہ میر صاحب اپنے ننھیال موضع فیروز والا ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے تھے۔ میر صاحب کی والدہ ماجدہ فیروز والا[1] کی رہنے والی تھیں۔ پہلے بچے کی پیدائش کے موقع پر لڑکی عام طور پر اپنے میکے جایا کرتی ہے۔ اس لیے غالب امکان یہی ہے کہ میر صاحب کی پیدائش فیروز والا ہی میں ہوئی ہو۔ تاریخی نام رونق بخش[2] (۱۲۵۸ھ) ہے۔ اہل فیروز والا کو کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کی ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ میر صاحب جس بہن کی قبر پر فاتحہ کے لیے جایا کرتے تھے وہ یہی نور بی بی تھیں۔ رجسٹر اموات میونسپل کمیٹی سیالکوٹ میں حوالہ نمبر ۱۵۹۴ سے ایک خاتون زینب بی بی بنت محمد شاہ کا ذکر ملتا ہے۔

۱۔ مجھے افسوس ہے کہ میر صاحب کے ننھیال کی تفصیلات نہیں مل سکیں فیروز والا میں رضا علی شاہ نام کے نقیر کی خانقاہ ہے جہاں ہر سال ماہ بھادوں میں میلہ ہوتا ہے۔ دو روز تک یہ میلہ رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ سید نقیر میر صاحب کے ننھیال میں سے ہوں۔ (تاریخ گوجرانوالہ، منشی گوپال داس، لاہور ۱۸۷۲ء)۔

۲۔ روایات اقبال۔ انٹرویو سید محمد ذکی بن سید میر حسن۔ صفحہ نمبر ۷۔

معلوم تھا کہ ان کے گاؤں میں پیدا ہونے والا بچہ برصغیر پاک و ہند کو رونق بخشے گا اور بڑا ہو کر عالم و فاضل اور یگانہ روزگار ہو کر خصوصی طور پر ہندوستان کا علمی طبقہ ان کی علمیت و قابلیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا اور مُلا عبدالحکیم جیسی فاضل شخصیت اس معصوم بچے کی شکل میں دوبارہ جنم لے گی۔

تعلیم و تربیت

میر صاحب نے جس گھرانے میں جنم لیا، وہ ایک پڑھا لکھا گھرانا تھا۔ ان کا گھر روشنی کا ایک مینار تھا۔ یہ روشنی کا مینار دوسرے گھروں کو بھی علم کی روشنی سے منور کرتا تھا۔ یہ روش ان کے آبا ؤ اجداد سے چلی آ رہی تھی۔ ان دنوں عربی اور فارسی زبان و ادب پر دسترس حاصل کرنا ہی علمیت و قابلیت تھی۔ خاص طور پر قرآنی علوم پر عبور حاصل کرنا بڑائی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ میر صاحب کے والد بزرگوار سید میر محمد شاہ عربی و فارسی کے اچھے خاصے عالم و فاضل تھے۔ قرآن و حدیث پر مکمل اور گہری نظر رکھتے تھے۔ روزی کمانے کے لیے شہر میں حکمت کرتے تھے۔ میر صاحب نے بھی ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ ایک روز آپ کے والد ماجد نے آپ کو قرآن پاک کا درس دیا۔ بعد میں میر صاحب کو سنانے کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا: "پڑھ کر سناؤں یا زبانی سناؤں۔" پھر آپ نے قرآن پاک کا سبق زبانی سنا دیا۔ باپ کو اپنے ہونہار بچے کی ذہنی صلاحیتوں کا اندازہ

۱۔ روایاتِ اقبال صفحہ ۸۔

شروع ہی سے ہو گیا ۔ اس طرح میر صاحب نے بڑی چھوٹی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور حافظِ قرآن کہلانے لگے ۔

تعلیمی لحاظ سے ضلع سیالکوٹ پنجاب کے دوسرے ضلعوں کی نسبت بہت آگے تھا ۔ فرانسیسی مستشرق گارسیں دتاسی (۱۷۹۴-۱۸۷۸) اپنے ایک خطبہ نمبر ۶ ، مورخہ ۲ دسمبر ۱۸۵۵ء میں لکھتا ہے :

"پنجاب کے اس شہر اور ضلع (سیالکوٹ) میں جس قدر تعلیم کے فوائد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ، غالباً تمام ہندوستان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی کیوں کہ فرینڈ آف انڈیا نے حال ہی میں یہ خبر شائع کی تھی کہ اس کے قرب و جوار کے نو سو پچاس دیہات ہیں ، وہ خاص ٹیکس جو حکومت برطانیہ نے دیسیوں کی تعلیم کے لیے قائم کیا تھا ، پیشگی ادا کر دیا گیا مجوزہ مدارس بغیر کسی توقف کے فوراً کھول دیے جائیں ۔"[1]

لاہور اور سیالکوٹ کے عوام کی تعلیم سے محبت اور لگاؤ کی بنا پر پنجاب میں سر رشتہ تعلیم ۱۸۵۶ء[2] میں قائم ہوا ۔ اور اس سر رشتہ کے تحت بڑے بڑے شہروں میں ضلع اسکول کے نام سے تعلیمی ادارے کھولے گئے ۔ جہاں عربی اور فارسی کے مضامین کو اولیت حاصل تھی ۔ سیالکوٹ میں بھی سر رشتہ تعلیم کے قائم ہونے سے

---

۱ ۔ خطبات گارسین دتاسی ۔ ترتیب و تعلیقات ۔ ڈاکٹر سلطان محمود حسین مقالہ برائے پی ایچ ۔ ڈی جلد اول ، صفحہ ۲۳۶ ۔

۲ ۔ ایضاً ، جلد ۲ ، صفحہ ۶۶۰ ، خطبہ نمبر ۱۵ ، ۱۸۶۵ء ۔

پہلے ایک ضلع اسکول ۱۸۵۴ء[1] میں قائم ہو چکا تھا۔ خیال ہے کہ سیالکوٹ شہر کے پڑھے لکھے طبقے نے خود اس درس گاہ کو قائم کیا تھا۔ یہاں آٹھویں جماعت تک بچوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔ میر حسن بھی اس ضلع اسکول میں داخل ہوگئے۔ چونکہ آپ شروع ہی سے ذہین واقع ہوئے تھے اس لیے بہت جلد نصابی کتب پر عبور حاصل کرنے لگے۔ اس اسکول سے آپ نے آٹھویں جماعت کا امتحان یعنی سینیئر ورنیکلر اعالی نمبروں سے پاس کر لیا۔ فارسی زبان و ادب میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔[2] یہ ۱۸۶۱ء کا واقعہ ہے۔ محکمۂ تعلیم جب ۱۸۵۶ء میں قائم ہوا تو اس نے اس اسکول کو اپنی تحویل میں لے لیا اور اس طرح حکومت اس درس گاہ کو چلانے لگی۔

اس کے ساتھ ساتھ میر صاحب نے اس زمانہ کی مروجہ علمی کتب پڑھنے کے لیے مسجد دو دروازہ کے امام مولانا شیر محمد[3] کے

۱۔ سیالکوٹ ڈسٹرکٹ گیزیٹر ۸۴ - ۱۸۸۳ء، صفحہ ۳۹۔

۲۔ سکاچ مشن ہائی اسکول سیالکوٹ کی سالانہ رپورٹیں ۹۴ - ۱۸۹۳ء، مملوکہ تھیولاجیکل سیمینری گوجرانوالہ۔

۳۔ امیر تیمور کے زمانے میں ایک شخص مخدوم عمر ۱۳۹۸ء میں تیمور کے ساتھ ہندوستان آیا اور قضٰی کے عہدہ پر فائز ہوا۔ مخدوم عمر کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رض سے جا ملتا ہے۔ مغلیہ دور میں مخدوم عمر کی اولاد مختلف مقامات پر قضٰی کے فرائض انجام دیتی رہی۔ کوٹلی چسپال ضلع گورداسپور، فاضلکا ضلع فیروز پور اور عینو والی تحصیل ناروال اور بن باجوہ ضلع سیالکوٹ میں ان کی نسل کے لوگ آباد ہیں۔ مخدوم عمر کی پشت سے قطب الدین سکھ عہد میں بن باجوہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

سامنے زانوئے ادب تہہ کیا ۔ مولانا موصوف اپنے دور کے بڑے عالم و فاضل شخص تھے ۔ عربی و فارسی کی علمی و مذہبی کتابوں پر کامل عبور رکھتے تھے ۔ روایت ہے کہ جن بھی انسانی روپ میں آکر ان سے درس لیا کرتے تھے ۔ مولانا شیر محمد سے چند صدیاں پہلے مولانا عبدالحکیم جیسے عالم و فاضل سے بھی شیر دل نامی جن انسانی روپ میں درس لیا کرتا تھا ۔[1]

اس کے علاوہ میر صاحب نے سیالکوٹ کے دوسرے اہل علم حضرات مولانا محبوب عالم اور مولانا بشیر احمدؒ سے بھی عربی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)
نامی گاؤں میں آکر سکونت پذیر ہوا ۔ اس کے ہاں شیر محمد تقریباً ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوا ۔ قطب الدین حکمت بھی کرتے تھے ۔ کسی عقیدت مند نے ان کو چالیس ایکڑ اراضی بھی دی تھی جو اس وقت ان کی اولاد کے قبضہ میں ہے ۔ شیر محمد حکمت کے ساتھ ساتھ کتابت بھی کرتے تھے اور کاغذ لینے کے لیے سیالکوٹ جایا کرتے تھے ۔ ۱۸۵۰ء میں جب وہ سیالکوٹ کاغذ لینے کے لیے گئے تو مرمت شدہ مسجد دو دروازہ کی امامت کا قرعہ ان کے نام پڑا اور آپ اس مسجد کے امام مقرر ہوگئے ۔ پانچ وقت کی نماز کے علاوہ آپ مسلمان بچوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم بھی مسجد میں دیا کرتے تھے ۔ (راوی : مولوی نذیر احمد بن محمد سعید بن غیاث الدین بن محمد مترسل بن شیر محمد) حال مقیم بن باجوہ ۔

۱ ۔ ملا عبدالحکیم ، محمد الدین فوق ، لاہور ۱۹۲۳ء صفحہ ۲۴ - ۲۵ ۔

۲ ۔ نیرنگ خیال ، اقبال نمبر (۱۹۳۲ء) مضمون علامہ سر اقبال کے استاد شمس العلما مولوی میر حسن مرحوم ۔ شیخ آفتاب احمد بی ۔ اے آنرز علی گڑھ ۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

فارسی کی تحصیل کی ۔ سولہ سترہ سال کی عمر تک میر صاحب عربی و فارسی اور مذہبی علوم پر حاوی ہو گئے ۔ بعد ازاں زمانے کے ساتھ ساتھ آپ دوسری کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے اور اپنے علمی ذخیرہ میں اضافہ کرتے رہے ۔ یہ سلسلہ عمر کے آخیر تک جاری رہا ۔ ۱۸۶۹ء اور ۱۸۷۳ء کی سکاچ مشن رپورٹوں میں فارسی اور عربی زبان و ادب میں آپ کی قابلیت کا بڑے واضح الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے ۔

—:o:—

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)
نقوش ۔ اقبال نمبر ، لاہور نومبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۳۲ ۔
(ii) مرے کالج میگزین ، سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر صفحہ ۷ ۔
مجھے افسوس ہے کہ ان اساتذہ کے حالاتِ زندگی معلوم نہیں ہو سکے ۔

باب ۲

میر حسن شاہراہِ زندگی پر

میر صاحب اپنے زمانے کے مروجہ علوم ۱۸۶۱ء تک حاصل کر چکے تھے۔ اس کے بعد انہیں روزی کمانے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ آپ کے والد ماجد سید میر محمد شاہ سیالکوٹ میں حکمت کر کے گزر اوقات کر رہے تھے۔ میر محمد شاہ کے دوسرے برادر بھی سیالکوٹ شہر میں حکمت کر رہے تھے۔[1] اس لیے حکمت کے پیشے میں کوئی خاص دل چسپی نہیں رہی تھی۔ وہ مستقل آمدنی کے خواہش مند تھے تاکہ گھر کی غربت کو ختم کر سکیں۔ وہ باپ کے کندھوں سے گھر کے اخراجات کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے تھے۔ اپنے ضعیف العمر ماں باپ کی زندگی خوشیوں سے بھرنا چاہتے تھے۔

۱۔ ضلع سیالکوٹ میں عمومی طور پر اور شہر سیالکوٹ میں خصوصی طور پر حکما کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس لیے انگریزی حکومت نے اس پیشہ ور طبقہ کی فلاح و بہبود کے لیے ایک عملی قدم اٹھایا۔ ۱۸۶۶ء میں سیالکوٹ میں ایک حکیم فنڈ قائم کیا گیا۔ بارہ یا چودہ حصوں میں ضلع کو تقسیم کیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر کرنل ٹی۔ ڈبلیو مرسر نے اس فنڈ سے حکیموں کے طبقہ کو بڑے فائدے پہنچانے۔ اس کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ حکما کے لڑکے میڈیکل کی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے لاہور کے میڈیکل کالج میں داخلہ لیں (ڈسٹرکٹ گیزیٹر سیالکوٹ صفحہ ۸۹)۔

بطور امام مسجد

ایک روایت ہے کہ شروع شروع میں آپ مسجد میں امامت کا کام کرنے لگے - شام کے وقت محلے کا ایک شخص کھانا لے کر آیا - میر صاحب نے کھانا لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ خود داری اور غیرت سادات نے ان پر مدہوشی طاری کر دی اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اس طرح امامت سے کنارہ کش ہو گئے - [1] آپ کو طبعاً اس پیشہ سے لگاؤ نہ تھا کیوں کہ آپ کسی کے محتاج اور دست نگر ہو کر زندگی بسر نہیں کرنا چاہتے تھے - خود محنت مشقت کر کے رزق حلال کھانا چاہتے تھے - کیوں کہ "الکاسب حبیب اللہ"

ضلع اسکول میں ملازمت

سکھوں کا دور ختم ہو چکا تھا - انگریزوں کی عملداری اپنا اثر دکھا رہی تھی - ۱۸۵۴ء میں سیالکوٹ شہر میں ضلع اسکول قائم ہو چکا تھا میر صاحب اسی اسکول سے فارغ التحصیل تھے - آپ نے اعلیٰ نمبروں سے یہاں کا سینئر ورنیکلر کا امتحان پاس کر لیا تھا - اس ادارے کو ایک استاد کی ضرورت پڑی - میر صاحب نے درخواست دے دی - اسکول کے اہل ارباب نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا کیونکہ وہ آپ کی عربی و فارسی کی علمیت و قابلیت طالب علمی کے زمانے میں جان چکے تھے - یہاں آپ کا تقرر نو روپے ماہوار پر

---

۱ - روزگار فقیر صفحہ ۲۰۴ -

ہوا اور طلباء کو عربی و فارسی پڑھانے لگے[1] - یہ واقعہ ۱۸۶۱ء کا ہے - یہاں کا ماحول اور فضا آپ کو راس نہ آئی - آپ اس سے بہتر کسی تعلیمی ادارے کی ملازمت کے حصول میں کوشش کرنے لگے -

سکاچ مشن اسکول میں ملازمت

سکاچ مشن نے شہر سیالکوٹ میں ۱۸۵۷ء کے اوائل میں اپنی شاخ قائم کر لی تھی - اس مشن کے بانی ریورنڈ تھامس ہنٹر تھے جو ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ آزادی میں حریت کے متوالوں کا شکار ہوئے - مشن نے سیالکوٹ چھاؤنی کے علاقہ میں ۱۸۶۲ء میں ایک اسکول کھولا - حکومت تیس روپیہ ماہوار مدد دینے لگی -[2] سیالکوٹ مشن چرچ آف سکاٹ لینڈ نے وزیر آباد شہر میں ۱۸۶۳ء[3] میں ایک پرائمری اسکول کھول کر اپنی شاخ قائم کی - اس نئے تعلیمی ادارے کے لیے اساتذہ کی سکاچ مشن کو ضرورت پڑی - میر صاحب نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور درخواست دے دی - کیونکہ ضلع اسکول کی نسبت مشن کا سلسلہ پختہ بنیادوں پر قائم تھا اور تنخواہ بھی زیادہ تھی - اس میں مزید ترقی کے امکانات روشن نظر آتے تھے - سکاچ مشن کے

---

۱ - سید محمد ذکی کا اپنے انٹرویو میں یہ کہنا کہ میر صاحب میونسپل اسکول میں ملازم ہوئے تھے - درست نہیں - کیوں کہ سیالکوٹ کی میونسپل کمیٹی تو ۱۸۶۷ء میں قائم ہوئی تھی - ضلع اسکول میونسپل بننے سے پہلے قائم ہو چکا تھا -

۲ - سیالکوٹ ڈسٹرکٹ گیزیٹر صفحہ ۳۷ اور ۴۰ -

۳ - گوجرانوالہ ڈسٹرکٹ گیزیٹر ۱۸۹۵ء صفحہ ۴۹ -

مشنری مسٹر پیٹرسن' (Paterson) تھے - جنھوں نے ریورنڈ ٹیلر کے ساتھ مل کر ۱۸۵۷ء کے بعد سکاچ مشن سیالکوٹ کا انتظام سنبھالا تھا - پیٹرسن نے میر صاحب کو سکاچ مشن میں ملازم رکھ لیا اور بطور مدرس السنہ شرقیہ سکاچ مشن وزیر آباد تعینات کر دیا -

میر صاحب اپنے خاندان میں پہلے شخص تھے جنھوں نے فرنگیوں کی ملازمت اختیار کی تھی - گھر والوں کو جب اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے اس غم میں رات کو گھر میں دیا بھی نہ جلایا - مگر آپ نے اس ملازمت کو نہ چھوڑا - کیونکہ ایک تو وہ مسلمان بچوں کو تعلیم دے کر جہالت کو ختم کرنا چاہتے تھے اور اس مشغلے کے ذریعے وہ اپنے علم کی پیاس بجھانا چاہتے تھے - سرکاری درس گاہ اور مختلف فاضل اساتذہ سے تعلیم حاصل کر کے آپ کو تعلیم و تدریس کی افادیت کا اندازہ ہو گیا تھا - علم کے ذریعے سے انسان

---

۱ - ریورنڈ رابرٹ پیٹرسن کی تعلیمی قابلیت بی - اے تھی - سکاچ مشن کے تحت مشنری کی حیثیت سے ۱۸ مارچ ۱۸۶۰ء کو کراچی کے راستہ جان ٹیلر کے ساتھ سیالکوٹ پہنچے - پہلے سال انھوں نے اردو سیکھی - سیالکوٹ کے علاوہ گجرات میں بھی مئی ۱۸۶۵ء میں مشن کی شاخ کھولی - ۱۸۶۹ء کے شروع میں پیٹرسن ناسازی طبیعت کی بنا پر سکاٹ لینڈ واپس چلا گیا - اس کے بعد سکاچ مشن اسکول سیالکوٹ کا مینجر مسٹر لینگ (LANG) مقرر ہوا - سکاٹ لینڈ جا کر پیٹرسن MINISTER OF GLASFORD مقرر ہوا - سکاٹ لینڈ ہی میں ۳ اگست ۱۹۰۰ء کو وفات پائی - اس کا لڑکا ریورنڈ رابرٹ میکچن بھی مشن میں (۱۸۸۵-۱۹۲۱) مشنری کی حیثیت سے خدمات انجام دیتا رہا - میکچن نے سری نگر میں ۵ جون ۱۹۳۲ء کو وفات پائی - (المشیر - راولپنڈی - نمبر ۱ - جلد ۱۹ - جنوری - مارچ ۱۹۷۷ء) -

کو کائنات کی تخلیق و تشکیل ، ان کا طریق زندگی اور ان کے خصائص کا پتہ چلتا ہے ۔ علم ایک طرح کی روشنی ہے اور جہالت بمنزلہ تاریکی ہے ۔ علم کائنات کی جان ہے ۔ بغیر اس کے وہ ایک بے جان ہے ۔ بغیر اس کے وہ ایک بے جان قالب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ۔ علم سے انسان ہدایت پاتا ہے ۔ بغیر اس کے وہ بھٹکا پھرتا ہے ۔ علم دولت ہے اور جہالت افلاس ۔ علم عزت ہے اور جہالت ذلت ۔ علم سے انسان سربلندی حاصل کرتا ہے اور جہالت اسے گڑھے میں گراتی ہے ۔ علم ہی سے انسان ، انسان بنتا ہے ۔ علم ہی کی بدولت اسے اس کا حال معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے ؟ وہ کہاں سے آیا ہے ؟ اور اسے کہاں جانا ہے ؟ اس کے آنے کا مقصد کیا ہے ؟ اگر انسان اپنے آپ کو سمجھ لے تو گویا اس کو ذات باری تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گئی : مَن عرف نفسہ فقد عرف ربہ

علم کی دو قسمیں ہیں ۔ علوم دینی اور علوم دنیوی ۔ ایک ذریعہ انسان خدا کا قرب حاصل کرتا ہے اور دوسرے کے ذریعے فطرت کے راز اس پر منکشف ہوتے ہیں ۔ قصہ مختصر : علم حاصل کرنا دراصل پیغمبروں کی میراث ہے ۔ میر صاحب نے اس میراث کو مضبوطی سے پکڑنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور سکاچ مشن اسکول وزیر آباد کی ملازمت قبول کر لی ۔ اسی سال وزیر آباد کے گورنمنٹ اسکول کو بھی حکومت نے سکاچ مشن وزیرآباد کی تحویل میں دے دیا ۔ گورنمنٹ اسکول میں ۸۸ طلبا زیر تعلیم تھے اور پچاس روپیہ حکومت کی طرف سے بطور مالی

امداد دی جاتی تھی[1] - اس اسکول کے ملنے پر سکاچ مشن اسکول کی بنیادیں اور بھی مضبوط ہو گئیں اور وسیع بنیادوں پر بچوں کو تعلیم دی جانے لگی - میر صاحب عربی اور فارسی کا درس دیتے تھے -

چوں کہ آپ کے آباؤ اجداد مذہب پرست تھے - سنت نبوی ؐ کے زندہ نمونہ تھے - اس لیے آپ بھی اسی نمونے کے انسان تھے - اللہ والوں کی صحبت میں شریک ہو کر ان کی اچھی اچھی باتوں سے مستفید اور مستفیض ہوا کرتے تھے - اس کے علاوہ بزرگوں کے مزاروں پر جا کر فاتحہ پڑھ کر ان کے لیے خدا کی بخشش کے طلب گار ہوا کرتے - وزیر آباد سے چار فرلانگ کے فاصلے پر ایک سید بزرگ کا مزار تھا - وہ بزرگ سید مٹھا شاہ کے نام سے مشہور تھے - کہا جاتا ہے کہ یہ بزرگ لاہور کے بزرگ حضرت داتا گنج بخش رہ کے مریدوں میں سے تھے - ان کے مزار پر شروع بیساکھ میں عرس ہوا کرتا تھا - میر صاحب اس عرس میں شریک ہوتے تھے - وزیر آباد سے تبدیل ہو کر جب آپ سیالکوٹ آئے تو یہاں آکر بھی اس مزار کو نہیں بھولے اور اپنے دوستوں مولوی امام الدین گجراتی ، مولوی انشاء اللہ (مدیر وطن) اور مولوی مراد علی ساکن بیگووال (ریاست کپور تھلہ) سے مل کر مشترکہ خرچ سے عرس کے موقعہ پر پلاؤ کی دیگ پکایا کرتے تھے[2] - چونکہ یہ عرس بیساکھی کے شروع دنوں میں ہوا کرتا تھا اس لیے یہ بات مشہور ہو گئی کہ

---

۱ - گوجرانوالہ ڈسٹرکٹ گیزیٹر صفحہ ۹۴ -

۲ - روایات اقبال ، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۳۰ -

میر صاحب پیسا کھی دیکھنے وزیر آباد جاتے ہیں۔[1]

وزیر آباد ملازمت کے دوران آپ سیالکوٹ اپنے والدین کو ملنے کے لیے مہینہ میں ایک آدھ بار پیدل آیا کرتے تھے۔ ان دنوں ریل گاڑی کی سہولت میسر نہ تھی۔ سیالکوٹ اور وزیر آباد کے درمیان یکم جنوری ۱۸۸۳ء[2] کو ریل گاڑی چلی تھی۔ اس لیے پا پیادہ آنے کے سوا اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ میر صاحب بیل گاڑی کے ذریعہ سفر کا کچھ حصہ طے کر لیتے ہوں۔ یہ کہنا کہ آپ ہر ہفتہ والدین کو ملنے سیالکوٹ پیدل آیا کرتے تھے درست نہیں۔ عقل اسے تسلیم نہیں کرتی کہ ایک انسان ہفتہ کے روز پچھلے پہر وزیر آباد سے پیدل سیالکوٹ آئے اور پھر اگلے روز اتوار کے پچھلے پہر سیالکوٹ سے واپس وزیر آباد جائے۔

سکاچ مشن اسکول سیالکوٹ میں تبادلہ

میر صاحب نے ۱۸۶۸ء تک سکاچ مشن اسکول وزیر آباد میں کام کیا۔ مئی ۱۸۶۸ء میں حکومت نے ضلع اسکول کنک منڈی سیالکوٹ کو سکاچ مشن سیالکوٹ کی تحویل میں دے دیا[3] اور اس

۱۔ میر حسن اپنے ایک مکتوب بنام سید محمد عبداللہ منصف گجرات مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو لکھتے ہیں:
"۹ ۲ اور ۳۰ اپریل کو بتقریب عرس وزیر آباد رہوں گا اور عابد، مبارک اور مبشر بھی ساتھ ہوں گے۔"

2. Hundred Years of Pakistan Railways—M.B.K. Malik Karachi—1962 Page 204.

۳۔ سیالکوٹ ڈسٹرکٹ گزیٹر ۸۴-۱۸۸۳ء صفحہ ۴۰ اور المشیر۔ مذہبی رسالہ، کرسچین سٹڈی سرکل راولپنڈی جلد ۱۹، صفحہ ۶۵ جنوری، مارچ ۱۹۷۷ء۔

طرح اب ضلع اسکول سیالکوٹ کو سکاچ مشن چلانے لگا ۔ اس درس گاہ کی افادیت کا اندازہ سکاچ مشن کے پادریوں کو ہو گیا تھا ۔ وہ اس نئی تحویل شدہ درس گاہ میں لائق و فاضل اساتذہ کے حصول کے لیے کوشش کرنے لگے ۔ مشن کے ارباب اختیار نے مولوی میر حسن کو وزیر آباد سے یہاں سیالکوٹ میں بلوا لیا اور اس طرح میر صاحب ۱۸۶۸ء میں سکاچ مشن مڈل اسکول سیالکوٹ میں تبدیل ہو کر آ گئے اور یہاں عربی و فارسی کی تعلیم دینے لگے ۔ یہاں آنے سے آپ کو بڑی سہولت ہو گئی ۔ کیونکہ ماں باپ ، بہن بھائی اور گھر بار یہاں موجود تھے ۔ مشن کی تحویل میں آ کر یہ درس گاہ سٹی اسکول کہلانے لگی ۔

سٹی اسکول سیالکوٹ کے اساتذہ کی رپورٹ دسمبر ۱۸۶۷ء میں میر صاحب کا ذکر نہیں ملتا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب ۱۸۶۷ء تک سیالکوٹ نہیں آئے تھے ۔ ۱۸۶۹ء کی رپورٹ میں آپ کا ذکر اس طرح آتا ہے :۔

ARABIC TEACHER, CITY SCHOOL

اس سے پہلے یہاں کوئی عربی کا استاد نہیں تھا ۔ اسکول کے ہیڈ ماسٹر ریورنڈ جے ۔ پی لینگ اپنے ایک مکتوب مورخہ ۱۳ مارچ ۱۸۶۹ء (رپورٹ ۱۸۶۹ء صفحہ ۱۲۲) میں لکھتے ہیں :۔

"Especially in the vernacular department we lacked energy but I hope that, as a new teacher and most excellent scholar in Arabic and Persian has been appointed, a great change may

soon take place."[1]

اس اقتباس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ میر حسن سیالکوٹ کے سکاچ مشن اسکول میں ۳۱ دسمبر ۱۸۶۸ء اور ۱۳ مارچ ۱۸۶۹ء کے درمیان آ گئے تھے اور اسی زمانے میں علمی دنیا آپ کی علمیت و قابلیت سے معترف ہو چکی تھی۔ پڑھے لکھے لوگوں کے دلوں پر آپ کی قابلیت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا - ۱۸۷۳ء میں آپ کی قابلیت کا ذکر سکاچ مشن کی رپورٹ میں ان واضح اور شاندار الفاظ میں ملتا ہے :

"The rule to which I referred in noticing the Sadar Bazar School, as obtaining with respect to the study of vernacular, is even more rigidly observed in the main school. Our oriental literature classes under MAULVI MIR HASAN, we are, I think, justly proud of. He is by far the best and most thorough teacher I ever met with, and it is not long before the pupil catch his enthusiasm for Arabic Philosophy and Persian Poetry."[2]

۱۸۷۲ء میں ہیڈ اورینٹل ٹیچر کی ماہوار تنخواہ ۲۵[۳] روپیہ تھی - ۱۸۶۸ء میں جب آپ تبدیل ہو کر وزیر آباد سے سیالکوٹ آئے تھے تو آپ کی تنخواہ ۲۰ روپیہ ماہانہ ہوگی[۴]۔ اس سے اندازہ

---

۱ - راقم کے نام ریورنڈ ولم جی ینگ بشپ سیالکوٹ حال مقیم سکاٹ لینڈ کا مراسلہ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۷۸ء۔

2. Report on the Schemes of the Church of scotland for the year 1873. Edinburgh. 1873. Page - 128.

۳ - مخطوطہ : لاگ بک ۔ سکاچ مشن ہائی اسکول سیالکوٹ ۹۵ - ۱۸۶۵ء۔ رپورٹ ۲۸ مئی ۱۸۷۲ء۔ مملوکہ تھیولاجیکل سیمینری گوجرانوالہ۔

۴ - راقم کے نام ریورنڈ ولیم جی ینگ سابق بشپ سیالکوٹ حال مقیم سکاٹ لینڈ کا مکتوب مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۸ء۔

لگایا جا سکتا ہے کہ میر صاحب کو ضلع اسکول کی نسبت مشن کے ادارے میں زیادہ تنخواہ ملنے لگی تھی جس سے گھر کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی۔

۱۸۷۱ء میں سکاچ مشن ہٹی اسکول مڈل سے ہائی درجہ تک ہو گیا[1]۔ ۱۸۸۳ء میں طلبا کی کل تعداد ۵۳۶ تھی جن میں مسلمان طلباء کی تعداد سب سے زیادہ تھی: ہندو ۱۸۷، مسلمان ۲۶۵، سکھ ۶۵، جین مت ۱۴ اور عیسائی ۵۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی اور فارسی پڑھنے والے زیادہ تھے۔ مسلمان بچوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے بچے بھی یہ دو مضامین پڑھتے تھے۔[2] انیسویں صدی کی ساتویں دہائی کے پہلے سال جب اسکول ہائی درجہ تک ترقی کر گیا تو جماعتوں کی حد بندی اس طرح کی تھی:

لوئر اسکول: پہلی اور دوسری جماعت۔

مڈل اسکول: تیسری جماعت سے لے کر چھٹی جماعت تک۔

ہائی اسکول: ساتویں جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک[3]۔

۱۸۸۶ء کے قریب میر صاحب عربی اور فارسی کے علاوہ لڑکوں

۱۔ سیالکوٹ ڈسٹرکٹ گیزیٹر ۸۴-۱۸۸۳ء صفحہ ۳۰۔
۲۔ ایضاً۔
۳۔ مخطوطہ: لاگ بک۔ سکاچ مشن ہائی اسکول سیالکوٹ۔ مملوکہ تھیولاجیکل سیمینری گوجرانوالہ۔

کو حساب بھی پڑھایا کرتے تھے۔[1] ان کے کتب خانہ میں نتیجہ تحریر اقلیدس بحکم فلر ، سرکاری مطبع لاہور ۱۸۶۱ء - ۱۵۶ صفحات پر مشتمل کتاب اس بات کا ثبوت بھی مہیا کرتی ہے کہ آپ کو حساب سے بھی شغف تھا ۔ اس کے علاوہ آپ کے کتب خانے میں فارسی زبان میں جیومیٹری اور الجبرے کی ایک کتاب بھی موجود تھی جس کی شناخت بوجہ کرم خوردگی نہیں ہو سکی ۔

سکاچ مشن کالج سیالکوٹ

حکومت نے ۱۸۸۹ء میں سکاچ مشن کو سیالکوٹ میں کالج کھولنے کی اجازت دی اور مئی ۱۸۸۹ء میں سکاچ مشن ہائی اسکول میں گیارہویں جماعت کا اضافہ ہو گیا - ۱۸۹۰ء میں بارہویں جماعت کا بھی اضافہ ہوا ۔ اب نئے سرے سے جماعتوں کی حد بندی اس طرح کی گئی -

پرائمری اسکول — پہلی سے تیسری جماعت تک

مڈل اسکول — چوتھی جماعت سے لے کر ساتویں جماعت تک

ہائی اسکول — آٹھویں جماعت سے بارہویں جماعت تک

شروع شروع میں کالج کی جماعتوں میں گیارہ طلباء تھے اور کنک منڈی والی پہلی عمارت ہی میں قائم تھا - ۱۹۰۹ء میں کالج موجودہ عمارت میں منتقل ہو گیا ۔ ستمبر ۱۸۹۳ء میں میر صاحب مختلف جماعتوں کو عربی ، فارسی اور اردو اس طرح پڑھاتے تھے :—

---

۱ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر صفحہ ۲ ۔

۱ - فارسی — تھرڈ مڈل یعنی چھٹی جماعت کو۔

۲ - فارسی — فورتھ ہائی یعنی گیارہویں جماعت کو۔

۳ - اردو — تھرڈ مڈل یعنی چھٹی جماعت کو۔

۴ - فارسی — ففتھ ہائی یعنی بارہویں جماعت کو۔

۵ - عربی — فورتھ ہائی یعنی گیارہویں جماعت کو۔

۶ - عربی — ففتھ ہائی یعنی بارہویں جماعت کو۔

۱۸۹۴ء میں اس پروگرام میں کچھ اس طرح تبدیلی ہوتی ہے :-

۱ - فارسی اور عربی — فورتھ ہائی یعنی گیارہویں جماعت کو۔

۲ - فارسی اور عربی — ففتھ ہائی یعنی بارہویں جماعت کو۔

۳ - فارسی اور اردو — تھرڈ مڈل یعنی چھٹی جماعت کو۔

۱۸۹۳ء اور ۱۸۹۴ء میں آپ کی تنخواہ ساٹھ روپے تھی۔ ان کے علاوہ دوسرے اساتذہ کی تفصیل یہ ہے :-

۱ - نرنجن داس ہیڈ ماسٹر — تنخواہ ۱۰۰ روپیہ تعلیمی قابلیت سینئر
اینگلو ورنیکلر۔ سیکنڈ گریڈ فارسی۔
استاد — انگریزی۔ تاریخ

۲ - پرنام سنگھ سیکنڈ ماسٹر — تنخواہ ۸۰ روپیہ تعلیمی قابلیت سینئر
اینگلو ورنیکلر۔ سیکنڈ گریڈ فارسی۔
استاد — حساب، سائنس، انگریزی
جغرافیہ

تیسرے نمبر پر میر حسن آتے ہیں ــ آپ کی تنخواہ ساٹھ روپیہ تھی ۔ تعلیمی قابلیت سینئر ورنیکلر ۔
فرسٹ گریڈ فارسی ۔

۴ ۔ جگن ناتھ ــ سینئر اینگلو ورنیکلر ۔ سیکنڈ گریڈ فارسی ۔
تنخواہ : ۵۰ روپیہ استاد ــ انگریزی

۵ ۔ لچھمن داس ، تنخواہ : ۳۵ روپیہ

۶ ۔ ایس رابرٹس ، تنخواہ : ۴۲ روپیہ

۷ ۔ غلام علی ، تنخواہ : ۳۳ روپیہ

۸ ۔ جواہر مل ، تنخواہ : ۱۵ روپیہ

۹ ۔ سوہن مل ، تنخواہ : ۲۵ روپیہ

۱۰ ۔ امام دین ، کرسچن ، تنخواہ : ۳۲ روپیہ

ان کے علاوہ اے میرلز ، شیخ احمد ، سندر داس ، نور ذین ، امام‌دین ، نور احمد ، تیرتھ داس بالترتیب ۲۳ ، ۲۳ ، ۱۶ ، ۱۵ ، ۱۲ ، ۱۸ اور ۱۵ روپیہ ماہوار تنخواہ پاتے تھے ۔[1]

۱۹۱۳ء[2] میں جب پنجاب یونیورسٹی لاہور نے مرے کالج سیالکوٹ کو ڈگری کلاسوں کی اجازت دی تو آپ ڈگری کلاسوں کو بھی عربی پڑھانے پر مامور ہوئے ۔ اس موقعہ پر کنک منڈی میں

---

۱ ۔ لاگ بک ۔ سکاچ مشن ہائی اسکول سیالکوٹ ۱۸۹۵ - ۱۸۶۵ - مملوکہ تھیولاجیکل سیمینری گوجرانوالہ ۔

۲ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ مارچ ۱۹۲۹ء ۔

صرف ہائی اسکول (پہلی جماعت سے دسویں جماعت تک) رہ گیا اور نئی موجودہ عمارت میں ایف اے اور بی اے کی جماعتیں رہ گئیں۔ ۱۹۱۳ء کے بعد میر صاحب صرف کالج کی جماعتوں کو عربی اور فارسی پڑھانے لگے۔ ۱۹۱۵ء اور اس کے بعد میر صاحب صرف عربی زبان و ادب کی تدریس پر مامور ہوئے۔ فارسی کے لیے ایک علیحدہ پروفیسر کا تقرر ہوا۔ میر صاحب ۱۹۲۸ء تک عربی پڑھاتے رہے۔ کالج سے میر صاحب کی وابستگی ۱۸۸۹ء سے لے کر ۱۹۲۸ء تک رہی۔

عربی زبان و ادب پر آپ کو کامل عبور حاصل تھا۔ یونیورسٹی کے امتحان میں آپ سے پڑھے ہوئے طلبا ہمیشہ اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کرتے اور کالج کا نام روشن کرتے۔ کالج کے پرنسپل اور سکاچ مشن کالج کے ارباب اختیار نے میر صاحب کی خدمات کا جا بجا اعتراف کیا ہے۔[1] والدین اپنے بچوں کو میر صاحب کی شاگردی میں دینا اپنی خوش قسمتی سمجھتے تھے۔ دور دور سے لڑکے میر صاحب کی وجہ سے سیالکوٹ کے مشن کالج میں پڑھنے کے لیے داخلہ لیتے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو ہمیشہ مسلمان طبقہ کی زبانیں رہی ہیں اور غیر مسلم بھی یہی سمجھتے تھے۔ مگر میر صاحب جیسے شفیق، مہربان اور فاضل استاد کی وجہ سے ہندو، سکھ، عیسائی اور دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اپنے بچوں کو عربی اور فارسی مضامین پڑھنے کے لیے کہتے تھے تا کہ وہ اعلیٰ نمبروں سے امتحان

---

۱ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ۔ مارچ ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۱۔

پاس کر سکیں ۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال ، جسٹس کنور سین ، کھڑک سنگھ ، مولوی ظفر اقبال ، آغا صفدر ، مولوی محمد ابراہیم میر اور حامد شاہ وغیرہ نے سکاچ مشن کے تعلیمی اداروں میں میر صاحب ہی سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی تھی ۔

——:o:——

باب ۴

میر حسن بحیثیت آستاد

دنیا میں بہت کم ایسی شخصیتیں گزری ہیں جنہوں نے علم کو فرض سمجھ کر حاصل کیا ہو اور اپنے علم سے دوسروں کو مستفید و مستفیض کر کے رسول اللہ کے اس فرمان مبارک کی تعمیل کی ہو :

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّیْن ۔

(ترجمہ : تم علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے) ۔

میر حسن ان خوش نصیب انسانوں میں سے ایک ہیں جو زندگی بھر تحصیل علم کرتے رہے ۔ سب سے پہلے آپ نے صغیر سنی میں اللہ تعالٰی کے کلام پاک کو حفظ کر کے حافظ قرآن ہونے کا شرف حاصل کیا اپنے والد سے عربی اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں ۔ ضلع اسکول سیالکوٹ سے سینئر ورنیکلر کا امتحان پاس کیا ۔ فارسی میں امتیاز حاصل کیا ۔ اس دور کے فاضل علما مثلاً مولانا شیر محمد ، مولانا بشیر احمد اور مولانا محبوب عالم سے بھی علوم متداولہ حاصل کیے ۔ سکاچ مشن میں ملازمت کے دوران وسیع مطالعہ سے علوم حاصل کرتے رہے ۔

قرآن پاک سے آپ کو والہانہ عشق تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ عربی زبان و ادب کو آپ اچھی نظروں سے دیکھتے تھے ۔ فارسی

آباؤ اجداد کی زبان چلی آ رہی تھی - ہندوستان میں اسے آٹھ نو سو سال سے درباری حیثیت حاصل تھی - بڑے بڑے صوفیا کا کلام بھی اسی زبان میں تھا اس لیے میر صاحب اس زبان و ادب میں بھی خاص قدرت رکھتے تھے - وہ اپنے شاگردوں کو ان زبانوں میں اتنا قابل و فاضل بنا دیتے تھے کہ فارسی اور عربی کو ان کی مادری زبان سمجھا جاتا تھا -

میر حسن چاہے گھر پر ہوں، چاہے مشن اسکول میں، چاہے مشن کالج میں، ہر جگہ طلبا کو پڑھاتے نظر آتے - بچے، جوان، بوڑھے، مبتدی ہوں یا منتہی غرضکہ ہر قسم کے لوگ ان کے درِ دولت پر حاضر ہوکر انوار علم سے مستفید ہوتے - ان کا دروازہ ہر طالب علم کے لیے کھلا رہتا - ان میں امیر غریب کی تفریق نہیں ہوا کرتی تھی - ان سے کسی قسم کا معاوضہ نہیں لیا جاتا تھا - جس طرح خدا کی عبادت بغیر کسی معاوضے کے کی جاتی ہے اسی طرح دوسروں کو علم کی ضیا سے منوّر کرنا عبادت کا ایک حصہ ہی سمجھتے - میر صاحب علم دوست انسان تھے - بابائے اردو مولوی عبدالحق کی رائے میر صاحب پر بھی لاگو ہوتی ہے :

”حساب کے دن جب اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی خدا یہ نہ پوچھے گا کہ تو نے کتنی اور کس کی پوجا پاٹ یا عبادت کی - وہ کسی کی عبادت کا محتاج نہیں - وہ پوچھے گا کہ میں نے جو استعداد تجھ میں ودیعت کی تھی اسے کمال تک پہنچانے اور اس سے کام لینے میں تو نے کیا کیا اور خلق اللہ کو اس سے کیا فیض پہنچایا -“

یہاں نام دیومالی[1] کے کام کا ذکر ہو رہا ہے - اس کے کام ہی کو عبادت کا نام دیا جا رہا ہے - یہاں میر حسن کے معاملے میں کام کے علاوہ ان کے زہد و تقویٰ کو بھی مدِ نظر رکھتے ہوئے انہیں بڑا کہنے میں کوئی ہرج نہیں -

درس و تدریس کا مشغلہ میر صاحب گھر پر ہی کیا کرتے تھے - کوئی مسجد یا جگہ مخصوص نہیں تھی - گھر میں ہی چٹائیاں بچھی ہوتیں - طلبا ان پر بیٹھ جاتے - آپ بھی چٹائی پر سامنے بیٹھ کر طلبا کو باری باری درس دیتے - انہی چٹائیوں پر بیٹھ کر اقبال ، کنور سین ، محمد ابراہیم میر ، ظفر اقبال وغیرہ نے پڑھا ہے - دروازے کو بند کرنے کے لیے ایک پتھر رکھا کرتے تھے - اور کسی دوسرے کو پتھر ہٹانے نہ دیتے -

آپ کے یہاں تدریس کا عجیب طریقہ تھا - طالب علم عربی نصاب کی نثر یا اشعار پڑھتا ، مولوی صاحب مشکل الفاظ کے معنی بتاتے جاتے اور پھر طالب علم سے نثری فقروں کے معنی پوچھتے - نظم کے سلسلے میں مولوی صاحب شعر کے بیان میں متعدد اردو فارسی اور پنجابی کے مترادف اشعار پڑھتے - اس طرح اس عربی شعر کا مفہوم طالب علم کے ذہن نشین ہو جاتا - میر صاحب کو فارسی اور اردو کے کلاسیکل اساتذہ کے سینکڑوں اچھے اچھے شعر ازبر تھے - اس کے علاوہ پنجابی زبان میں وارث شاہ ، فضل شاہ ، بابا بلھے شاہ اور علی حیدر جیسے بلند پایہ صوفی اساتذہ کے سینکڑوں اشعار بطور

---

۱ - چند ہم عصر - مولوی عبدالحق - مضمون : نام دیوالی -

مثال پیش کرتے کہ ذوق صحیح کی روح فی الجملہ وجد میں آ جاتی۔ ذیل کے پیرے سے ان کے گھریلو سکول کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے :-

''مختصر اوقات ملازمت کے علاوہ صبح و شام جب اپنے بیت العلوم میں تشریف رکھتے توگرد و پیش کے ذرئیے عجیب منظر پیش کرتے تھے۔ ایک طرف جید مولوی صاحب کو تفسیر القرآن کے نکات سمجھاتے جاتے تھے دوسری طرف کسی دوسرے مولانا کو حدیث نبوی کا درس دیتے ہوئے چند عربی فارسی کے فضیلت خواہ طلاب کے ساتھ ساتھ چند بالغ العلوم اور مالک العلوم درجات کے طلبا کی مشکلات کو بھی اس طرح حل فرماتے جاتے تھے کہ حضرت کا ایک ایک لفظ سننے والوں کے دل و دماغ پر برق اثر پیدا کرتا جاتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ انہیں بلند درجہ طالبان علم کے ساتھ ساتھ ایک جماعت چھوٹے بچوں کی بھی بیٹھی نظر آتی تھی۔ کسی کے ہاتھ میں قاعدہ ابجد ہے۔ کوئی اردو کی پہلی کتاب سامنے رکھے بیٹھا ہے۔ کوئی قواعد بغدادی اور پارہ عم کی الجھنوں میں گھرا ہوا ہے۔ ایک درویش صورت بزرگ ہیر وارث شاہ کا کوئی ادق مقام سمجھنے کے لیے چادر میں سر لپیٹے بیٹھے ہیں۔ اور حضرت قبلہ مرحوم و مغفور کا یہ عالم ہے کہ ہر شخص کو بہ یک وقت بقدر ذوق و فہم مستفید و مستفیض فرماتے جاتے ہیں۔''[1]

۱۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ۔ میر حسن نمبر۔ راوی منشی سراج دین صفحہ ۱۳۔

اسکول اور کالج جانے کا وقت ہوتا تو شاگردوں سے وقت مقرر کر لیے جاتے تھے - ان کے گھر کے دروازے کے پاس چھ لڑکے میر صاحب کے باہر آنے کا انتظار کرتے - آپ جب گھر سے باہر نکلتے تو یہ چھ لڑکے ان کے دائیں بائیں ہوکر راہ چلتے چلتے سبق لیتے جاتے تھے - دو دروازہ تک ان کی حد ہوا کرتی ، دو دروازہ سے چھ لڑکے اور مل جاتے ، وہ بیری والے چوک تک درس لیتے جاتے ، بیری والے چوک پر تیسرا گروہ مل جاتا جو کالج کے دروازے تک ان سے پڑھتے جاتے - دنیا میں بہت کم اساتذہ ایسے بے نفس ہوں گے جو اس طریقہ سے بھی طلبا کو تعلیم کی روشنی سے منور کرتے ہوں گے -

میر صاحب گھر کا سودا سلف لینے خود بازار جاتے تھے - محلے کے دوسرے لوگوں کا بھی سودا لا دیا کرتے تھے - بازار جاتے وقت بھی طلبا کو راہ چلتے چلتے پڑھایا کرتے تھے - زبان و ادب کے نشیب و فراز دقائق صنائع و بدائع صرف و نحو غرضکہ ہر متعلقہ چیز بتاتے جاتے -

اسکول اور کالج میں طلبا ان کے پیریڈ کے بڑے منتظر رہتے تھے - صرف میر صاحب ہی کا ایک ایسا پیریڈ ہوتا جس میں طلبا ذوق و شوق سے شرکت کرتے تھے - کالج میں داخل ہوتے انگریز پرنسپل ان کی پذیرائی کے لیے تیار ملتے - کالج کے اساتذہ سے مصافحہ کرتے ، پیریڈ کی گھنٹی بجنے پر کلاس روم میں داخل ہوتے - بڑی دلجوئی سے نصاب پڑھایا جاتا - ایک مذہبی فریضہ سمجھ کر اس فرض سے عہدہ برآ ہوتے - جماعت میں ہمیشہ اردو میں بات کرتے اور طلبا سے

بھی اس کے متمنی ہوتے ۔ فارسی اور عربی کی متداولہ کتب آپ کو ازبر تھیں ۔ سبق پڑھاتے وقت کبھی ایک دو منٹ کے لیے میز پر سر رکھ کر اونگھنے لگ جاتے ۔ پھر جاگ کر فوراً اس جگہ سے پڑھانا شروع کر دیتے جہاں سے پہلے پڑھا رہے تھے ۔ اونگھنے کے دوران لڑکے کتاب پڑھتے رہتے ۔ اگر کوئی غلط پڑھتا تو آپ فوراً اٹھ بیٹھتے اور لڑکے کی غلطی کی تصحیح کر دیتے ۔[1] بہت کم لڑکے ان کی جماعت میں شرارتیں کرتے ۔ کبھی کسی کتاب کو دیکھ کر نہیں پڑھایا ۔ طالب علم سے کتاب پڑھواتے ، جو لفظ یا ترکیب یا مطلب مشکل ہوتا ، اس کی تشریح کرتے جاتے ۔ گلستان ، بوستان ، انوار سہیلی ، سکندر نامہ ، اخلاق محسنی ، بہار دانش ، یوسف زلیخا ، اور ابوالفضل پڑھاتے ۔ شاہ نامہ ، سکندر نامہ اور تصنیفات ابوالفضل پر آپ کو کامل عبور حاصل تھا ۔ اس کے علاوہ صرف میر صرف بہائی ، ہدایۃ النحو ، کافیہ ، کنزالدقائق اور قدوری وغیرہ بھی پڑھایا کرتے تھے ۔ سعدی ، حافظ ، فردوسی ، نظامی ، خاقانی ، انوری ، عرفی ، نظیری ، بیدل اور غالب ان کے پسندیدہ شعرا تھے ۔

عربی زبان و ادب سے آپ کو بڑا شغف تھا ۔ قانونی دنیا کی ایک مشہور و معروف شخصیت کنور سین کو ان کے والد بھیم سین نے مڈل میں سنسکرت پڑھنے کے لیے کہا ۔ حالاں کہ بھیم سین فارسی کے خود عالم تھے اور عربی اچھی خاصی جانتے تھے ۔ مگر میر صاحب نے کنور سین کو عربی پڑھنے کا مشورہ دیا اور اس طرح بھیم سین اور میر صاحب میں ایک مقابلہ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ۔ کنور سین

---

۱ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر صفحہ ۳ ۔

کو ایک پنڈت ان کے گھر پر سنسکرت پڑھانے لگے اور میر صاحب اپنے گھر پر کنور سین کو عربی کا درس دینے لگے - ایک معاوضہ لیتا تھا - دوسرا اسے ایک فریضہ سمجھ کر پڑھا رہا تھا - ان دنوں اسکول میں عربی کا پیریڈ نہیں ہوا کرتا تھا - کنور سین عربی کے امتحان میں کامیاب ہوگئے- مڈل ہی میں نہیں بلکہ میٹرک کے امتحان میں بھی اس پرچہ میں اعلیٰ نمبر حاصل کیے - میر صاحب نے عربی زبان و ادب کی بنیاد اس طرح رکھ دی تھی کہ ایف - اے کے امتحان میں اور یہاں تک کہ انگلینڈ میں آئی سی ایس کے امتحان میں بھی کنور سین عربی زبان کا پرچہ رکھ کر اعالی پوزیشن حاصل کی -[1]

انیسویں صدی کی آخری دہائی میں آپ عربی فارسی اور آردو پڑھایا کرتے تھے - محمد حسین آزاد ، پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور ۱۸۸۰ء میں کہتے ہیں :-

''مولوی صاحب سے پڑھے ہوئے طلبا عربی ، فارسی اور آردو صحیح طور پر پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں -''[2]

آزاد جیسا مصنف اگر میر حسن کی عربی ، فارسی اور آردو کی قابلیت کا کھلے دل سے اعتراف کرتا ہے تو اس کے بعد کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں رہتی -

---

۱ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ . میر حسن نمبر صفحہ ۳ (انگریزی حصہ)
۲ - ایضا صفحہ ۵ (انگریزی حصہ) -

میر صاحب کے سرسید اور ان کے حواریوں سے گہرے تعلقات تھے - آپ ان کی تحریروں سے بڑی حد تک متاثر نظر آتے ہیں - اپنی زندگی میں ان کے ادبی شہ پاروں کو عملی زندگی میں پیش کرتے ہیں -

کھیتوں کو دے لو پانی وہ بہہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانو ، اٹھتی جوانیاں ہیں

سنایا کرتے تھے - تاکہ مسلمان بچے اس عمر میں کچھ کر سکیں اور کچھ حاصل کر سکیں -[1]

طلبا کو پڑھاتے وقت کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو طالب علموں سے صاف کہہ دیتے کہ میں سمجھ نہیں سکا - تم بھی سوچو ، میں بھی سوچوں گا - ایک مرتبہ عربی کے نصاب میں ایک شعر یوں چھپا تھا :-

من اللناس الندیٰ فندوا

اس کا ترجمہ بھی دیا ہوا تھا لیکن میر صاحب پریشان تھے کہ من کا صلہ ل نہیں بلکہ اعلیٰ ہے - صاف کہہ دیا کہ میری سمجھ میں نہیں آیا - پھر ایک مرتبہ مختارالصحاح جوہری دیکھ رہے تھے کہ اس میں ندا کے تحت یہ شعر یوں نکلا :

من للناس الندیٰ فندوا

اس وقت معلوم ہوا کہ اصل نصاب میں شعر غلط چھپا ہے اور شارح

---

[1] - راوی شیخ محمد اکرم ایڈووکیٹ پسرور -

نے اس کا ترجمہ بھی غلط لکھا ہے ۔[1]

ایک مرتبہ ان کے شاگرد مولوی عبدالقیوم ہیڈ ماسٹر کو اردو کی ایک کتاب پڑھانے کی نوبت آئی ۔ اس میں مولوی ذکاءاللہ کا ایک مضمون تھا ۔ اس کا ایک فقرہ سمجھ میں نہ آیا ۔ عبدالقیوم اسے سمجھنے کے لیے سیالکوٹ میر صاحب کے پاس آئے ۔ میر صاحب نے تہذیب الاخلاق کے وہ پرچے جن میں ذکاءاللہ کا یہ مضمون چھپا تھا دیکھے اور اصل کو سامنے رکھ کر مطبوعہ مضمون کی خامی واضح کر دی ۔ پھر الجھن دور ہوئی ۔[2]

جب یونیورسٹی کی طرف سے یہ ہدایت ہوئی کہ فارسی اور عربی کے طلبا جوابات انگریزی میں لکھا کریں تو میر صاحب نے انگریزی نہ جاننے کے باوجود طلبا کو انگریزی ترجمے کی مشق کرانے کا فیصلہ کر لیا ۔ عربی کی بائیبل کلاس میں لے جاتے ، طلبا سے کہتے کہ انگریزی کی بائیبل پڑھو ۔ اس طرح لفظوں کا مقابلہ کرا کے انھیں عربی سے انگریزی میں منتقل کرنے کی مشق کراتے ۔ حرف حرف پر توجہ کا یہ حال تھا کہ کوئی طالب علم پڑھتے وقت انگریزی کا ایک لفظ بھی چھوڑ جاتا تو ٹوک دیتے ۔ پھر اس خیال سے کہ بائیبل کی عبارت سن کر کسی پر غیر مناسب اثر نہ پڑے ، آخر میں پانچ منٹ میں بائیبل کے اصل موضوع پر تنقید فرما دیتے ۔[3]

---

۱ ۔ روایات اقبال ۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔ صفحہ ۵۹-۵۸
۲ ۔ روایاتِ اقبال ۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔ صفحہ ۵۹ ۔
۳ ۔ ایضاً ۔

میر صاحب ایک آئیڈیل استاد تھے ۔ آپ کی زندگی اور تعلیم میں دلجوئی دوسرے اساتذہ کے لیے ایک نمونہ تھی ۔ پروفیسر فیض احمد قریشی کا کہنا ہے کہ :۔

"A real guide in learning, in punctuality, in regularity, in faithfulness to service, in loyalty to authorities, in sympathy for Colleagues and in love and affection for pupils. He was [redacted] IDEAL TEACHER I should say and hence [redacted] greatman."[1]

میر صاحب عام اساتذہ کی طرح شاگردوں کو محض سبق رٹانے پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ان میں فارسی اور عربی کا صحیح لسانی ذوق پیدا کر دیتے تھے ۔ اقبال کے علاوہ ان کے بیسیوں شاگرد ایسے ہیں جو عربی اور فارسی کا صحیح ذوق رکھتے تھے اور جو عربی اور فارسی صحیح سمجھ سکتے تھے ، بول سکتے تھے اور پڑھ سکتے تھے ۔ اس لیے صرف اقبال کو ان کا شاگرد کہہ کر ہم بات ختم نہیں کر سکتے ۔ اقبال کے علاوہ مولوی ظفر اقبال ، کنور سین ، ڈاکٹر محمد جمشید علی راٹھور ، محمد ابراہیم میر ، غلام قادر فصیح اور امین حزیں وغیرہ کے نام بھی لیے جا سکتے ہیں ۔

میر صاحب کی بڑی بہن زینب ۷ دسمبر ۱۸۷۶ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئیں ۔ ۸ دسمبر ۱۸۷۶ء سے لے کر مارچ ۱۹۲۸ء تک آپ فجر کی نماز کے بعد ان کی قبر پر فاتحہ کے لیے جاتے رہے ۔ قبرستان جاتے آتے وقت بھی طلبا ان سے استفادہ کرتے ۔

---

۱ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر صفحہ ۱۵ (انگریزی حصہ)

سکاچ مشن کالج سیالکوٹ کے قدیم طالب علم سی رائے، بی - اے ، بیرسٹر ۱۹۰۹ء کا نقشہ کھینچتے ہیں :—

I can even now, after the lapse of more than one third of a century—it sounds very ancient, doesn't it ?—Visualise the Moulvi Sahib occupying the Professor's chair, teaching Persian to the boys with his eyes shut. He had the whole book at the tip of his tongue. Those who did not know him well enough, seeing him with eyes closed thought that he was asleep. As a matter of fact, Moulvi Sahib, it appears, had the habits of teaching with Closed eyes so that he might Concentrate fully on the subject. And if any body being deceived by the fact that the moulvi sahib was not looking, played a prank, he was soon pulled up ! He was a great scholar and greater still in his devotion to duty.[1]

۱۹۱۳—۱۴ میں بقول پروفیسر جی ایل گپتا - پی ڈبلیو کالج جموں :

"He was a giant of learning and his erudition in Arabic literature was unrivalled."[2]

۱ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ - جلد ۲۵ نمبر ۲ مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۳۶ ۔
۲ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ - ۳۹ - ۱۹۳۸ء صفحہ ۲۱ -

باب ۴

علمی ، ادبی اور سماجی سرگرمیاں

سر سید اور ان کے حواریوں سے میر حسن کے بڑے گہرے تعلقات تھے ۔ پروفیسر محمد شفیع ، سید محمود ، سر راس مسعود ، سید سلیمان ندوی اور خان بہادر برکت علی خان سے بھی گہرا یارانہ تھا ، غرضیکہ ۱۸۷۳ء سے لے کر ۱۹۲۹ء تک کے عرصہ کی علمی و ادبی اور سماجی شخصیتوں سے آپ کی اچھی خاصی روشناسی تھی ۔ مذکورہ اہلِ علم کی سرپرستی میں علم و ادب اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے جو بھی سرگرمیاں ہوئیں ، میر صاحب ان میں باقاعدہ حصہ لیتے تھے ۔ مگر خاموشی سے ، ڈھنڈورا پیٹ کر نہیں ۔

سر سید احمد خان کی قائم کردہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل سوسائٹی میں آپ باقاعدہ حصہ لیا کرتے تھے ۔ ان کی حاضری کو بہت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔ ان کے مشورے کو بڑی توجہ سے سنا جاتا ۔ سر سید سے تعلقات کے ضمن میں اس کا تفصیل سے ذکر کر دیا ہے ۔

سیالکوٹ سے دور سر سید کے ماتحت جن اجلاسوں میں آپ شرکت کیا کرتے تھے ، وہ ہندوستان کے سب مسلمانوں کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے ہوا کرتے تھے ۔ اپنے مولد و مسکن سیالکوٹ کے مسلمان باشندوں کے لیے بھی آپ عملی طور پر حصہ لیا کرتے تھے ۔ قیصرہ ہند کے ساٹھ سالہ جشنِ سلطنت کے مبارکباد کے موقع

پر سیالکوٹ شہر میں ضلع[۱] کے مسلمانوں کے اجتماع میں ۴ اپریل ۱۸۹۷ء کو تقریر کرتے نظر آتے ہیں - اسی زمانے میں سیالکوٹ کے جوان مسلمانوں نے انجمن شبان المسلمین قائم کی تھی - اس انجمن کا مقصد مسلمان قوم کی فلاح و بہبود تھا - اس کا سال میں ایک جلسہ ہوا کرتا تھا - مسلمان راہبر اس جلسہ میں شرکت کیا کرتے - میر حسن بھی ایک ایسے خوش نصیب بزرگ تھے جو مسلم نوجوانوں کو اپنے مفید مشوروں سے نوازا کرتے تھے - انجمن مسلمان طلباء میں ایک انعامی مقابلہ کرایا کرتی تھی - مقابلہ کے لیے تاریخِ اسلام سے سوالات پوچھے جاتے - میر صاحب اس سوالنامے کو مرتب کرتے تھے - انجمن اسلامیہ سیالکوٹ میں مدغم ہونے سے پہلے اس کا ایک اجلاس ہوا - میر صاحب اپنے پوتے سید محمد عبداللہ طالب علم بی اے - سر سید کورٹ ، علی گڑھ کالج کو اپنے ایک مکتوب مورخہ ۸ فروری ۱۹۱۱ء میں لکھتے ہیں :

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انجمن شبان المسلمین کا جلسہ ہوا - اڑھائی تین سو روپیہ چندہ ہو گیا - جلسہ بہت بارونق تھا - سیالکوٹ میں ایسا جلسہ کبھی نہیں ہوا - لاہور سے خان بہادر محمد شفیع صاحب اور ندوہ سے سلیمان ندوی صاحب شریکِ جلسہ ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔"

گوجرانوالہ کے مولوی محمد شفیع بیسویں صدی کے اوائل میں گوجرانوالہ سے سیالکوٹ میں مستقل طور پر آ گئے تھے - طبابت کو

---

۱ - یہ اجلاس ڈسٹرکٹ کمیٹی اہلِ اسلام سیالکوٹ کے تحت ہوا تھا جس کے میر صاحب ممبر تھے -

ذریعہ معاش بنایا یہ ۱۹۰۲ء کا زمانہ تھا - محلہ خراسیاں میں ایک پرائمری مدرسہ اور یتیم خانہ کی طرح ڈالی - مدرسہ کا نام مدرسۃالقرآن تھا - مولوی صاحب مارچ ۱۹۰۶ء کے طاعون میں چل بسے - مدرسۃالقرآن اور یتیم خانہ کو وسیع بنیادوں پر چلانے کے لیے ایک انتظامیہ کمیٹی ۱۹۰۷ء میں قائم کی گئی - مولوی محمد ابراہیم میر جو میر حسن کے شاگرد تھے ۔ سیالکوٹ کی انجمن تائیدالاسلام کے بانی تھے - ان کی تحریک پر ۲۱ نومبر ۱۹۱۱ء کو انجمن تائیدالاسلام انجمن مدرسۃالقرآن اور انجمن شبان المسلمین کو یکجا کر کے انجمنِ اسلامیہ کی بنا ڈالی گئی - انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کا پہلا اجلاس ۳ دسمبر ۱۹۱۱ء کو انجمن کی مسجد میں مرزا بدرالدین کی صدارت میں منعقد ہوا - ۷ فروری ۱۹۱۲ء کے اجلاس میں تین اصحاب پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو انجمن کے آئیندہ طریقِ کار اور قواعد کے متعلق ایک مسودہ ماہِ رواں کی ۲۵ تاریخ تک پیش کرے - میر حسن بھی ان میں شامل تھے - دوسرے ارکان چوہدری محمد خان اور غلام قادر فصیح تھے - ۱۱ اپریل ۱۹۱۲ء کو پانچ بجے شام انجمن اسلامیہ کی مسجد میں انجمن کا اجلاس ہوا - مولانا میر حسن انجمن کے صدر چنے جاتے ہیں - مولانا موصوف کی زیرِ صدارت درج ذیل تاریخوں کو یہ اجلاس ہوئے :-

۱ : ۵ مئی ۱۹۱۲ء : بمقام مسجد انجمن صبح آٹھ بجے بروز اتوار

۲ : ۷ جون ۱۹۱۲ء : چھ بجے شام ، بروز جمعہ

۳ : ۲۵ جولائی ۱۹۱۲ء :

۴ : ۱۶ فروری ۱۹۱۳ء : ساڑھے چار بجے ، بمقام مسجد انجمن

۵ : ۲۳ فروری ۱۹۱۳ء : ساڑھے چار بجے

۶ : ۲۵ فروری ۱۹۱۳ء : نو بجے صبح بر مکان آغا محمد باقر خان

۷ : ۲۵ اپریل ۱۹۱۳ء : اس آخر اجلاس میں میر صاحب نے یک سالہ معیاد صدارت کے انقضا پر اپنے عہدہ سے استعفٰی دے دیا اور قرار پایا کہ مولانا موصوف کو انجمن کا مربی بنا دیا جائے اور ایک سال یعنی اپریل ۱۹۱۴ء تک کے لیے حاجی میاں غلام علی کو انجمن کا صدر مقرر کیا جائے۔

اسی انجمن کے قائم کردہ اسلامیہ ہائی اسکول سیالکوٹ کی نئی عمارت کا سنگِ بنیاد میر صاحب نے جون ۱۹۱۵ء میں رکھا۔ متفقہ طور پر اسکول کے ہال کو ۱۹ ستمبر ۱۹۲۵ء کو میر حسن کے نام سے منسوب کیا گیا[1] اس سے پتہ چلتا ہے کہ میر صاحب ناخواندگی کو دور کرنے کے لیے جو عملی کام ہوتے تھے ان میں برابر کا حصہ لیا کرتے تھے اور یہی ان کا مقصدِ حیات تھا۔

انجمن پنجاب لاہور کی طرز پر سیالکوٹ میں بھی ایک انجمن تھی۔ جس کی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔ فرانسیسی مستشرق اور محبِ اردو گارسیں دتاسی (۱۸۷۸/۱۷۹۴) نے اپنے خطبہ نمبر ۱۶ ، ۳ دسمبر ۱۸۶۶ء میں اس کا ذکر کیا ہے۔ انجمن پنجاب

۱۔ انجمنِ اسلامیہ سیالکوٹ۔ ایم۔ یوسف قمر اور انجمنِ اسلامیہ کی رپورٹیں غیر مطبوعہ۔

لاہور کی طرح سیالکوٹ کی اس انجمن کا مقصد بھی یورپ کے جدید علوم و فنون کو اردو زبان میں ترجمہ کر کے لوگوں کو ان سے روشناس کرانا تھا ۔ میر حسن ۱۸۶۸ء میں وزیر آباد سے تبدیل ہو کر جب سیالکوٹ آئے تھے ، تو انھوں نے بھی اس علمی و ادبی انجمن میں ضرور حصہ لیا ہو گا ۔ اس کے علاوہ انیسویں صدی کے نصف آخر میں تقریباً دس اردو کے ہفتہ روزہ اور ماہوار اخبار و رسائل سیالکوٹ سے نکلتے تھے - ہو سکتا ہے کہ میر صاحب ان میں کچھ مضامین وغیرہ لکھتے ہوں - چونکہ یہ اخبار و رسائل یہاں دستیاب نہیں ۔ اس لیے حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔

مرے کالج سیالکوٹ میں علمی و ادبی مسئلے پر آپ کی رائے کو ترجیح دی جاتی تھی - ۱۹۲۴ء میں مرے کالج سیالکوٹ میں ایک طلائی میڈل (قیمت ۳۰ روپیہ) سال چہارم کے اس ہندو طالب علم کو دینے کا اعلان کیا گیا جو سب ہندو طلبا سے تعلیمی میدان میں آگے ہو - منصف میر حسن قرار پائے تھے -[1] اسی طرح ۲۲ مارچ ۱۹۲۸ء کو کالج میں تقسیم انعامات کی ایک تقریب منعقد ہوتی ہے - کالج کے پرنسپل ریورنڈ جان گیرٹ اس موقع پر کالج کی دو بزرگ شخصیتوں آر - ایم - پیٹرسن اور مولوی سید میر حسن کو مبارکباد دیتے ہیں -[2]

---

۱ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ - نمبر ۲ جلد ۱۰ مارچ ۱۹۲۴ء صفحہ ۱۴ -

۲ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ - مارچ ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۱ -

سر سید اور ان کے ساتھی اپنی تصنیف و تالیف کے ذریعہ علمی دنیا میں مشہور ہوئے ۔ مگر میر حسن اس سے مبرا تھے ۔ سر سید کی سب تحریکوں میں آپ عملی حصہ لیتے تھے مگر خاموشی سے ۔ وہ مشتہر ہونا پسند نہیں کرتے تھے ۔ میر صاحب کی کوئی تصنیف و تالیف راقم کو انتہائی کوشش کے باوجود نہیں مل سکی ۔ حالاں کہ ان کی اولاد میں سے کئی صاحب مختلف قسم کی روائتیں بیان کرتے ہیں ۔ ان سب پر درج ذیل سطور میں بحث کی جاتی ہے ۔

(۱) فقیر سید وحید الدین نے اپنی تالیف روزگار فقیر جلد اول صفحہ ۱۶۹ پر ایک واقعہ اس طرح بیان کیا ہے :-

''۱۹۱۳ء کی بات ہے ۔ ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ انارکلی میں تھی ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فلسفہ خودی ان کے ذہن و فکر میں جنم لے رہا تھا ۔ مولوی میر حسن کے پوتے سید محمد عبداللہ (م ۔ فروری ۱۹۷۸ء) ان سے ملنے کے لیے وہاں پہنچے ۔ ڈاکٹر صاحب نے فارسی کا ایک شعر پڑھا :

طُور موجے از غبار خانہ اش کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

سید محمد عبداللہ یہ فارسی شعر سن کر موجے از غبار کی ترکیب پر سوچ میں پڑ گئے ۔ آخر ہمت کر کے اعتراض جڑ ہی دیا ۔ فرمایا : ڈاکٹر صاحب موج باد اور موج آب تو سنا تھا ۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا : ''وہ سامنے شاہ جی (میر حسن) کی لغت رکھی ہے ۔ اس میں ابھی دیکھ لیتے ہیں ۔ چنانچہ لغت دیکھی گئی ۔ موج خاک یا موج غبار کی ترکیب اس میں نہیں ملی ۔''

اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۰ کے فٹ نوٹ پر مزید انکشاف ہوتا ہے کہ مولوی میر حسن نے ایک فارسی لغت مرتب فرمائی تھی جو ترتیب پانے کے بعد شائع بھی ہوئی نسخہ جاوید اقبال اسلامیہ کالج کی لائبریری میں موجود ہے۔

اس سلسلے میں راقم نے اسلامیہ کالج لاہور میں اقبال کی کتابوں میں اس تالیف کو ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ لائبریرین نے بھی اس تالیف سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد راقم نے ڈاکٹر سر محمد اقبال کے فرزند ارجمند جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال، پنجاب ہائی کورٹ لاہور کو ایک خط تحریر کیا۔ جسٹس صاحب نے اپنے مکتوب مورخہ ۹ فروری ۱۹۷۸ء میں تحریر کیا:

"جناب مولوی سید میر حسن صاحب کی حیات کے متعلق میرے پاس تو کوئی مواد موجود نہیں۔ نہ ہی مجھے ان کی کسی تصنیف کے متعلق علم ہے۔ سید صاحب کی فارسی لغت کے متعلق میں پہلی بار آپ سے سن رہا ہوں۔ ایسی کوئی کتاب میرے پاس موجود نہیں۔ شاہ صاحب کی زندگی کے متعلق کتب کی تفصیل آپ کو مہیا کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ اگر میرے علم میں کوئی کتب ہوتیں تو ضرور آپ کی راہبری کرتا۔"

(۲) میر صاحب کے پاس قرآن مجید کا ایک نسخہ تھا جس کے ہر دو صفحوں کے درمیان سفید اوراق لگے ہوئے تھے۔ شاہ ولی اللہ کا فارسی ترجمہ کا قرآن مجید تھا۔ ان سفید اوراق پر سید احمد خاں

کا اردو ترجمہ میر صاحب اپنے ہاتھ سے لکھتے جاتے تھے - اس کا ذکر سر سید کے تعلقات کے ضمن میں آ چکا ہے -

(۳) میر صاحب کے پوتے سید مہدی علی بن ڈاکٹر سید علی نقی کا کہنا ہے کہ میر صاحب نے اردو زبان میں فارسی زبان کی صرف و نحو لکھی تھی - مظفر علی بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں -

(۴) سید عبداللہ بن ڈاکٹر سید علی نقی کے صاحبزادے بریگیڈئر ڈاکٹر سید محمد جعفر کا کہنا ہے کہ میر صاحب نے نہجۃ البلاغت کی اردو میں شرح لکھی تھی - یہ کتاب میر صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سید محمد ذکی کی تحویل میں تھی - مگر مذکورہ کتاب نہیں مل سکی -

(۵) سید ذوالفقار علی بن سید محمد ذکی کا بیان ہے کہ تقریباً ۱۹۳۹ء میں وہ نویں جماعت کے طالب علم تھے اور ان کے دوست میر جعفر خاں درانی آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے - ایک روز وہ کرکٹ کھیلنے کے لیے میر جعفر خان درانی کے گھر کے قریبی میدان میں گئے - وہاں میر جعفر خاں درانی نے گھر سے ایک فارسی کی گرائمر لا کر ذوالفقار علی کو دکھلائی اور کہا کہ دیکھو یہ تمہارے دادا کی لکھی ہوئی کتاب ہے -

(۶) حلیمہ بی بی بنت ڈاکٹر علی نقی کا کہنا ہے کہ میر صاحب کے پاس قرآن پاک کا اردو ترجمہ کتابی صورت میں چھپا ہوا تھا - میر صاحب سرخ روشنائی سے اس ترجمہ کی تصحیح کیا کرتے تھے -

(۷) میر صاحب کی وفات کی خبر روزنامہ انقلاب لاہور نے مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں ان کی علمی و ادبی خدمات

کے سلسلے میں کہا :

"مشہور ہے کہ مرحوم نے کئی کتابیں تصنیف کیں جو ان کے طبعی الکسار کے باعث آج تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکیں ۔"

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میر صاحب کی کسی تصنیف' یا تالیف تک میری رسائی نہیں ہو سکی ۔ خیال ہے کہ میر صاحب نے فارسی یا عربی زبان کی قواعد اردو زبان میں مرتب کی ہوگی ۔ اس وقت میر صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید کا اردو ترجمہ موجود ہے ۔ اس کے علاوہ آپ ایک علیحدہ قرآن پاک اپنے قلم سے لکھتے تھے ۔ عربی متن کے نیچے اس کا اردو ترجمہ ہوتا تھا ۔ یہ دونوں ترجمے سر سید احمد خاں کے کیے ہوئے ہیں ۔ ان کی فوٹو اسٹیٹ اس کتاب کے آخر میں ضمیمہ میں دی گئی ہے ۔ انڈیا آفس لائبریری لندن اور برٹش میوزیم لندن میں بھی میر صاحب کی

---

۱ ۔ جناب سلیم اختر نے اپنے مضمون علم الاقتصاد ۔ ایک تجزیہ جو نوائے وقت ، لاہور کی اشاعت مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۷۷ء میں چھپا تھا ، میں مولوی میر حسن کی مرتبہ کتابیات مغربی تصانیف کے اردو تراجم کا ذکر کیا ہے جو درست نہیں ۔ مذکورہ تصنیف مولوی میر حسن نے جامعہ عثمانیہ کے ایم اے کے امتحان کے لیے ۱۹۳۵ء میں مرتب کی تھی جو ۱۹۳۹ء میں ادارہ ادبیات اردو ۔ رفعت منزل ، حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی ۔ یہ مولوی میر حسن ان کتابوں کے بھی مصنف ہیں ۔ ورڈز ورتھ اور اس کی شاعری ۔ ہوش کے ناخن ۔ سائنس کے کرشمے ۔ یہ میر حسن حیدر آباد دکن کے ہیں ۔ سیالکوٹ کے نہیں ۔

کسی تصنیف و تالیف کی نشاندہی نہیں ہوئی ۔[1]

موجودہ صدی کی پہلی دہائی کے بعد میر صاحب پنجاب یونیورسٹی کے زبان و ادب کے ممتحن بھی رہے تھے ۔

وکٹوریہ پیپر سیالکوٹ کا ایڈیٹر برج لال اور مالک گیان چند اکثر اپنے اخبار کی اصلاح میر صاحب سے لیا کرتے تھے ۔ آپ کو بہت سے اشعار اردو ، فارسی اور عربی کے یاد تھے جن سے وکٹوریہ پیپر کی عبارت کو مزین کیا جاتا ۔[2]

۱ ۔ راقم کے نام انڈیا آفس لائبریری اینڈ ریکارڈز ۔ لنڈن کا خط ۔ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء ۔

۲ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر صفحہ ۴ ۔

باب ۵

میر حسن اور سکاچ مشن

یورپی اقوام کی برِ صغیر پاک و ہند میں آمد سے بڑا تغیر یہ ہوا کہ یہاں کے رہنے والے باشندے یورپ کے جدید علوم و فنون سے بہرہ ور ہوئے اور قدامت پسندی کو چھوڑ کر جدید تہذیب و تمدن سے روشناس ہوئے۔ سکاچ مشن نے سیالکوٹ میں ۱۸۵۷ء میں اپنی شاخ قائم کی اور ۱۸۶۲ء میں ایک اسکول قائم کر کے شہر اور گرد و نواح کی ناخواندگی کو ختم کرنے کا بیڑا اٹھایا جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔ میر حسن نے ضلع سیالکوٹ سے سینئر ورنیکلر کا امتحان پاس کر کے اور فارسی زبان و ادب میں امتیاز حاصل کر کے جب عملی زندگی میں قدم رکھا تو پہلے مرحلے پر اپنی عملی زندگی کا آغاز مسجد کی امامت سے کیا لیکن جلد ہی آپ نے محسوس کیا کہ اس منصب سے منسلک رہ کر خودداری برقرار نہیں رہ سکتی لہذا مسجد کی امامت راس نہ آئی۔ اس کے بعد آپ ضلع اسکول میں مدرس ہو گئے۔ یہ ۱۸۶۱ء کا واقعہ ہے۔ ۱۸۶۳ء میں سکاچ مشن سیالکوٹ نے ایک اسکول وزیر آباد میں قائم کیا تو آپ ضلع اسکول کی ملازمت چھوڑ کر سکاچ مشن میں آ گئے اور ۱۸۶۳ء میں السنہ شرقیہ کے استاد بن کر وزیر آباد چلے گئے۔ یہاں آپ نے دل جمی سے کام کرنے کی ٹھانی۔ اس لیے کہ یہاں ماہوار تنخواہ بھی پہلے کی نسبت زیادہ تھی اور پھر علم کی دولت ورثہ میں

بھی ملی تھی .. مسلمان قوم میں ناخواندگی بہت تھی ۔ وہ استاد بن کر ناخواندگی کے اس اندھیر کو روشنی میں بدلنا چاہتے تھے ۔ مئی ۱۸۶۸ء میں سکاچ مشن سیالکوٹ نے جب سیالکوٹ کے ضلع اسکول کو اپنی تحویل میں لے لیا تو میر حسن جیسے قابل اور فاضل استاد کو سیالکوٹ بلا لیا اور اس طرح آپ اپنے آبائی شہر میں ۱۸۶۸ء میں آ جاتے ہیں اور سکاچ مشن اسکول میں بچوں کو عربی اور فارسی کی تعلیم دینے لگے ۔ ان دو زبانوں کے علاوہ آپ اردو بھی پڑھایا کرتے تھے ۔ علاوہ ازیں ادارے کے کسی استاد کی غیر حاضری میں آپ طلبا کو دوسرے مضامین یعنی حساب ، اقلیدس ، جبر و مقابلہ اور جغرافیہ بھی پڑھاتے تھے ۔ ہائی اسکول جب انٹرمیڈیٹ کالج بنا ، تو انٹر کی کلاسوں کو بھی عربی و فارسی پڑھانے لگے ۔ اس کے بعد ڈگری کے طلبا کو بھی عربی کا درس دینے پر مامور ہوئے ۔ غرضیکہ مڈل جماعتوں سے لے کر بی اے تک کی جماعتوں کو ۱۹۲۸ء تک آپ پڑھاتے رہے ۔ سکاچ مشن اسکول ، کالج اور مشن کے ارباب اختیار ان کے کام و محنت اور قابلیت کی تعریف کرتے رہے ۔ ان کی خدمات کا کھلے دل سے اعتراف کرتے رہے ۔ سکاچ مشن کی ۱۸۶۹ء اور ۱۸۷۳ء کی رپورٹوں میں بڑے واشگاف الفاظ میں ان کی علمیت و قابلیت کا اعترف کیا گیا ہے جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے ۔

جوں جوں آپ کی ملازمت بڑھتی گئی ، توں توں آپ زیادہ محنت اور لگن سے طلبا کو پڑھانے لگے ۔ آپ سے پڑھے ہوئے طلبا یونیورسٹی میں ہمیشہ اعلٰی نمبر لے کر کامیابی سے ہمکنار ہوتے ۔ خاص کر عربی کا نتیجہ ہمیشہ سو فیصد رہتا ۔ کالج کے پرنسپل

صاحبان کالج کا نتیجہ اچھا آنے پر میر صاحب کا شکریہ ادا کرتے۔ ان کی وجہ سے مرے کالج کے طلبا کی زیادہ تعداد فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوا کرتی تھی - مارچ ۱۹۲۸ء میں جب فقدانِ بینائی کی وجہ سے صاحبِ فراش ہو گئے تو کالج والوں نے آپ کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا - اس ماہ کی تنخواہ مبلغ ۱۲۰ روپیہ میر صاحب نے خود وصول کی - اپریل ۱۹۲۸ء کی تنخواہ ۱۲۰ روپیہ میر صاحب کی بجائے کسی اور شخص نے وصول کی - مئی ۱۹۲۸ء میں آپ کی ستر روپیہ پنشن مقرر ہو جاتی ہے - ستمبر ۱۹۲۹ء تک ستر روپیہ ماہوار پنشن آپ کو ملتی رہی - سکاچ مشن نے آپ کی شاندار خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے صرف آپ ہی کی پنشن مقرر کی تھی -

مارچ ۱۹۲۸ء میں جب آپ کو ملازمت سے سبکدوش کیا گیا تو مرے کالج کے اربابِ اختیار نے نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔[۱] آپ کی وفات کے بعد نومبر ۱۹۲۹ء میں بھی بڑی شدت سے رنج و غم کا اظہار کیا -[۲] صرف اس وجہ سے کہ آپ نے بڑی محنت ، جانفشانی اور خوش اسلوبی سے اپنی ڈیوٹی کو فرض سمجھ کر نبھایا تھا - مشن آپ کو جو ماہوار مشاہرہ دیا کرتا تھا ، اسے حلال کرنے کے لیے آپ خون پسینہ ایک کر دیا کرتے تھے - اسکول اور کالج کے علاوہ گھر پر ، راستہ میں غرضیکہ ہر فالتو وقت میں بغیر کسی معاوضہ کے طلبا کو تعلیم سے نوازا کرتے - وقت کے آپ اتنے پابند

۱ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ - مارچ ۱۹۲۹ء -

۲ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ - جلد ۱۵ - نمبر ۶ - نومبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۳ -

تھے کہ کالج جاتے وقت ایک گھڑی رومال میں باندھ کر ساتھ لے جاتے تھے ۔ جو شخص وقت کا اتنا پابند ہو ، وہ کیوں نہ اپنی ڈیوٹی صحیح طور پر انجام دیتا ہوگا ۔ تحریک آزادی کے سیالکوٹ کے ایک سیاسی لیڈر کھڑک سنگھ کا کہنا ہے کہ سکاچ مشن ہی نے حکومت کو آپ کو خطاب سے نوازنے کے لیے سفارش کی تھی ۔[1]

اگر سکاچ مشن والے میر صاحب کی اعلیٰ درجہ کی خدمات کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں تو میر صاحب نے بھی کبھی بخل سے کام نہیں لیا ۔ آپ نے زندگی کے آخری دنوں سکاچ مشن کی مہربانیوں اور نوازشوں کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے ۔ مشن والوں کو ایک مذہب پرست ہوتے ہوئے کبھی تعصب کی نگہ سے نہیں دیکھا ۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں محمد حسین آزاد کی جگہ پر آپ کو پروفیسری کا عہدہ پیش کیا گیا مگر آپ مشن کو چھوڑ کر نہ گئے ۔ اسلامیہ کالج پشاور اور گارڈن کالج راولپنڈی سے بھی آپ کو پروفیسری کی پیش کش ہوئی مگر انکار کر دیا ۔ علی گڑھ کالج سے بھی آپ کو بلاوا آیا تھا مگر یہاں بھی وہی انکار ۔ حالانکہ ان عہدوں پر مرے کالج سیالکوٹ سے زیادہ تنخواہ ملنے کی امید تھی مگر اس خدا کے بندے اور قانع نے روپیہ کے لالچ میں اس قدیم ادارے کو چھوڑنا پسند نہ کیا ۔ یہی قناعت اور استغنا اقبال نے اپنے اس بزرگ استاد سے سیکھا تھا ۔ اقبال خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں ۔

---

۱ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر ۔ انگریزی حصہ صفحہ ۱۲ ۔

پروفیسر شیخ عطا اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو سکاچ مشن والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ یہ لوگ بہت اچھے ہیں ۔ بڈھے بیل کو بھس دئیے جاتے ہیں ۔[1]

مرے کالج کے پرنسپل مسٹر گیرٹ کے میر صاحب سے بڑے خوشگوار تعلقات تھے ۔ میر صاحب کی خدمات کا وہ بڑا معترف تھا ۔ میر صاحب آخری عمر میں کبھی کبھار جب ٹانگہ پر گھر سے کالج جایا کرتے تو مسٹر گیرٹ ان کو خود ہاتھ سے پکڑ کر ٹانگے سے اتارا کرتے ۔

محکمہ تعلیم پنجاب کی یہ خواہش تھی کہ محمد حسین آزاد کے بعد مولوی میر حسن ان کے جانشین ہوں مگر آپ نے صاف دلی سے جواب دیتے ہوئے کہا :

"مشن نے اس وقت میری خدمات کا اعتراف کیا تھا جب مجھے کوئی جانتا نہ تھا ۔ اب میں ہرگز مشن کالج کو نہیں چھوڑ سکتا ۔"[2]

حقیقت بھی یہ ہے کہ میر صاحب کو علمی دنیا اور ارباب حکومت سے متعارف کرانے والا سکاچ مشن ہی تھا ۔

علی گڑھ کے ایم اے او کالج کی پروفیسری کی پیش کش میں

---

۱ ۔ روایات اقبال ۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔ صفحہ ۱ ۔

۲ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر ۔ صفحہ ۸ ۔

آپ نے جواب میں لکھا :

"مرے کالج سیالکوٹ سے میری تین پشتوں یعنی میرے والدین ، میری اولاد اور خود میں نے پرورش پائی ہے ۔ اس لیے میں اس کالج کو چھوڑ نہیں سکتا ۔"[۱]

میر حسن اور تاج برطانیہ

اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۵۸—۱۷۰۷) کی وفات کے بعد ہندوستان میں افراتفری پھیلی رہی ۔ سیاسی انتشار اپنی حد کو پہنچ چکا تھا ۔ ہر کس و ناکس تخت دہلی پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھا ۔ احمد شاہ ابدالی ۱۷۴۷ء میں ہندوستان پر حملہ آور ہوتا ہے ۔ اس سے چند سال پہلے نادر شاہ ۱۷۳۹ء میں ہندوستان میں داخل ہو کر مغلیہ سلطنت کی بنیادوں کو کھوکھلا کر چکا تھا ۔ احمد شاہ ابدالی کے پے در پے حملوں نے تخت دہلی کو بڑی حد تک کمزور کر ڈالا تھا ۔ اسی دور میں مرہٹے اور سکھ ایک سیاسی قوم بن کر ابھرتے ہیں ۔ فرنگی اپنی چالاکیوں اور عیارانہ طریقوں سے ان کو پیچھے دھکیل کر ہندوستان میں ایک بڑی سیاسی طاقت کے روپ میں ابھرنے لگے تھے ۔ یہاں تک کہ ۱۸۰۳ء میں جنرل لیک (LAKE) اندھے مغل بادشاہ شاہ عالم دوم کو شکست دے کر اپنا وظیفہ خوار بنا لیتا ہے ۔ اور تخت دہلی پر انگریز براجمان ہو جاتے ہیں ۔

پنجاب میں سترہویں صدی عیسوی ہی میں سکھ ایک سیاسی طاقت بن کر ابھرے تھے ۔ احمد شاہ ابدالی کے پنجاب پر حملوں

---

۱ ۔ روزگار فقیر جلد اول ، فقیر سید وحید الدین ، صفحہ ۵۷ ۔

نے سکھوں کے لیے پنجاب میں حکومت قائم کرنے کا راستہ ہموار کر دیا ۔ افغانوں کے آئے دن حملوں کی وجہ سے پنجاب میں سیاسی بدامنی اور بے انتظامی پھیل گئی تھی ۔ اس کی وجہ سے سکھ اپنے آپ کو ایک وحدت میں منظم کرنے میں کامیاب ہوگئے ۔ ۱۷۵۸ء میں سکار چاکیہ مثل کے بانی چرت سنگھ نے سیالکوٹ پر قبضہ کر لیا ۔ ۱۷۶۰ء میں لاہور پر قابض ہوگیا ۔ پنجاب میں نئے نئے سیاسی حاکموں کی وجہ سے عوام الناس کی زندگی میں سکون برائے نام تھا ۔ ان کے حملوں اور لوٹ کھسوٹ سے عوام بہت پریشان اور بدحال تھے ۔ رنجیت سنگھ نے بھی جب پختہ بنیادوں پر پنجاب میں حکومت قائم کی ، تو لوٹ کھسوٹ اور نا انصافی کا دور دورہ اس زمانہ میں بھی موجود تھا ۔ میر حسن سکھ دور کے آخری سالوں میں پیدا ہوتے ہیں ۔ آپ اپنے بچپن میں سکھوں کے مظالم قصوں کی شکل میں ضرور سنتے ہوں گے ۔ تاریخ گواہ ہے کہ سکھوں نے مسلمانوں کو اذان تک دینے کی ممانعت کر رکھی تھی ۔ سکھوں کی دوسری لڑائی میں انگریزوں نے ان کو شکست دی اور اس طرح ۱۸۴۹ء کے اوائل میں انگریزی حکومت پنجاب میں قائم ہو جاتی ہے ۔ انگریزی حکومت کے قائم ہونے سے لوگ عام لوٹ کھسوٹ سے بچ گئے ۔ انسانی زندگی کی کچھ قدر ہونے لگی ۔ مغربی علوم و فنون کی اشاعت ہونے لگی ۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ آزادی میں انگریز ہندوستانیوں کو مکمل طور پر شکست دے کر پورے ملک کے حکمران بن جاتے ہیں ۔ اور اس طرح لوگوں نے سکھ کا سانس لیا ۔ انگریزوں کے یہاں آنے سے یورپی علوم پڑھائے جانے لگے ۔ جس سے

انسانی زندگی میں قدرے خوشگوار تغیرات پیدا ہونے لگے - اور وہ اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی جستجو کرنے لگے - عدالتوں سے انصاف ملنے لگا - جان لیوا بیماریوں کا سائنسی طریقے سے علاج ہونے لگا - آمد و رفت کے لیے ریل گاڑی کی سہولت میسر ہوئی - میر حسن نے ان سب چیزوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا - سب سے پہلے سکاچ مشن نے اپنے ادارے میں ملازمت دے کر ان کو اور ان کے ماں باپ کو آرام اور سکون سے زندگی بسر کرنے کا موقعہ فراہم کیا - سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر مرسر نے ضلع سیالکوٹ میں حکیم فنڈ قائم کر کے طب سے منسلک گھرانوں کی فلاح و بہبود کے لیے عملی قدم اٹھا کر انسان دوستی کا ثبوت دیا -[۱] مشن نے ہسپتال قائم کر کے دکھی اور بیمار انسانوں کو صحت دی - میر صاحب کو انگریزوں کی ان تمام فلاحی پالیسیوں نے بڑی حد تک متاثر کیا - سیالکوٹ ضلع کے مسلمانوں نے ۴ اپریل ۱۸۹۷ء کو سیالکوٹ میں ملکہ معظمہ کی ڈائمنڈ جوبلی بڑے شاندار طریقے سے منائی - کئی ہزار کا مجمع تھا - اڑھائی بجے جلسے کی کاروائی شروع ہوئی - منشی غلام قادر فصیح میونسپل کمشنر سیالکوٹ کی تحریک ، بابو محبوب عالم سپرنٹنڈنٹ دفتر ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ اور شیخ میراں بخش میونسپل کمشنر سیالکوٹ کی کوششوں سے یہ عظیم اجتماع منعقد ہوا - سب سے پہلے منشی غلام قادر نے تقریر کی .. اس کے بعد مولوی سید میر حسن سے استدعا کی گئی کہ وہ اپنے جذبات و احساسات سے عوام کو آگاہ کریں - میر صاحب نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے ان فرنگی

---

۱ - سیالکوٹ ڈسٹرکٹ گیزیٹر ۴ - ۱۸۸۳ ، صفحہ ۸۹ -

حاکموں کے فلاحی اقدامات کا بڑے مؤثر انداز سے ذکر کیا ۔ آپ نے فرمایا :

''حاضرین باتمکین

ہم سب انسان ضعیف البنیان اپنے خالق و مالک عظیم الشان کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے میں قاصر ہیں ۔ اس کی نعمتیں شمار سے زیادہ اور حد سے فزوں ہیں ۔ اس کی ہر نعمت ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر ہے ۔ پھر ان نعمتوں سے بادشاہ عادل کا وجود ایسی نعمت ہے کہ جب تک اس نعمت سے ہم بہرہ ور نہ ہوں دوسری نعمتوں سے محفوظ اور متمع نہیں ہو سکتے :

شاہ عادل سایۂ لطف حق ست
ہر کہ دارد عدل لطف مطلق ست

خدائے تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں کو جو اس نے اپنی مخلوق کو عنایت فرمائی ہیں ۔ اپنے کلام میں متواتر ذکر فرماتا ہے ۔ تاکہ اس کے بندے ان نعمتوں کو جانیں اور ان کا شکر بجا لائیں ، اس نعمت عظمیٰ کی طرف ہی انسان مندرجہ ذیل آئیتوں کا ماحصل اشارہ کرتا ہے ۔ سورہ بقر میں فرماتا ہے :

ولولا دفع اللہ الناس بعضہم بعض لفسدت الارض و لکن اللہ ذوفضل علی العالمین

(ترجمہ : اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعہ سے بعض کو کرسیِ حکومت سے نہ ہٹاتا رہے تو ملک کا انتظام درہم برہم ہو جاوے لیکن اللہ دنیا کے لوگوں پر بڑا مہربان ہے ۔)

طوائف الملوکی یا جنگ و جدل کے زمانہ میں جو بربادی اور تباہی دنیا کی ہوتی ہے وہ آشکار ہے محتاجِ بیان نہیں ۔ نہ کسی طرح کا آرامِ جسمانی باقی رہتا ہے اور نہ کسی کو آسائش نصیب ہوتی ہے ۔ پھر سورہ حج میں فرماتا ہے :

ولولا دفع اللہ الناس بہ بعض لہدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیھا اسمہ اللہ کثیرا ۔

(ترجمہ : اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ ہٹواتا رہے تو نصارا کے صومعہ اور گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کی ڈھائی جا چکی ہوتیں ۔)

ظاہر ہے کہ جب دل جمعی اور اطمینان ہی نہ ہو تو عبادتِ الٰہی جس کا رکنِ اعظم اطمینانِ قلب ہے کیوں کر کوئی بجا لا سکتا ہے ۔

پس اس نعمتِ عظیم الشان کا شکر سب نعمتوں کے شکر سے مقدم ہے ۔ کیونکہ جسمانی اور روحانی آسائش اسی پر منحصر ہے ۔ اگر عادل بادشاہ نہ ہو تو جسمانی اور روحانی دونوں آسائشیں مفقود ہو جاتی ہیں ۔ جسمانی آسائشیں جن سے ہم شب و روز متمتع ہیں وہ بھی عادل بادشاہ کے طفیل ہیں اور روحانی آسائشیں جن سے مراد بااطمینان تمام مساجد و معابد میں خدائے تعالیٰ کی اطاعت و عبادت ہے وہ بھی دادگر بادشاہ کے وجود سے ہی ہیں ۔

رسولِ مقبول صلعم نے ہمیں ہر نعمت کا شکر کرنے کی تعلیم فرمائی ہے اور اپنے حکامِ وقت کی اطاعت اور فرمابرداری کی ہدایت فرمائی ہے - پس جب حکامِ وقت کی اطاعت کریں اور اس نعمتِ عظمٰی کا شکر کریں تو ہم اپنے پاک رسول صلعم کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں -

ظاہر ہے کہ ہمارے رسولِ مقبول صلعم نوشیروان عادل کے زمانہ میں جو مذہباً مجوسی تھا ، پیدا ہوئے اور باوجود اُس کے آتش پرست ہونے کے اس کے عادل ہونے کو آپ نے تسلیم فرمایا اور اپنی زبان معجز بیان سے از راہ فخر فرمایا :

ولدت فی زمان الملک العادل

یعنی میں عادل بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا ہوں -

اس سے ثابت ہے کہ بادشاہ عادل خواہ اس کا مذہب کچھ ہی ہو ، رعایا کے لیے موجبِ ناز و فخر ہے -

پس جب خدائے تعالٰی بادشاہوں کے وجود کو نعمتوں میں شمار کرتا ہے اور بموجب اس آیت کے :

واما بنعمة ربک فحدث : اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا -

(کہ یہ بھی ایک شکر گزاری کا طریقہ ہے) نعمتوں کے تذکرہ کا بھی پاک رسول کو حکم فرماتا ہے اور ہمارے شفیع و رہنما حضرت رسولِ مقبول صلعم عادل بادشاہ کو ظل اللہ کے لفظ سے

تعبیر فرماتے ہیں اور عادل بادشاہ کے زمانہ میں اپنے پیدا ہونے پر فخر کرتے ہیں اور لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس فرما کر انسان کے شکر گزار کو خدا کا شکر گزار ثابت کرتے ہیں ۔ تو ہم کو اپنی مہربان عادل علیا حضرت قیصرہ ہند کے وجود باجود کو نعمت الہٰی سمجھنا اور اس کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ کرنا اور اس کے عہد میں پیدا ہونے پر فخر کرنا اور اس کے زیر سایہ امن کے ساتھ رہنے کا شکر ادا کرنا موجب حصول سعادت دارین ہے ۔ آؤ ہم سب مل کر اس مجلسِ عظیم الشان میں اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجا لائیں اور از راہ فخر سب مل کر کہیں

ولدنا فی الزمان ھذا لملکۃ العادلۃ ۔

صاحبو ! ایسے ملک عظیم الشان یعنی ہندوستان میں جہاں ہر قسم کے مختلف المذاہب و العقاید لوگ بستے ہوں اس خوبی اور دانشمندی سے حکومت کرنا کہ کسی فرقہ کی آسائش جسمانی اور روحانی میں خلل نہ آوے ۔ اسی مدبر دور اندیش قیصرہ ہند کا کام ہے ۔ اس کے مبارک زمانہ میں جو خوبیاں اور آسائشیں ہیں اُن کو بیان کرنا عین دوپہر میں سورج کو انگلی سے بتانا ہے ۔ نادان سے نادان بھی جانتا ہے کہ یہ آسائش جو اس وقت ادنیٰ درجہ کے آدمی کو میسر ہے زمانہ سابق میں کسی اعلیٰ درجہ کے آدمی کو بھی میسر نہ تھی ۔ راستے ایسے صاف اور ستھرے ہیں کہ گھروں کے صحن بھی ایسے مصفا نہیں ۔ سیدھے ایسے کہ اندھے بھی ٹھوکر نہ کھائیں ۔ پیغام کے وہ

ذریعے کہ مہینوں کے سفر دنوں میں اور دنوں کے سفر گھنٹوں میں بلا مشقت طے کر لو ۔ تحصیل علوم کے لیے بیت العلوم اور مدارس موجود ہیں جن میں طرح طرح کے علوم و صنائع سکھائے جاتے ہیں ۔ غربا و امرا کے لیے جسمانی بیماریوں کے رفع کرنے کو ایسے ایسے حاذق اطبا و ڈاکٹر موجود ہیں کہ انھیں بقراط زمانہ کہیں تو مبالغہ نہیں ۔ انسان تو انسان حیوانوں کے معالجہ کے لیے تجربہ کار بیطار ہیں جو حیوانوں کا ایسی شفقت سے معالجہ کرتے ہیں جیسے کوئی انسانوں کا کرتے ہیں ۔ حفظ امن ایسا کہ شب و روز گلی کوچے بازار میں پاسبان کمربستہ گشت کرتے پھرتے ہیں ۔ تجارت کو وہ رونق کہ گھر بیٹھے دنیا کے جس حصہ سے جو چیز چاہو منگا لو رفعہ تنازعات کے لیے محکمہ عدالت موجود ہیں ۔ جج ایسے عالم اور قانون دان کہ بات کی تہ تک پہنچ جائیں ۔ موشگاف پر آئیں تو بال کی کھال اتار دیں ۔ اگر ایک محکمہ سے اپنے خیال میں داد رسی نہیں ہوئی تو اطمینان قلبی نصیب نہیں ہوا تو محکمہ بالاتر موجود ہیں ۔ اگر ادائے مطالب میں کوئی قاصر ہو تو فرقہ وکلا موجود ہیں ۔ جس کو چاہو اپنا وکیل بناؤ اور اپنا دلی مطلب اُن کے ذریعہ سے حکام کے ذہن نشین کرا لو ۔ غرضیکہ جس طرح خدا کی نعمتیں بے شمار ہیں اسی طرح پر اس مہربان و عادل قیصرہ ہند کی مہربانیاں بھی رعایا پر افزوں از شمار ہیں ۔

صاحبان ہمارے بزرگان اور معززان قوم نے جو ایڈرس اس عظیم الشان ملکہ کے حضور میں پیش کرنا تجویز فرمایا ہے وہ صرف ایک مضمون دعائیہ ہے ۔ اور شکر یہ ہے کہ ان حقوق کا جو حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند نے اپنی مسلمان رعایا کو عطا فرمائے ہیں اور نہ کسی خاص حق کی طاب ہے ۔ اور نہ خاص عطیہ کے حاصل ہونے پر یہ شکر گذاری مبنی ہے بلکہ یہ شکر گزاری اُن حقوق کی بابت ہے جو حضور قیصرہ ہند کے عہد معدلت میں ہر ایک مسلمان کو حاصل ہیں ۔ ظاہر ہے کہ اس ایڈریس کی تیاری میں خرچ کثیر ہوگا اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ یہ ایڈریس اس حضرت قیصرہ ہند میں پیش ہونا ہے جس کی عظمت ذات اور شوکت سلطنت کو بچہ بچہ جغرافیہ پڑھنے والا جانتا ہے ۔ اور اس قوم کی طرف سے پیش ہوتا ہے جس کے گذشتہ کارنامے ہر تاریخ دان پر آشکار ہیں ۔ گو وہ اب نہایت پست حالت میں ہے مگر گذشتہ بزرگوں کی عظمت اور بزرگی انہیں بالکل فراموش نہیں ۔ اپنی گذشتہ عزت کے خیال سے اس ایڈریس کو نہایت شاندار بنانا تجویز فرمایا ہے اور مستحسن بھی یہی ہے ۔ اس واسطے ہماری مجلس کو اس صرف میں کسی قدر حصہ لینا مناسب ہے اور بزرگان قوم نے جو اپنے قومی بھائیوں پر عنایت فرما کر اس سفر دور دراز کی تکالیف کو گوارا فرمایا ہے اور نیز اخراجات کثیر کے متحمل ہوئے وہ شکریہ کے مستحق ہیں ۔"[1]

---

۱ ۔ روئداد جلسۂ عام مسلمانان سیالکوٹ ۔ دوبارہ مبارکباد جشن سلطنت شصت سالہ قیصرہ ہند پنجاب پریس سیالکوٹ ۱۸۹۷ء بشکریہ چوہدری ریاست علی لائبریرین ۔ علامہ اقبال میموریئل لائبریری ، سیالکوٹ ۔

اس پُرمغز اور مدلل تقریر سے اس چیز کا پتہ چلتا ہے کہ میر صاحب عربی زبان و ادب پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ عربی تراکیب، قرآنی آیات اور احادیث نبوی کا جا بجا استعمال اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آپ اس زبان میں اعلیٰ قابلیت کے حامل تھے۔ تقریر کا لب و لہجہ بھی سرسید کا سا ہے۔ شاید ہی کوئی شخص ہو جسے میر صاحب کی مندرجہ بالا تقریر سے اختلاف ہو۔

باب ٦

افکار و عقائد

میر حسن خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے۔ خاندان کی عزت و حرمت کو آپ نے خوب نبھایا۔ اپنی زندگی کو حقیقی معنوں میں سنت رسول ؐ کا نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا اور اقبال جیسا دانشور بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگیا تھا کہ اس نے صرف میر حسن ہی کو اسوہ حسنہ پر عمل کرتے دیکھا ہے۔

زندگی کے کسی موڑ پر آپ نے سنت رسول ؐ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ چھوٹی عمر ہی میں گھر کی مذہبی فضا نے ان کو اسلام کا شیدائی بنا دیا تھا، بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ کا کلام حفظ کر لیا اور اس مناسبت سے حافظِ قرآن کہلائے۔ چھوٹی سی عمر ہی میں پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے پڑھنے کے عادی ہوگئے۔ تہجد بھی باقاعدگی سے پڑھا کرتے۔

ضلع اسکول سیالکوٹ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے اس وقت کے مروجہ علوم اس دور کے عالم و فاضل اساتذہ سے حاصل کیے۔ جب آپ عملی زندگی میں قدم رکھنے لگے تو سب سے پہلے مسجد میں ایک روز امامت کی۔ شام کو جب ایک محلہ دار آپ کے لیے کھانا لایا تو غیرت اور خود داری کی وجہ سے کھانے کو ہاتھ نہ لگا سکے اور نبی زمان ؐ کے فرمان "الکاسبُ حبیبُ اللہِ

(ترجمہ : محنت مشقت سے کمانے والا اللہ کا دوست ہے)

کے مطابق روزی حلال کے حصول کے لیے ایک درس گاہ میں ملازمت اختیار کر لی۔

۱۸۷۶ء میں آپ کی بڑی بہن وفات پا جاتی ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲، ۲۳ برس کی تھی۔ حسبِ وعدہ اس کی وفات کے بعد آپ اس کی قبر پر نمازِ فجر کے بعد فاتحہ کے لیے جاتے۔ یہ سلسلہ ۱۹۲۸ء تک جاری رہا۔ قبرستان آتے جاتے قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے۔ تہجد میں بھی روزانہ ایک پارہ ختم کرتے۔ ماہ رمضان میں بھی ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے۔ درس و تدریس علاوہ جب بھی آپ کو وقت ملتا، آپ قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے۔

ملازمت کے دوران آپ سیالکوٹ سے وزیر آباد سید مٹھا شاہ کے مزار کی زیارت کے لیے جایا کرتے۔ سیالکوٹ واپس آ کر بھی آپ بیساکھ کی پہلی اور دوسری تاریخ کو چند دوستوں کے ساتھ مل کر سید مٹھا شاہ کے مزار پر راہ للّٰہ دیگ دیا کرتے تھے۔

جن دنوں مرزا غلام احمد (قادیانی) سیالکوٹ کچہری میں ملازم تھے۔ میر صاحب سے آپ کی خاصی علیک سلیک تھی۔ میر صاحب کے برادر عم میر حسام الدین اور ان کی اولاد کے چند افراد ان کے پیروکار بھی ہوگئے مگر میر صاحب نے بیعت نہ کی۔ سید حامد شاہ اور دوسرے احباب نے بہت کوشش کی مگر آپ اپنے عقیدے پر قائم رہے اور رحمۃ اللعالمین کی ختم نبوت پر پختہ ایمان رکھا۔ سیدہ حلیمہ بنت ڈاکٹر سید علی نقی روایت کرتی ہیں کہ

میر صاحب آخری عمر میں بیان کرتے تھے کہ میں نے اپنی زندگی میں اپنے خاندان کو تین مذاہب کا پیروکار پایا ہے ۔ کچھ افراد خاندان نے قادیانی مذہب اختیار کر لیا اور کچھ نے تشیع کو اپنایا اور کچھ مسلکِ اہلِ سنت پر قائم رہے ۔

میر صاحب اپنے لڑکے سید محمد ذکی کی اہلیہ حسین بی بی کی بیماری کے دوران فرش پر سوتے تھے اور رات کو تیمار داری کرتے۔ حکیم حسام الدین معالج تھے ۔ وہ صحت سے مایوس ہو گئے تھے ۔ میر صاحب بھی دنیاوی علاج و معالجے سے نا امید ہو گئے تھے ۔ میر صاحب نے ایک رات دو بجے اٹھ کر خالقِ حقیقی سے گڑگڑا کر ان کی صحت یابی کے لیے دعا کی ۔ پھر لڑکے کو جگا کر کہا کہ دیکھو ! بخار کا کیا حال ہے ۔ دیکھا تو حرارت معمول پر آ چکی تھی ۔ کہا ''اسے دو دو چمچے دودھ پلایا جائے ۔'' صبح کو حکیم حسام الدین دیکھنے آئے تو حیران رہ گئے ۔ بولے کہ اب انشاء اللہ بچ جائے گی ۔[1]

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ چھوٹی عمر سے نماز کے پابند ہو گئے تھے ۔ نماز کے دوران آپ فانی دنیا سے کٹ جاتے تھے اور اپنے دل کا رابطہ مالک حقیقی سے جوڑ لیتے ۔ آخری وقت تک پوری نماز کھڑے ہو کر پڑھتے رہے ۔ مولانا محمد ابراہیم میر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ قرار پایا کہ ایک ہی شب کی تراویح میں پورا قرآن پاک ختم کیا جائے ۔ حافظ نے قرآن پڑھنا شروع کیا ۔ بعض

---

۱ - روایات اقبال ۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔ صفحہ ۴۱ ۔

مقتدی تو تین تین، چار چار پاروں ہی میں بیٹھ گئے ۔ میں بھی بمشکل اٹھارہ پارے کھڑے ہوکر سن سکا ۔ لیکن شاہ صاحب (میر حسن) نے پورا قرآن تراویح میں کھڑے ہوکر سنا ۔ قرآن سے یہ شیفتگی اور یہ قوت برداشت عدیم المثال ہے ۔[1]

نفلی عبادت خاموشی سے اور چھپ کر کرتے تھے ۔ روزے بھی باقاعدہ رکھا کرتے تھے ۔ افطار کے لیے ٹھنڈے اور میٹھے مشروبات کا اہتمام نہیں کرتے تھے بلکہ لوٹے میں موجود گرم پانی ہی سے روزہ افطار کر لیتے[2] — — — — — — — — ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ماہِ رمضان میں کالج سے فارغ ہو کر آپ گھر واپس آ رہے تھے گرمی کا موسم تھا ۔ شدت کی لو چل رہی تھی ۔ زندگی کے آخری سال تھے ۔ بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی سکت باقی نہ رہی تھی ۔ پیاس کی شدت جو بڑھی تو غش کھا کر گر پڑے ۔ لوگ دوڑ کر آپ کو اٹھا کر ایک دکان پر لے گئے اور ہوش میں لانے کی سعی کرنے لگے ۔ ایک غیر مسلم شاگرد نے اضطراب کی حالت میں شربت صندل پلانے کا مشورہ دیا ۔ مگر سکھ عطار خوب جانتا تھا کہ مولانا جان دے دیں گے مگر روزہ نہیں توڑیں گے ۔ ایک آدمی لبوں تک شربت لے بھی گیا مگر آپ نے انگلی کے اشارے سے اس فرحت بخش جام سے بیزاری کا اظہار کیا ۔ ہوش آنے پر آپ کو ٹانگے پر گھر پہنچا دیا گیا ۔ دوسرے دن کالج آئے تو پرنسپل

---

۱ ۔ ذکرِ اقبال ۔ عبدالمجید سالک ۔ بزمِ اقبال، لاہور ۱۹۵۵ء صفحہ ۲۷۹

۲ ۔ روایاتِ اقبال ۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔ صفحہ ۶۵ ۔

صاحب نے آرام کرنے کا مشورہ دیا ۔ آپ نے جواب دیا ۔ ''آپ کا بہت بہت شکریہ ! کالج سے میرا تعلق معاشی بنا پر ہے اور ملازمت سے شکم پروری مقصود ہے ۔ لیکن جس تعلق کی بنا پر یہ مصائب یا تکالیف برداشت کرتا ہوں ! وہ عشق اور محبت کا رشتہ ہے اور اس راہ میں جان ایک ارمغانِ محتر کی حیثیت رکھتی ہے ۔ معاشی ذرائع منقطع ہو جائیں تو غم نہیں ، مگر مذہبی احکام سے انحراف میرے لیے ممکن نہیں ۔''[1]

آپ نے اسلام کا سیدھا سادہ مسلک اختیار کیا تھا ۔ سنی عقیدہ کے حامل تھے ۔ کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور نہ ہی کسی نے آپ کے ہاتھ پر ہی بیعت کی ۔ ڈاکٹر محمد جعفر روایت کرتے ہیں کہ شیراز (ایران) سے دو معمر سفید ریش بزرگ ان کے پاس چوغہء خلافت لے کر آئے تھے ۔ آپ نے اسے قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ ''میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا اور نہ میری اولاد اس لائق ہے''۔ اہلیت رکھنے کے باوجود آپ نے اس جلیل القدر روحانی عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔ یہ ۱۸۹۷ء کا واقعہ ہے ۔ میر صاحب کے پوتے سید عبداللہ اس موقع پر موجود تھے ۔

اخلاق و کردار

میر صاحب اخلاقِ محمدی ؐ کا نمونہ تھے ۔ مسلمان تو ایک طرف رہے ۔ ہنود ، سکھ ، عیسائی ، قادیانی بھی ان کے حسنِ اخلاق سے

---

۱ ۔ تاریخ سیالکوٹ ۔ رشید نیاز ، سیالکوٹ ۱۹۵۸ء صفحہ ۱۰۲ ۔

بڑی حد تک متاثر تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اپنے بچوں کو میر صاحب کی شاگردی میں دینا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے اور ان سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کرنا اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے ۔ ۱۸۶۱ء سے لے کر ۱۹۲۸ء تک آپ نے طلبا کو مڈل ، ہائی ، انٹرمیڈیٹ اور ڈگری سطح پر تعلیم دی مگر اس طویل عرصہ میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ غیر مسلم طلبا سے تعصب روا رکھتے ہوں ۔ آپ کے حسنِ سلوک ہی کی وجہ سے ہر مذہب کا پیروکار آپ کا عقیدت مند تھا ، آپ کا احترام کرتا تھا ، عزت کرتا تھا اور آپ کی خدمت کرنا اپنے لیے باعثِ افتخار سمجھتا تھا ۔ مرزا غلام احمد کی آپ نے بیعت نہیں کی تھی مگر اس کے باوجود وہ آپ کا حد درجہ احترام کرتے تھے ۔

آپ کی وفات کے موقع پر آپ کے رشتہ داروں کی طرح ہنود ، سکھ اور عیسائی بھی زار زار روتے تھے ۔ انھیں ایسا معلوم ہوا کہ ان کے گھر کا ایک فرد ان کا ہمیشہ کے لیے ساتھ چھوڑ کر ایک ایسی دنیا میں چلا گیا ہے ۔ جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں آیا ۔ وہ اس بزرگ کے سایہ سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے ہیں کیونکہ وہ اس کی موجودگی میں ایک روحانی یا ذہنی سکون محسوس کرتے تھے ۔ یہ بزرگ ان کے ہر دکھ درد میں برابر کا شریک ہوتا تھا ۔

آپ ایک راسخ العقیدہ سنی مسلمان تھے ۔ عابد و زاہد انسان تھے ۔ لیکن اس کے باوجود آپ ایک وسیع المشرب مسلمان تھے ۔ ہر مذہب کے ماننے والے کو پیار و محبت کی نظروں سے دیکھتے تھے ۔

تعلیم دیتے وقت بھی آپ نے کبھی مذہب کو نہیں دیکھا کنورسین جیسے کٹر ہندو نے بھی آپ سے عربی کی تعلیم حاصل کی تھی - سید نذیر نیازی کے کہنے کے مطابق کنورسین بات چیت میں عربی آیات کا جا بجا استعمال کرتا تھا کہ کوئی شخص پہچان بھی نہیں سکتا تھا کہ عربی آیات کا بولنے والا ہندو بھی ہو سکتا ہے -

اوپر کہا جا چکا ہے کہ آپ اسوۂ حسنہ کا پیکر تھے - غیر مسلم بھی آپ کو امین سمجھتے تھے - ان کو ان کی ذات پر پورا پورا اعتماد تھا - لوگ ان کی معرفت باہر سے روپیہ منگوایا کرتے تھے - گھر کے جھگڑے چکانے میں آپ کی مدد لی جاتی تھی - سچ کہنے میں کبھی آپ نے بخل سے کام نہیں لیا - لوگ ان سے فیصلے بھی کرایا کرتے تھے - روایت کی جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد جب ہندوؤں اور عیسائیوں سے سیالکوٹ میں مناظرے کرتے تھے ، تو میر صاحب کو منصف مقرر کیا جاتا تھا - بات کے پکے اور کھرے تھے - ۱۸۷۶ء میں اپنی مرنے والی بہن سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ہر روز ان کی قبر پر فاتحہ کے لیے آیا کریں گے - ۱۹۲۸ء تک جب تک آپ کی صحت نے ساتھ دیا ، آپ بلا ناغہ مرحومہ کی قبر پر فاتحہ کے لیے جاتے رہے - صرف اس دن ناغہ ہوتا جب کبھی آپ سیالکوٹ سے باہر ہوتے - اس طرح ۵۲ سال تک اس وعدہ کو نبھایا -

زندگی کے ہر دور میں ہر مذہب کے بچوں کو درس و تدریس دیتے نظر آتے ہیں - ساری عمر سکاچ مشن میں تعلیمی خدمات بجا لائے - حالانکہ راولپنڈی ، پشاور ، لاہور اور علی گڑھ کے اعلیٰ درجے کے کالجوں سے زیادہ تنخواہ کی پیش کش ہو چکی تھی - مگر

آپ نے روپیہ کے لالچ میں سکاچ مشن کو نہ چھوڑا ۔ اور ساری عمر اس فرنگی ادارے کے احسان مند رہے ۔ تھوڑے مشاہرہ پر ہی قانع رہے ۔ غلام محمد جیسے غریب اور محتاج لڑکوں کو تعلیم سے آراستہ کرکے ، مولوی عبدالعزیز جیسے نوجوانوں کو نوکری دلوا کر تسکین قلب حاصل کرتے ۔ محلے کے غریب کشمیری بچوں کو رات کے وقت تعلیم دیا کرتے تھے ۔ وزیر آباد کے ہندو لڑکے حاکم رائے جیسے لڑکوں کو تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دے کر ان کی زندگیوں کو سنوارا کرتے تھے ۔ اگر کوئی آپ سے تلخ کلامی سے پیش آتا تو آپ خندہ پیشانی سے اسے درگذر کر دیتے ۔ آپ کے چچازاد بھائی میر حسام الدین آپ سے عمر میں پانچ سال بڑے تھے ۔ سخت مزاج اور درشت خو تھے ۔ انھوں نے مرزا غلام احمد کی بیعت کر لی تھی ۔ حسام الدین ایک دو کتابیں لے کر میر صاحب کے پاس آئے اور کچھ عبارتیں دکھا کر غصے میں بولے : ”کہو مسیح فوت ہو گیا کہ نہیں“ ۔

میر صاحب : ”فوت ہو گیا ہو گا“۔

حکیم صاحب : ”پھر آئے گا“ ؟

میر صاحب : ”میر فیض اللہ مر کر آئے ہیں“۔[1]

(میر فیض ، حکیم حسام الدین کے والد اور میر حسن کے چچا تھے)
حسام الدین یہ سن کر بے اختیار بولے ۔ ”بے ایمان ، کافر ، منکر

---

1 ۔ روایات اقبال ۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔ صفحہ ۲۳ ۔

خدا و رسول"۔ یہ کہہ کر وہ غصے سے چلے گئے۔ میر حسام الدین کی نظر کمزور تھی ۔ ان کے مکان اور میر حسن کے مکان کی ڈیوڑھی ایک تھی۔ کوئی شخص سیڑھیاں چڑھتا اترتا تو پاؤں کی آہٹ سن کر پوچھ لیتے کون ہے ؟ ایک دن میر حسن سیڑھیوں سے اتر رہے تھے کہ حسام الدین نے پوچھا ، کون ہے ؟ میر صاحب نے جواب دیا ۔ "بے ایمان ، خدا و رسول کا منکر" حسام الدین نے سنتے ہی انھیں جوشِ محبت سے گلے لگا لیا اور بولے ۔ "بھیا تمھاری انھی باتوں نے تو ہمیں مارا ہے ۔"[1]

میر صاحب انسان کی اچھائیوں کو دیکھتے اور برائیوں کو نظر انداز کر دیتے ۔ کبھی برے الفاظ سے کسی کو یاد نہیں کیا ۔ آپ ایک پرانا مقولہ دہرایا کرتے :

اگر یاد داری دو چیز یاد دار ۔ خدا را و مرگ را ۔
اگر فراموش کنی ، دو چیز فراموش کن ۔ یکے احسان کہ برائے دیگرے کنی تا منت نہ نہی ۔ دوم ، بدی کہ دیگراں بتو کنند تا رنج نہ خوری ۔

طلبا کو سعدی شیرازی کی یہ نصیحت کیا کرتے تھے :

مرا پیر دانائے مرشد شہاب ۔۔۔ دو اندر زفرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خودبیں مباش ۔۔۔ دوم آنکہ بر غیر بدبیں مباش[2]

---

۱ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر ۔ جنوری ۱۹۳۰ء (حصہ انگریزی) صفحہ ۴ ۔

۲ - یہ اشعار "بوستانِ سعدی" مرتبہ جے ۔ ٹی ۔ پلیٹس مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۸۳ پر یوں ہیں :

مرا شیخ دانائے مرشد شہاب ۔۔۔ دو اندر زفرمود کشتی بر آب
یکے آنکہ در جمع بدبین مباش ۔۔۔ دوم آنکہ در نفس خودبین مباش

عورتوں پر ظلم و ستم یا مردوں کی جانب سے دوسری غیر ضروری پابندیوں پر آپ کو ذہنی تکلیف ہوتی تھی ۔ خاص کر طلاق پر تو آپ کا دل کڑھتا تھا ۔ آپ کے بھائی سید عبدالغنی نے جب اپنی بیوی برکت بی بی کو طلاق دی تو آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کے کہنے سے فوراً اس سے شادی کر لی ۔ اس شادی سے آپ کو ساری عمر سکون میسر نہ ہو سکا ۔ مگر آپ نے مطلقہ عورت کی دلجوئی کے لیے اپنے آرام و سکون کی پرواہ نہ کی ۔ علامہ اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد نے اپنی بیوی کو اس بنا پر طلاق دے دی تھی کہ وہ افیون کھانے کی عادی تھی ۔ میر صاحب یہ سن کر بڑے رنجیدہ ہوئے اور عطا محمد سے فرمایا : ''اگر تم کو افیون کی لت لگ جائے ؟ تم نے ایک بے گناہ پر ظلم کیا ہے ۔'' چنانچہ آخری عمر میں شیخ عطا محمد خود بھی افیون کھانے لگے تھے ؎

عورتوں پر انگریزی علوم و فنون حاصل کرنے کی وجہ سے معترض نہیں ہوتے تھے ۔

طلبا کی شرارتوں سے کبھی تنگ دل نہ ہوئے تھے ۔ ایک مرتبہ ان کی جماعت میں بہت شور مچا ۔ پرنسپل دوڑتا ہوا آیا اور پوچھا ۔ ''مولوی صاحب کیا ہوا ۔'' فرمایا ۔ '' کچھ نہیں ، بچوں کو پڑھا رہا ہوں ۔''

ایک دفعہ ایک سبزی فروش کی دکان سے گزر رہے تھے ۔ ایک شخص سبزی والے کو کھوٹا روپیہ دے رہا تھا ۔ اور وہ اسے لینے سے انکار کر رہا تھا ۔ وہ شخص کہہ رہا تھا کہ میں روپیہ اپنے پاس

سے گھڑ کر نہیں لایا - سبزی والے نے میر صاحب کو دیکھ کر کہا - اچھا مولوی صاحب سے پوچھ لیتے ہیں - میر صاحب نے روپیہ والے سے کہا کہ یہ روپیہ آپ کی غفلت سے آپ کے پاس آیا ہے - آپ کو دیکھ کر لینا چاہیے تھا - اب آپ اسے دانستہ دوسرے کو دینا چاہتے ہیں ، یہ گناہ ہے -

کسی دوست اور شاگرد سے کوئی مدد نہ لیتے تھے - ہر کام خود کرتے تھے - آرام طلبی کے لیے دوسروں سے کام کروانا اچھا نہیں سمجھتے تھے - زندگی میں آپ نے اگر کسی سے مدد لی ہے تو وہ ڈاکٹر جمشید علی راٹھور تھے یا ماسٹر غلام محمد - میر صاحب کے بیسیوں شاگرد تعلیم حاصل کر کے اچھے اچھے عہدوں پر فائز ہوئے مگر آپ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لیے کوئی مالی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی - آپ کا ایک ہندو شاگرد ، ہیم راج پنجاب کے محکمہ تعلیم میں ملازم تھا - ۱۹۲۸ء میں وہ انسپکٹر آف اسکولز کے عہدہ پر فائز تھا - اس نے تین ہزار کی خطیر رقم علاج و معالجے کے لیے آپ کو دینا چاہی مگر آپ کی خوددار طبیعت نے اس رقم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا[1] - مولانا ظفر اقبال راوی ہیں کہ ایک بار میں میر صاحب کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا - نماز ختم کرنے کے بعد میں آگے بڑھ کر اپنے استاد محترم کی جوتی اٹھا کر باہر لے جانے لگا تا کہ مسجد سے باہر میر صاحب کو پہنا دوں - مگر میر صاحب نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ کہہ

---

۱ - ڈاکٹر سید محمد جعفر کے کہنے کے مطابق ہیم راج نے یہ رقم اس لیے دی تھی کہ میر صاحب اپنے ہاتھ سے اسے خیرات کر دیں -

کر جوتا لے لیا کہ یہ جوتا میرا ہے[1] ۔

آپ عبادت کرتے وقت کسی کی دل شکنی برداشت نہیں کرتے تھے ۔ ایک دفعہ رمضان کے مہینے مولانا غلام حسن نے میر صاحب سے فرمایا کہ ہمارے ہاں قرآن پاک سننے والے کم ہوتے ہیں ۔ آپ ہمارے ساتھ تراویح کی نماز پڑھا کریں ۔ حافظ میراں بخش قاری تھے ۔ مولانا غلام حسن تراویح کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے ۔ میر صاحب آٹھ رکعتیں ان کے ساتھ پڑھتے اور باقی بارہ اپنے گھر ادا کر کے پوری بیس کر لیتے ۔ جب پوچھا گیا کہ آپ وہیں مسجد میں کیوں نہیں بیس پڑھ لیتے ؟ تو آپ نے جواب دیا کہ مولانا غلام حسن ہمارے دوست ہیں ۔ خواہ مخواہ دوست کو ناراض نہیں کرنا چاہیے ۔

زندگی میں کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیا ۔ سکاچ مشن کے شعبہ تعلیم میں جب آپ کو پندرہ روپیہ ماہوار مشاہرہ پر آپ کو

---

۱ ۔ خلافت عباسیہ میں خلیفہ ہارون الرشید کا ایک بیٹا مامون الرشید (۲۱۸ – ۱۷۰ھ) ۔ ۱۹۸ھ میں خلیفہ مقرر ہوا ۔ مامون کے دو فرزند فرانحوی سے تعلیم پاتے تھے ۔ مامون کی نظر میں فرانحوی ایک معزز ترین شخص تھا ۔ اس لیے کہ مامون کے دونوں لڑکے اپنے استاد کی جوتیاں سیدھی کرنے کے لیے ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے تھے ۔ اس واقعہ کو جب ہم بغور دیکھتے ہیں تو میر صاحب کا اخلاق و کردار فرانحوی سے بلند و برتر نظر آتا ہے اس لیے کہ آپ اپنے شاگرد کے اس فعل کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی جوتیاں سیدھی کرے ۔ فرانحوی کا اصل نام یحییٰ ہے جو زیاد بن عبد اللہ کا بیٹا تھا ۔ ۱۴۴ھ میں پیدا ہوا اور ۲۰۷ھ میں وفات پائی ۔ (الاعلام ۔ خیر الدین الزرکلی ۔ جلد ۹ ، صفحہ ۱۷۸) ۔

ملازمت مل گئی تو پادری نے جاتے وقت آپ سے پوچھا کہ آپ کو پہلے کتنا تجربہ ہے ، اس کام کا ۔ میر صاحب نے صاف دلی سے جواب دیا ۔ ”اجی ، مجھے پڑھانے کا پہلے تجربہ بالکل نہیں ۔“ پادری نے فوراً کہا ۔ ”تو پھر ہم آپ کو پندرہ روپے کی بجائے دس روپے دیں گے ۔“[1] آپ نے دس روپوں کو ہی خوشی سے قبول کر لیا ۔ اولاد کے فائدہ کے لیے بھی آپ نے کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیا ۔ آپ کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر سید علی نقی بوئرونکی لڑائی میں بحیثیت ملٹری آفیسر افریقہ گئے ہوئے تھے ۔ بعض احباب نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ حکومت سے درخواست کریں کہ میں بیمار ہوں ، اس لیے میرے لڑکے کو واپس بھیج دیا جائے ۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ میں غلط بیانی نہیں کروں گا ۔

میر صاحب خود دار انسان تھے ۔ یہاں تک کہ وہ اپنی اولاد کے بھی دست نگر ہونا پسند نہیں کرتے تھے ۔ آپ نے اپنے کفن دفن کے لیے سارا خرچ پہلے ہی سے الگ کر کے اپنے بچوں کے حوالے کر دیا تھا ۔ ان کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر سید علی نقی نے ملازمت سے سبکدوشی کے بعد میر صاحب کے لیے ایک ٹانگہ بنوایا ۔ یہ ٹانگہ میر صاحب کو کچھ مدت تک گھر سے کالج پہنچاتا رہا تھا ۔ میر صاحب نے اس کے کرایہ کا حساب کر کے پیسہ پیسہ اپنے بیٹے کو ادا کر دیا ۔ چنانچہ وفات سے پیشتر شاگرد اور دوست تو ایک طرف رہے ، ان کے لڑکے اور لڑکیوں کی بھی کوئی رقم ان کے ذمے نہ تھی ۔ بڑھاپے میں ان کے دوسرے بیٹے سید محمد تقی نے انھیں

---

۱ - روزگار فقیر ، حصہ اول ، سید وحید الدین ، صفحہ ۲۰۶ -

ملازمت چھوڑ کر گھر آرام کرنے کے لیے کہا ۔ مگر آپ نے انکار کر دیا ۔ ڈاکٹر جمشید علی راٹھور نے بھی بیٹے کی بات ماننے کا مشورہ دیا اور کہا کہ وہ آپ کی خدمت کریں گے ۔ میر صاحب نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور فرمایا کہ میں اس ہاتھ کو اوپر رکھنا چاہتا ہوں ۔ میری آرزو ہے کہ یہ اسی طرح رہے ، نیچے نہ ہو اور کسی کے سامنے نہ پھیلے ۔

کچھ لوگ آپ سے ناجائز مراعات حاصل کرنا چاہتے تھے مگر آپ کو ذہنی کوفت ہوتی تھی ۔ ایک بار آپ کے شاگرد مولوی ظفر اقبال، اسلامیہ کالج لاہور کے اپنے عربی کے پروفیسر کا رقعہ لے کر میر صاحب کے پاس سیالکوٹ آئے ۔ اس رقعہ میں ایک طالب علم کو امتحانی پرچے میں زیادہ نمبروں کے لیے استدعا کی گئی تھی ۔ ظفر صاحب نے یہ رقعہ لے کر میر صاحب کو قبرستان جاتے وقت راستہ میں صبح سویرے دیا ۔ میر صاحب نے رقعہ پڑھ کر عرض کیا : ”یہ لوگ دین اور دنیا کو الگ سمجھتے ہیں ۔ ان سے کہہ دیجیے کہ پیغام مل گیا ہے ، میں خوب غور کروں گا ، پھر پرچہ دیکھوں گا ۔ اگر گنجائش ہوئی تو نمبر ضرور دوں گا ۔ لیکن مولانا روم کے قول کے مطابق لقمہ ہی دیا جا سکتا ہے ۔ حلق بنا کر نہیں دیا جا سکتا ۔ یونیورسٹی سے جو ہمارا معاہدہ ہے ، اس کی پابندی نہ ہو تو جو کچھ ملتا ہے وہ حلال نہ رہے ، حرام ہو جائے ۔“

میر صاحب کی دانش گاہ کا دروازہ ہر چھوٹے ، بڑے ، امیر غریب ، کالے گورے ، ہندو مسلم غرض کہ ہر مذہب و ملت کے

---

۱ ۔ روایاتِ اقبال ۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔ صفحہ ۵۶ ۔

افراد کے لیے کھلا رہتا تھا - ہر ایک سے بڑی عزت سے پیش آتے - ایک دفعہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے ساتھ میر حسن کا دوسرا شاگرد حبیب اللہ بھی میر صاحب کے گھر گیا - حبیب اللہ کو چمنا چمنا کہتے تھے - کیونکہ ان کا قد بہت چھوٹا تھا - میر صاحب کے گھر جا کر یہ دونوں ایک بینچ پر بیٹھ گئے - چمنا کے پاؤں چھوٹے قد کی وجہ سے نیچے زمین پر نہیں لگتے تھے - میر صاحب باتیں کر رہے تھے کہ ان کی نظر چمنا کے پاؤں پر پڑی - وہ چپکے سے اٹھے اور چوکی اٹھا کر اس کے پاؤں کے نیچے رکھ دی -[۱] اپنے شاگردوں کی دعوت بھی کیا کرتے تھے - باتوں باتوں میں ان کی من پسند چیزیں پوچھ لیتے تھے - شیخ رکن الدین روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آج کل کے موسم کی کون سی سبزی تم کو پسند ہے ، میں نے کہا ، بھنڈی توری - اگلے روز مجھ کو مسجد میں بلا کر کھانا کھلایا اور گوشت میں بھنڈی توری پکائی ہوئی تھی -[۲]

میر صاحب کے اعلیٰ اخلاق کی ایک ہلکی سی جھلک اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ زندگی کے آخری دنوں میں جب آپ بیمار ہو گئے تو آپ نے مولوی فیروزالدین (ڈسکے والے) کی مستعار کتابیں ان کے لڑکوں کو واپس دیں -

شریر بچوں سے بھی پیار اور محبت سے پیش آتے تھے - دعوت پر بچوں کو ساتھ لے جاتے تھے - محمد بشیر بن رشید احمد بن حکیم

---

۱ - روایات اقبال - ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی - صفحہ ۱۹۸ -

۲ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ - میر حسن نمبر - صفحہ ۳ -

حسام الدین کو تو ہر دعوت پر ساتھ لے جاتے تھے ۔ خاندان کے نومولود بچوں کے نام بھی آپ خود رکھا کرتے تھے ۔ ہر بچے کو اس کے صحیح اور مکمل نام سے پکارتے ۔ ہر جمعہ کے روز نماز سے پہلے خاندان کے ہر بچے کو ایک ایک پیسہ دیا کرتے تھے ۔ بچے اس وقت کے منتظر رہتے تھے ۔[1]

بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ میر صاحب فوٹو گراف کا شوق بھی رکھتے تھے ۔ ان کے پاس اپنا ایک کیمرہ بھی تھا ۔ تصویر کشی انگریز پرنسپل سے سیکھی تھی ۔ اپنے کیمرہ سے آپ نے اپنے لڑکوں اور پوتوں کی تصویریں بھی کھینچی تھیں ۔ ان میں ایک تصویر محفوظ ہے جو ضمیمہ میں دے دی گئی ہے ۔

---

۱ ۔ ذکر اقبال اور روایات اقبال میں دو دو پیسہ بانٹنے کا ذکر ہے ، جو غلط ہے ۔

باب ۷

مشاہیر سے تعلقات

سکاچ مشن سیالکوٹ ۱۸۶۹ء اور ۱۸۷۳ء کی رپورٹیں میں آپ کی فارسی اور عربی علوم میں قابلیت کا اعتراف بڑے واضح اور خوش گوار الفاظ میں کرتا ہے - میر صاحب کی شخصیت انیسویں صدی کی ساتویں دہائی کے بعد علمی دنیا سے متعارف ہونے لگی تھی - اسی دور میں سرسید اور ان کے احباب بھی علمی و ادبی اور ملکی خدمات میں پیش پیش نظر آتے ہیں - اس طرح ان سب لوگوں سے میر صاحب کے بھی اچھے گہرے تعلقات تھے - سر سید تو ۱۸۹۸ء میں وفات پا جاتے ہیں - مگر میر صاحب کی شخصیت ان کے بعد ۳۱ سال زندہ رہتی ہے - اس دور میں ان کے تعلقات سر سید کے لڑکے سید محمود اور پھر ان کے لڑکے سر راس مسعود سے بھی قائم رہتے ہیں اور اس طرح ۱۸۷۰ء اور ۱۹۲۹ء کے درمیانی عرصہ کی مشہور و معروف شخصیتوں سے میر صاحب کی دوستی تھی - آپس میں خط و کتابت تھی ایک دوسرے کے پاس آنا جانا بھی تھا - یہاں چند مشہور شخصیتوں سے آپ کے تعلقات کا ذکر کیا جاتا ہے -

۱ - سر سید احمد خان

سر سید احمد خان (۱۸۹۸ — ۱۸۱۷ء) کی شخصیت ہندوستان میں اس وقت ابھری جب مغلیہ حکومت کا چراغ ٹمٹما کر بجھ گیا تھا -

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد یہ بارعب شخصیت عملی طور پر میدان میں جاتی ہے اور ہندوستانیوں کے لیے اور خاص کر مسلمانوں کے لیے راہبری کا کام سر انجام دینے لگی ۔ زندگی کے ہر شعبے میں انھوں نے مسلمان قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کا عزم کیا اور بڑی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں کے دورے بھی اسی لیے کیے ۔ دسمبر ۱۸۷۳ء[1] میں آپ پہلی بار پنجاب کے دورے پر آئے ۔ اسی موقع پر میر حسن کی سر سید سے ملات ہوئی ۔ یہ ملاقات بعد میں دوستی کا روپ دھار گئی اور سر سید کی وفات تک میر حسن نے اس دوستی کے بندھن کو خوب نبھایا ۔

۸ جنوری ۱۸۷۷ء کو لارڈ لٹن وائسرائے ہند نے علی گڑھ میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کا سنگِ بنیاد رکھا ۔ میر حسن اس موقع پر موجود تھے ۔ سر سید نے وائسرائے کے اعزاز میں دعوت دی ۔ میر حسن سے دعوت میں شریک ہونے کے لیے کہا مگر آپ نے فرمایا کہ میں ایسی دعوتوں میں نہیں جا سکتا ۔ سر سید نے دعوت سے پہلے اپنے فرزند سید محمود کے ہاتھ کھانا بھیجا اور کہا کہ جب تک مولوی صاحب کھانا نہ کھا لیں ، پاس بیٹھے رہنا اور مولوی صاحب

---

۱ ۔ سید محمد ذکی نے اپنے انٹرویو میں کہا ہے کہ ۱۸۷۷ء میں میر صاحب کی سر سید سے ملاقات ہوئی تھی جو صحیح معلوم نہیں ہوتا ۔ ۱۸۷۷ء میں جب کالج کا سنگِ بنیاد رکھا گیا تو اس وقت میر صاحب موجود تھے ۔ اس سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۸۷۷ء سے پہلے دونوں میں دوستی کے تعلقات قائم ہو چکے تھے ۔

کی باتیں سننا ۔

آپ کو سر سید سے خاص روحانی اور قلبی لگاؤ تھا ۔ جب سے سر سید سے تعارف ہوا ۔ آپ ہر سال تعلیمی کانفرنس میں باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے ۔ شیخ ظہور الٰہی مراد ، وکیل سیالکوٹ اپنے استاد میر حسن کے لب مبارک سے ۱۹۰۲ء کا سنا ہوا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ علی گڑھ میں سر سید کے مکان پر ہم بھی قیام رکھتے تھے اور اتفاقاً ایک ہی کمرہ میں شب باش تھے ۔ آدھی رات جو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ سر سید اپنے پلنگ پر موجود نہ تھے ۔ ادھر اُدھر دیکھا ، نظر نہ آئے ۔ آخر برآمدہ کے ایک گوشہ میں اندھیرے میں ٹہل رہے تھے اور رو رہے تھے ۔ دریافت کیا تو سراپا درد قوم بزرگ نے جواب دیا ۔ ”قوم کی خستہ حالت پر غور کرتے ہوئے کوئی کافی و شافی علاج اور مؤثر نسخہ نظر نہیں آتا ۔ اس دھن میں رو رہا ہوں کہ یا اللہ ! اس ہندوستانی قوم کا ہندوستان میں کیا انجام ہوگا ۔ صرف تیری رحمت کا آسرا ہے ۔“ یہ دعا فرما رہے تھے اور فرماتے تھے کہ مولوی صاحب ! آپ بھی میرے ساتھ شامل ہو جائیے ۔“[۱]

سر سید کی مسلمان قوم سے محبت کا میر حسن پر اس قدر اثر ہوا کہ تا دمِ مرگ ان کے مداح رہے ۔ سر سید کی وفات کے بعد ان کی سالگرہ کے دن حیات جاوید کا مطالعہ کرتے اور یہ معمول وفات تک جاری رہا ۔[۲]

---

۱ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر صفحہ ۵ ۔
۲ ۔ نیرنگِ خیال ، اقبال نمبر ، نقوش ، لاہور ۔ صفحہ ۴۸ ۔

سر سید بھی میر حسن کی قابلیت اور اسلام دوستی کے معتقد تھے - انھیں معلوم تھا کہ میر صاحب سے پڑھا ہوا لڑکا کبھی بھی اسلام کی تعلیمات کو نہیں بھول سکتا - ایک بار میر صاحب سکاچ مشن کالج کے چند شاگردوں کے ساتھ سر سید سے ملنے گئے - سر سید نے شاگردوں سے دریافت کیا کہ آپ کہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں - انھوں نے جواب دیا ''سکاچ مشن کالج سیالکوٹ میں -'' اس پر سر سید نے کہا : ''یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم مسلمان ہو کر عیسائیوں کے کالج میں پڑھتے ہو - تمھیں اپنے مذہب کے حقائق کا علم نہیں - تم پادریوں کے زیر اثر آ جاؤ گے -'' میر صاحب خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے - بولے ! ''یہ قصور میرا ہے - مجھ سے پڑھنے کے لیے یہ طلبا وہاں داخل ہوئے ہیں -''

سر سید نے یہ سنا تو کہا - ''اگر ایسا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں - پھر تو سب مسلمان بچوں کو سکاچ مشن کالج میں داخل ہونا چاہیے -''[1]

ایک بار سر سید لاہور پہنچے تو اسٹیشن پر بڑا ہجوم تھا - میر صاحب اپنے چھوٹے صاحبزادے سید محمد ذکی کو ساتھ لے کر ان کے استقبال کے لیے لاہور ریلوے اسٹیشن پر گئے تھے -[2]

سر سید ایک بار ۳۰ جنوری ۱۸۸۳ء کو لاہور پہنچے - خان بہادر محمد برکت علی خاں کے ہاں فروکش تھے - میر حسن کے ساتھ

---

۱ - سیارہ ڈائجسٹ ، لاہور قرآن نمبر - جلد ۲ - صفحہ ۷۵۲ -

۲ - روایاتِ اقبال ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۱۸ ۔

میر حامد شاہ تھے ۔ برکت علی خاں نے دونوں کی سرسید سے تفصیلی ملاقات کرائی ۔[1]

سرسید نے مسلمانوں کی ترقی کے لیے ۱۸۸۶ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی ۔ اس کانفرنس کے تحت ہندوستان کے مختلف شہروں میں سالانہ اجلاس منعقد کیے جاتے اور مسلمان قوم میں تعلیمی بیداری پیدا کرنے کے لیے غور و خوض کیا جاتا ۔ پہلا اجلاس ۲۷ دسمبر[2] ۱۸۸۶ء میں ایم اے او کالج علی گڑھ میں ہوا ۔ مولوی میر حسن ان سالانہ اجتماعوں میں شرکت کیا کرتے تھے اور مختلف امور پر ان سے مشورے اور آرا بھی لی جاتیں ۔ مثلاً کانفرنس کا ساتواں سالانہ اجلاس دہلی میں ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر ۱۸۹۲ء تک ہوا ۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں کے مختلف اضلاع سے کارسپانڈنگ ممبر نامزد کیے گئے جو مطلوبہ اطلاعات کانفرنس کے سیکریٹری سرسید کو فراہم کرتے ۔ اس اجلاس میں پنجاب کے ضلع سیالکوٹ سے مولوی سید میر حسن کو چنا گیا ۔ کانگرس کی جانب سے عام ممبران سے پوچھا گیا تھا کہ مسلمان قوم میں ہم تعلیمی بیداری کس طرح پیدا کر سکتے ہیں ۔ تقریباً دو سو سے لے کر تین سو ممبروں سے ان کی آرا معلوم کرنے کی کوشش کی گئی مگر صرف سترہ کارسپانڈنگ ممبروں نے سیکریٹری کو اپنی آرا سے آگاہ کیا ۔ میر حسن مدرس سکاچ مشن اسکول سیالکوٹ اس سلسلے میں فرماتے ہیں :-

---

۱ ۔ سید احمد خاں کا سفرنامہ پنجاب ۔ مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۱۹۱ ۔

۲ ۔ حیات جاوید ۔ حالی ۔ کانپور ۱۹۰۱ء صفحہ ۲۵۷ ۔

"سابق میں اسباب ترقی علم و عمل سے تھا۔ کتابوں ، احادیث ، کلام اللہ میں علم تھا ۔ صلحا کی جماعت پیشِ نظر نمونہ تھی ۔ دینداری اور پرہیزگاری میں ان صلحا کے وسیلہ سے ترقی تھی ۔ اس وقت کے صلحا اور علماء اگر دنیوی ترقی یافتہ جماعت میں شامل ہو جائیں تو مل جل کر کام اچھا ہو جاوے ۔"[۱]

یہ کار سپانڈنگ ممبر اپنے ضلع کی تعلیمی حالت سے کانگرس کو آگاہ کیا کرتے تھے ۔ آٹھویں سالانہ اجلاس علی گڑھ منعقدہ ۲۷ دسمبر سے ۳۰ دسمبر ۱۸۹۳ء میں میر حسن نے ضلع سیالکوٹ کی تعلیمی حالت کا خاکہ اس طرح پیش کیا تھا :۔

	کالج کلاسوں میں	اسکول کلاسوں میں
تعداد طالب علمان جو پڑھنے میں مشغول ہیں		
مسلمان	۵	۱۰۲۸
ہندو	۸	۱۲۷۴

تعداد اطفال مسلمان جو تعلیم کے لائق ہیں مگر تعلیم نہیں پاتے

بے استطاعتی	تعصب مذہبی	عدم توجہی	دیگر اسباب	میزان
۱۰۶۹	۵	۳۵۰	۱۳۵	۱۵۵۹

۱ ۔ کاروائی ساتواں سالانہ جلسہ ۔ دہلی ۱۸۹۲ء ۔ صفحات ۱۲۰ ۔ ۱۹۳ ۔
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

اس کے علاوہ بابت دیسی مکتبوں کی تفصیل اس طرح پیش کی :-

فارسی و عربی درس گاہ سیالکوٹ میں : ۴

تعداد طلباء : ۲۷۲

ان کے علاوہ دوسرے دیسی مکاتب کی تعداد : ۹

تعداد طلباء : ۱۰۳۷

رپورٹ بابت اخراجات تعلیم کالج کلاسوں کے :[۱]

اخراجات فی کس اسکالر یعنی وہ طالب علم جو اپنے گھر پر رہتے ہیں اور صرف پڑھنے کو کالج آتے ہیں -		
فیس تعلیم	اخراجات خرید کتب	میزان
۱۲	۲۵	۳۷

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اس رپورٹ میں میر حسن کو مدرس اول فارسی میونسپل بورڈ اسکول سیالکوٹ لکھا ہے جو صحیح نہیں - میر صاحب سکاچ مشن ہائی اسکول میں فارسی ، عربی اور اردو کے استاد تھے -

۱ - کاروائی اٹھاروان سالانہ جلسہ علی گڑھ ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۹۷ - ۱۸۵ -

اخراجات فی کس طالب علمان ساکنان بیرون جات جو بغرض تعلیم بطور خود مقیم ہیں۔

فیس تعلیم	اخراجات خرید کتب	اخراجات خوراک و سکونت	میزان
۱۲	۲۵	۷۶	۱۱۳

اخراجات فی کس طالب علمان ساکنان بورڈنگ ہاؤس۔

تعلیم	خرید کتب	اخراجات بورڈنگ	میزان
۱۲	۲۵	۷۶	۱۱۳

کانگرس کی گیارہ سالہ رپورٹ (۱۸۸۶ سے ۱۸۹۶ تک) کا خلاصہ آگرہ سے ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں میر صاحب کا ایک مشورہ اس طرح نقل کیا گیا ہے۔

سید میر حسن نے کہا تھا کہ

"جب تک عملی کوشش رزولیوشن کی تعمیل کے واسطے نہ کی جاوے گی اس وقت تک تمام رزولیوشن مثل ردی کاغذ کے سمجھے جاویں گے اور یہ جلسہ تماشہ کا سمجھا جائے گا۔ اس لیے مناسب ہے کہ کوئی مستقل انتظام کیا جائے جس کے ذریعہ سے رزولیوشن کی تعمیل ہو۔ اور اوسکی نسبت اونھوں

نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ پہلے کوشش کرنے والے اشخاص یا جماعتیں جس ضلع میں کہ ممکن ہو تجویز کر لی جاویں اور اوسکے اوپر یکے بعد دیگرے ایک محرک قرار دیا جائے اور تمام اسلامی جلسوں کی فہرست لکھی جائے اور جہاں کوئی انجمن نہ ہو وہاں دو ایک ایسے معزز اور صاحبِ رسوخ لوگ منتخب کیے جاویں جو اپنے ضلعوں میں اس کام کے لیے ایک مجلس قائم کر سکیں اور انھیں جلسوں یا اشخاص کی معرفت رزولیوشنوں کی تعمیل پر کوشش کی جاوے اور اس غرض سے ایسی جماعت یا اشخاص اپنا کام فروگذاشت نہ کریں، اونکے اوپر ایک محرّک مقرر کرنا لازم ہے اور سب باتوں کے لحاظ سے اوسکے لیے کانفرنس کے سیکریٹری زیادہ موزوں ہیں تا کہ وہ وقتاً فوقتاً دیکھتے رہیں کہ کن شہروں میں جلسے قائم ہوئے اور کن میں ہونے چاہییں اور رزولیوشنوں کی تعمیل کہاں تک ہوئی اور یہ جماعتیں ہر سال اپنی سال بھر کی کارگذاری کی بابت کانفرنس میں اپنی رپورٹ پیش کیا کریں اور یہ دکھائیں کہ کہاں تک انھوں نے گزشتہ سال کے رزولیوشنوں کی تعمیل کی ۔"¹

کانفرنس کے ممبر ایک مخصوص رقم بطور چندہ بھی دیا کرتے تھے ۔ میر حسن بھی باقاعدگی سے سالانہ چندہ دیتے تھے ۔ سر سید کی حیات مین آپ سالانہ جلسوں میں باقاعدگی سے شریک ہوتے رہے مگر

---

۱ ۔ خلاصہ کارروائی یازدہ سالہ ۱۸۸۶ء سے ۱۸۹۶ء تک ۔ آگرہ صفحہ ۲۰

ان کی وفات کے بعد شرکت میں بے قاعدگی پیدا ہو گئی تھی ۔

سر سید کی عربی ، فارسی اور اردو میں قابلیت سے کسی کو انکار نہیں ۔ میر حسن بھی ان زبانوں میں اعلیٰ قابلیت کے حامل تھے ۔ سر سید نے قرآن شریف کی تفسیر القرآن کی پہلی جلد ۱۸۸۰ء میں شائع کی ۔ نصف قرآن سے کچھ ہی زیادہ کی تفسیر لکھنے پائے تھے کہ پیغام اجل آ پہنچا اور تفسیر ان کی زندگی میں صرف سات جلدوں میں چھپ سکی ۔ آٹھویں جلد گجرات (پنجاب) سے ۱۳۴۸ء میں شائع ہوئی ۔ سر سید کی دوسری کتابوں اور رسالوں کی طرح یہ ترجمہ اور تفسیر بھی میر صاحب کے پاس باقاعدگی سے پہنچا کرتی تھی ۔ میر صاحب کو اگر کسی آیت کے ترجمے سے اختلاف ہوتا تو آپ فوراً سر سید کو خط کے ذریعہ اپنے اختلاف سے آگاہ کرتے ۔ میر صاحب کے ایک اختلاف کا جواب علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ بابت سورخہ ۹ مارچ ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا تھا اور سر سید کے خطوط میں یہ خط بھی شامل ہے ۔

میر صاحب کی پہلی بیوی سعید بیگم زچگی میں ۱۸ جون ۱۸۸۶ء کو ۳۹ برس کی عمر میں وفات پا گئیں ۔ میر صاحب کو بیوی کی وفات کا صدمہ ہونا لازمی امر تھا ۔ سر سید کو آپ نے اپنے اس رنج و غم سے آگاہ کیا تو آپ نے اپنے خط مرقومہ ۳۱ اگست ۱۸۸۶ء میں میر صاحب سے تعزیت کی جس کا ذکر پچھلے صفحات میں آ چکا ہے ۔

سر سید کا قرآن مجید کا اردو ترجمہ میر صاحب محفوظ کرتے جاتے تھے ۔ شاہ ولی اللہ نے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ کیا تھا جو

ماہ صفر ۱۲۸۹ھ میں مطبع اودھ اخبار واقع بارہ کانپور سے ۵۶۹ صفحات پر مشتمل شائع ہوا - میر صاحب نے اس مترجم کلام الٰہی میں سفید کاغذ لگائے تھے اور اس سفید کاغذ پر عربی آیات کے سامنے اپنے ہاتھ سے سر سید کا کیا ہوا اردو ترجمہ لکھتے جاتے تھے - میر صاحب ۲۹۷ صفحات کا اردو ترجمہ لکھ سکے تھے - سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۵ تک اردو ترجمہ لگاتار ہے - اس کے بعد کے صفحات پر کہیں کہیں کسی خاص سورۃ کا خاص مفہوم لکھ دیا ہے - شاہ ولی اللہ کے مترجم قرآن مجید کی ایک صفحے پر ۱۳ سطریں ہیں - میر صاحب نے جو اردو ترجمہ اس کے سامنے کے صفحے پر لکھا ہے وہ ۲۶ سطور پر مشتمل ہے اور سرخ حاشیہ سے مزّین ہے - آیت کے پہلے لفظ کو سرخ روشنائی سے لکھنے کے بعد اردو ترجمہ سیاہ روشنائی سے لکھا ہے -

مرزا غلام احمد جب ملازمت کے سلسلے میں سیالکوٹ میں ٹھہرے تھے تو میر صاحب کے مرزا صاحب سے تعلقات پیدا ہو گئے تھے - کسی خط میں میر صاحب نے مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کے متعلق سر سید کو لکھا تو جواب میں سر سید نے کہا :-

"مرزا غلام احمد قادیانی کے کیوں لوگ پیچھے پڑے ہیں - اگر ان کے نزدیک ان کو الہام ہوتا ہے 'بہتر' - ہم کو اس سے کیا فائدہ - نہ ہمارے دین کے کام کا ہے نہ دنیا کے - ان کا الہام ان کو مبارک رہے - اگر نہیں ہوتا تو صرف ان کے توہمات اور خلل دماغ کا نتیجہ ہے ، تو ہم کو اس سے کیا نقصان ہے - وہ جو ہوں 'سو ہوں' اپنے لیے ہوں - - - - - - -

جھگڑا اور تکرار کس بات کا ہے ۔ ان کی تصانیف میں نے دیکھیں ، وہ اسی قسم کی ہیں جیسا کہ ان کا الہام یعنی نہ دین کے کام کی نہ دنیا کے کام کی ۔۔۔۔۔۔۔"[1]

میر صاحب بذلہ سنج مزاج بھی رکھتے تھے ۔ ایک مرتبہ سر سید پنجاب آئے تو گرمیوں کا موسم تھا ۔ لو چل رہی تھی ۔ میر صاحب پاس بیٹھے تھے ۔ سر سید نے کہا "کیا یہ پنجاب ہے جسے انتخاب ہفت کشور کہتے ہیں"۔ میر صاحب نے برجستہ جواب دیا "جی ہاں ! اگر ہندوستان جنت نشان ہے تو پنجاب ضرور انتخاب ہفت کشور ہے ۔"

سر سید کی وفات کا تار جب ملا تو میر صاحب کالج جا رہے تھے ۔ راستے میں اقبال مل گئے ۔ ان سے کہا کہ سر سید وفات پا گئے ہیں ، مادہ تاریخ کے لیے فکر کرنا ۔ اقبال اس وقت رحیم بخش کی دکان پر بیٹھے تھے اور تھوڑی دیر بعد سید محمد ذکی سے کہنے لگے ، "تاریخ کا مادہ نکل آیا ہے :—

انی متوفیک و رافعک الی و مطہرک

ابھی کالج جا کر میر صاحب کو بتا دو"

ذکی صاحب نے کالج جا کر اپنے والد بزرگوار کو یہ تاریخ سنائی تو میر صاحب نے فرمایا ۔ "بہت خوب ہے لیکن میں نے بھی ایک مادہ نکالا ہے اور وہ ہے ۔ غفرلہ"۔

---

۱ ۔ سر سید کا خط بنام مولوی سید میر حسن مورخہ ۔ دسمبر ۱۸۹۰ء ۔

مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی مشہورِ زمانہ تصنیف "حیاتِ جاوید" میں لکھا ہے کہ

"اگرچہ سر سید کی وفات کی بے شمار تاریخیں لکھی گئی ہیں لیکن دو عربی مادے عجیب و غریب نکلے ہیں۔ ایک غفرلہ اور دوسری قرآن مجید کی یہ آیت انی متوفیک و رافعک الی و مطہرک۔"[۱]

میر صاحب کے چھوٹے صاحبزادے روایت کرتے ہیں کہ میر صاحب نے جب حیاتِ جاوید میں یہ دونوں تاریخی مادے دیکھے تو ان کے کہنے والوں کے نام موجود نہ تھے۔ میر صاحب نے خواجہ حالی کو خط لکھا اور ناموں کے اندراج نہ ہونے کی شکایت کی۔ حالی نے جواب میں عرض کیا کہ

"مجھے ناموں کا علم نہ تھا۔ آئندہ ایڈیشن میں اس فروگذاشت کی تلافی کر دی جائے گی۔"[۲]

مگر صد افسوس کہ حالی یہ تلافی کسی ایڈیشن میں نہ کر سکے۔ حیاتِ جاوید اس وقت تک متعدد بار چھپ چکی ہے مگر مادہ تاریخ کہنے والوں کا کسی ایڈیشن میں ذکر نہیں اور نہ کسی صاحبِ علم نے اس کوتاہی کی طرف کبھی نظر کی ہے۔

۱۔ حیاتِ جاوید۔ حالی۔ کانپور ۱۹۰۱ء صفحہ ۳۰۵۔

۲۔ روایاتِ اقبال۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی۔ صفحات ۴۹۔ ۵۰۔ اسی انٹرویو کو روزگارِ فقیر اور ذکرِ اقبال میں بیان کیا گیا ہے مگر سید محمد جعفر کے مطابق میر صاحب نے ایسا کوئی خط حالی کو نہیں لکھا تھا۔

سر سید اور میر صاحب کے تعلقات دسمبر ۱۸۷۳ء سے لے کر مارچ ۱۸۹۷ء تک قائم رہے - اس طویل عرصہ میں ان کی مراسات نگاری یقیناً کئی خطوط پر مشتمل ہوگی مگر صد افسوس سر سید کے صرف دس خطوط میر صاحب کے نام محفوظ رہ سکے ہیں - سر سید کے مکاتیب کی اشاعت سے قبل میر صاحب اپنے پوتے سید محمد عبداللہ بی اے (علیگ) منصف ''شہر گجرات'' پنجاب کو اپنے ایک مکتوب ۱۴ اپریل ۱۹۱۹ء میں لکھتے ہیں :

''دو ہفتہ کا عرصہ ہوا کہ منشی سراج دین صاحب نے سر سید غفرلہ کے مبارک خطوط کی نقل سید راس مسعود کی خدمت میں بھیج دی ہے - اب آپ کیوں تکلیف اٹھائیں گے -''

سر سید کے خطوط میر حسن کے نام

۱

مکرمی :

آپ کا عنایت نامہ پہونچا پہلا عنایت نامہ خطوط میں مل گیا ہے - اس وقت تلاش کیا پر نہیں ملا - جو کچھ آپ نے اس عنایت نامہ میں پوچھا ہے اس کا مفصل حل آپ کو ''تہذیب الاخلاق'' کے اخیر پرچہ ماہِ رمضان سے واضح ہوگا -

میری تصویر کمیٹی مدرسہ میں موجود ہے اور دو روپیہ قیمت کو فروخت ہوتی ہے -

افسوس ہے کہ سوسائٹی کا اخبار جس کا میں خود ایڈیٹر ہوں وہاں نہیں جاتا ۔ اس میں اکثر مضامین قابل دیکھنے کے ہوتے ہیں ۔ پندرہ روپیہ سالانہ قیمت ہے ۔ اگر دو تین احباب مل کر منگوا لیں تو چنداں مشکل نہیں ہے ۔ الا قیمت پیشگی بھیجنی ہوگی ۔ فقط والسلام ۔

خاکسار

سید احمد[۱]

علی گڑھ یکم نومبر ۱۸۷۷ء

۲

یہ خط سر سید نے میر صاحب مرحوم کے چند شبہات کے جواب میں جو آیت ''وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا'' کی تفسیر کے متعلق سر سید کے ترجمہ سے ان کے دل میں پیدا ہوئے تھے لکھا تھا (بحوالہ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۹ مارچ ۱۹۱۰ء) ۔

مخدومی!

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ ممنون کیا ۔ میں کسی قدر بیمار ہوگیا تھا ۔ اب خدا کے فضل سے اچھا ہوں ۔ جو ترجمہ آیت کا آپ نے بطور مثبت بحذف دونوں نفیوں کے کیا ہے اور جو ترجمہ میں نے کیا ہے

---

۱ ۔ مکتوبات سر سید ۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی ۔ مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۹۳ ۔

دونوں نفیوں کو قائم رکھ کر دونوں ترجموں کا مطلب واحد ہے ۔ مگر آپ کے ترجمہ میں کسی قدر نقصان ہے ۔ آپ کا ترجمہ یہ ہے :

''سب کے سب اہلِ کتاب اس پر ایمان لاویں گے پیشتر اپنے مرنے کے ۔'' شبہ جو آپ کو واقع ہوا ہے ۔ ''بہ'' کی ضمیر راجع کرنے میں ہوا ہے ۔ اس آیت سے پہلی آیت میں ''وقولھم انا قتلنا المسیح'' سے ''بہ'' کی ضمیر راجع ہے ۔ ''قولھم'' کی طرف مع اُن کے مقولے کے ۔ نہ حضرت مسیح کی طرف ۔ اب معنی یہ ہوئے کہ

''سب کے سب اہلِ کتاب حضرت مسیح کے قتل پر یقین کریں گے ، پیشتر اپنے مرنے کے ۔''

اس کے آگے یہ ہے : ''و یوم القیٰمۃ یکون (عیسٰی) علیھم شھیدا'' علیٰ کا لفظ واسطے جرح یا نقصان یا خلاف کے آتا ہے ۔ پس مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن حضرت عیسٰی علیہ السلام برخلاف ان کے یقین کے شاہد ہوں گے نون ثقیلہ مع لام تاکید اس فعل کے وقوع کو زمانہ مستقبل میں لازمی و ضروری کر دیتا ہے ۔ مگر زمانہ موجود میں اس فعل کے وقوع کی نفی اس کو لازم نہیں ۔ ''فلاں شخص اس بات کو ہرگز نہیں مانے گا ۔'' اس جملہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اب مانتا ہے ۔ آئیندہ نہیں مانے گا ۔ وہ کہے گا کہ ''حضرت مسیح کو مار ڈالا ہے ۔'' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اب نہیں کہتا ۔ ایسے مواقع پر مضارع کے صیغے فائدہ استمرار کا دیتے ہیں ۔ یعنی کہے جاوے گا کبھی اس کو مانے گا نہیں ۔ اُردو ترجمہ میں جو کسی فعل کو مستقبل بنایا جاتا ہے اور ''گا''

اس میں شامل کیا جاتا ہے تو کوئی لفظ دونوں کو ملانے کے لیے بڑھایا جاتا ہے ۔ جیسا آپ نے ''ایمان لاویں گے'' میں ''لاویں گے'' کا لفظ داخل کیا ہے ۔ مگر یہ صحیح نہیں لانے کا لفظ اردو زبان میں ظاہر کرتا ہے کہ پہلے وہ شے نہ تھی حالانکہ قرآن کے الفاظ سے اس شے کا وجود نہ ہونا ظاہر نہیں ۔ ایمان کے لفظ سے معنی خاص سمجھنا ہی غلط ہے ۔ خصوصاً جب کہ ''بہ'' کی ضمیر ''قولھم'' کی کی طرف ہے نہ حضرت مسیح کی طرف ۔

''یومنون'' کا ترجمہ یقین کریں قرآن مجید کے سیاق کے میری دانست میں نہایت مناسب ہے ۔ معلوم نہیں کہ لفظ ''کرے'' کو آپ نے کیا سمجھا ہے ۔ وہ تو معنی استقبال کے دیتا ہے اور استمرار کا اشارہ بتاتا ہے جو خاص سیاق آیت کا ہے ۔

''یہ'' کا استعمال اردو زبان کے محاورہ میں فائدہ تاکید کا بھی دیتا ہے ۔ اس لفظ کا استعمال کس کس طرح پر ہوتا ہے ۔ لکھنا طویل بات ہے مگر ترجمہ میں لفظ ''یہ کہ'' وہی فائدہ دیتا ہے جو لام تاکید و نون ثقیلہ نے دیا ہے ۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ یہود اپنی بات پر تمام عمر یقین کریں گے کہ انھوں نے عیسیٰ کو مار ڈالا ۔

والسلام ۔ خاکسار

سید احمد[1]

علی گڑھ ۱۲ جنوری ۱۸۸۶ء

---

۱ ۔ مکتوبات سر سید ۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی ۔ مجلس ترقی ادب ، لاہور ۱۹۵۹ء صفحہ ۱۹۴ ۔

۴

مخدومی مکرم بندہ !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ آپ کی اہلِ خانہ کی خبر سے اور اس رنج و تردد پرورش اطفال کا حال سن کر جو آپ نے لکھا ہے سخت افسوس ہوا ۔ خدا تعالیٰ آپ کا مددگار ہو ۔ دنیا میں علی الخصوص تاہل میں، اس قسم کے رنج و الم پیش آ جاتے ہیں ۔ دوست تسلی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صبر کرو ۔ مگر ایسے واقعات پر صبر کرنا بھی مجبوری ہے ۔ صبر نہ کرے تو کیا کرے ۔

تفسیر کی نسبت جو آپ نے لکھا ہے درحقیقت مجھ کو بھی افسوس ہے ۔ تاخیر کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ کارخانۂ چھاپہ خانہ نہایت مختصر ہے ۔ اخبار سے جبُ فرصت ہوتی ہے، چھاپتے ہیں ۔ میں بھی اس ناچیز کو غنیمت سمجھتا ہوں ۔ اس لیے کہ اجرت چھاپہ کا یکمشت زیادہ روپیہ میں نہیں دے سکتا ۔ تفسیر فروخت بھی نہیں ہوتی ۔ اس سبب سے جس قدر کہ میں اپنی جیب سے روپیہ خرچ کر سکتا ہوں ۔ اس سے زیادہ نہیں چھپوا سکتا ۔ چند روز سے کام تفسیر کا بالکل بند ہوگیا تھا ۔ مگر آپ خوش ہوں گے کہ پھر جاری ہوگیا ہے ۔ سورۂ انفال کی تفسیر چھپ رہی ہے ۔ اور بہت جلد اس کے اوراق تقسیم ہونے شروع ہوں گے ۔ میں ان دنوں میں بیمار ہوگیا تھا ۔ مگر بفضل الٰہی صحیح و تندرست ہوں اور آپ کی عنائیتوں کا جو میرے حال پر ہیں ، شکر ادا کرتا ہوں ۔

والسلام ۔ خاکسار

سید احمد[1]

علی گڑھ ۳۱ اگست ۱۸۸٦ء

۴

مخدومی مکرمی !

آپ کے نوازش نامہ کا نہایت شکر ہے - پانچ روپیہ چندہ بھی پہنچے - اس کا بھی شکر ہے - مجھے بھی نہایت افسوس ہے کہ تفسیر لکھنے میں ہرج پڑ جاتا ہے مگر جب موقع ملتا ہے لکھتا ہوں - تفسیر سورۂ یوسف بھی تمام ہو گئی ہے اور چھپ رہی ہے -

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کیوں لوگ پیچھے پڑے ہیں اگر ان کے نزدیک ان کو الہام ہوتا ہے ، بہتر - ہم کو اس سے کیا فائدہ - نہ ہمارے دین کے کام کا ہے نہ دنیا کے - ان کا الہام ان کو مبارک رہے - اگر نہیں ہوتا تو صرف ان کے توہمات اور خلل دماغ کا نتیجہ ہے تو ہم کو اس سے کیا نقصان ہے - وہ جو ہوں سو ہوں اپنے لیے ہیں - میں سنتا ہوں کہ آدمی نیک بخت اور نمازی پرہیزگار ہیں - یہی امر ان کی بزرگداشت کو کافی ہے -

جھگڑا اور تکرار کس بات کا ہے - ان کی تصانیف میں نے دیکھیں - وہ اسی قسم کی ہیں جیسا کہ ان کا الہام یعنی نہ دین کے

---

۱ - خطوط ۳ سے ۱۰ تک کے لیے دیکھیے خطوطِ سر سید مرتبہ سید راس مسعود - حیدر آباد دکن ؛ مطبوعہ ۱۹۲۴ء - صفحہ ۲۵۵ سے ۲٦۱ تک

کام کی نہ دنیا کے کام کی ۔

مولوی حکیم نور الدین صاحب کی کوئی تحریر میں نے آج تک نہیں دیکھی ۔ دینیات میں کسی کا الہام جب تک اس کو شارع نہ تسلیم کر لیا جائے ، کسی کام کا نہیں ۔ تقدیر علم الہی کا دوسرا نام ہے ۔ ما کان و مایکون علم الہی میں موجود ہے ۔ پس کسی الہام سے علم الہی میں یا یوں کہو تقدیر میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہو سکتے ۔ پس دنیا میں جو بھی ہونے والا ہے یعنی جو تقدیر میں ہے ۔ یعنی جو علم الہی میں ہے وہ ہوگا ۔ پس کسی کے الہام سے کسی کو دنیا میں کیا فائدہ ہو سکتا ہے ۔ پس ایسی بے سود بات کہ بالفرض اگر سچ بھی ہو تو بھی کچھ فائدے کی نہیں اور اگر جھوٹ بھی ہو تو بھی ہمارے نقصان کی نہیں ۔ اس پر متوجہ ہونا اور اوقات ضائع کرنا ایک لغو کام ہے ۔

والسلام ۔ خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ۹ دسمبر ۱۸۹۱ء

۵

مخدومی مکرمی سید میر حسن صاحب !

آپ کا نوازش نامہ پہونچا ۔ جلد ششم تفسیر القرآن خدمت عالی میں بیرنگ روانہ ہوئی ہے ۔ آپ مطابق اپنی تحریر پندرہ روپیہ روانہ

فرمائیے گا ۔ دس روپیہ بحساب تفسیر اور پانچ روپیہ بحساب چندہ کانفرنس جمع کر لوں گا ۔ جس طرح آپ کو آرام ہوگا روپیہ بھیجیے گا ۔ روپیہ بھیجنے میں کسی قسم کی تکلیف اپنے اوپر گوارا نہ فرمائیے گا ۔

مدرسۃ العلوم کے زر مجتمع میں اکیاون ہزار روپیہ غبن الال ہوا ۔ علاوہ اس کے بیالیس تینتالیس ہزار روپیہ بینک کا فاضل ہو گیا ۔ پس گیارہ برس کے عرصہ میں قریب ایک لاکھ روپیہ کے غبن ہوا ہے ۔

مقدمات جعل و غبن فوجداری میں دائر ہوتے جاتے ہیں ۔ شام بہاری لال مجرم حوالات میں ہے ۔ بلا شبہ دوستوں کو اس نقصان سے صدمۂ عظیم ہوا ہوگا مگر جعل سازی کا کیا علاج ہے ۔ مجرم کی جائداد پچیس تیس ہزار روپیہ سے زیادہ کی نہیں ہے ۔ آپ کی ہمدردی کا شکر کرتا ہوں ۔

والسلام ۔ خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۵ء

۶

مخدومی مکرمی سید میر حسن صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۹ مارچ میرے پاس پہونچا ۔ ممنونِ عنایت ہوا ۔ جن الفاظ سے آپ نے مجھ کو یاد کیا ہے میں آپ کا دل

سے شکر ادا کرتا ہوں اور دل و جان سے ممنون ہوں ۔ مدرسۃ العلوم کا کام میرے ذمہ اس قدر تھا جس کے سبب فرصت نہیں ہوتی تھی اور تفسیر کے تمام کرنے پر متوجہ نہیں ہو سکتا لیکن اب مدرسہ کا بہت سا کام سید محمود نے اپنے ذمے لے لیا ہے اور گویا وہی تمام کام انجام دیتے ہیں اور مجھ کو فرصت ہو گئی ہے ۔ اب میں ہمہ تن تفسیر کے پورا کرنے پر متوجہ ہوں گا اور امید ہے کہ جلد ہفتم بہت جلد نکلے گی ۔ لیکن ایک خوشخبری میں آپ کو سناتا ہوں کہ یکم ذیقعد کے پرچہ ''تہذیب الاخلاق'' میں ایسے عمدہ مضامین نکلیں گے جو نہ تفسیروں میں اور نہ آج تک پرچہ ''تہذیب الاخلاق'' میں چھپے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسے اہم مضامین ہیں جن سے مسلمانوں کو فائدہ ہوگا اور ہر ایک مسلمان کو اس پر غور کرنا اور ان کو سمجھنا ضرور ہے ۔

''تہذیب الاخلاق'' کو اگر مہینے میں دو دفعہ کیا جائے تو اس میں دو مشکلیں ہیں ۔ اول یہ کہ جو آمدنی ''تہذیب الاخلاق'' سے ہے وہ مہینے میں دو دفعہ کر دینے کو کافی نہیں ہوگی اور جب مضمون موجود ہوتے ہیں تو ''تہذیب الاخلاق'' کو معمولی صفحات سے زیادہ کر دینے میں ہم کبھی دریغ نہیں کرتے اور غالباً یکم ذیقعد اور ذی الحج کے دونوں پرچے بہت بڑھ جائیں گے کیونکہ جو مضمون یکم ذیقعد کے پرچے میں چھپے گا وہ ایک پرچہ میں نہیں آ سکے گا اور دو پرچوں میں جب آوے گا ۔ جب دونوں پرچے معمول سے بہت زیادہ بڑھا دیے جاویں گے ۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ اگر

"تہذیب الاخلاق" مہینہ میں دو بار کر دیا جاوے تو مجھ کو تفسیر پر متوجہ ہونے کی مطلق فرصت نہیں ہونے کی ۔

والسلام ۔ خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ۷ مارچ ۱۸۹۶ء

۷

مخدومی مکرمی مولوی سید مہر حسن صاحب !

آپ کا مراسلہ منی آرڈر تعدادی ۲۱ کیس روپیہ کا پہنچا ۔ ممنون عنایت ہوا ۔ منجملہ اس کے چھ روپیہ "تہذیب الاخلاق" کی بابت سال آئندہ کے جمع کیے گئے ۔ اور پندرہ بقیہ کے نسبت آپ نے لکھا تھا کہ مدرسہ کو دیئے گئے ہیں اور جس فنڈ میں آپ مناسب سمجھیں جمع کر لیں جو کہ بالفعل یہ تجویز ہوئی ہے کہ جو نقصان مدرسہ کے زر امانت میں جعلی چکوں وغیرہ کے سبب سے ہوگیا ہے ۔ اس کے لیے کچھ چندہ جمع کیا جائے ۔ چنانچہ میں نے اپنی ذات خاص سے پانسو روپیہ دیا ہے اور خان بہادر مولوی سید زین العابدین نے ایک ہزار روپیہ دے دیا ہے اور آنریبل حاجی محمد اسمٰعیل خاں اور سید محمود اور نواب محسن الملک بھی ایک ہزار روپیہ دیں گے اور مولوی حافظ نذیر احمد بھی ایک ہزار روپیہ دے چکے ہیں ۔ اور دوستوں نے بھی دینا شروع کیا ہے ۔ اس لیے یہ پندرہ آپ کے مرسلہ

بھی اس فنڈ میں جمع کر دیے گئے ہیں - اطلاعاً آپ کو لکھا ہے -

والسلام - خاکسار

سید احمد

علی گڑھ

۷ مارچ ۱۸۹٦ء

۸

مخدومی مکرمی مولوی سید میر حسن صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۳ جون معہ منی آرڈر تعدادی کا پہونچا - آپ کا ممنون ہوا - مبلغ دس روپیہ میں نے حساب تفسیر میں جمع کر لیے اور سات روپیہ شیخ رحیم بخش صاحب کی طرف سے واسطے پورا کرنے نقصان کالج کے جمع کر لیے - آپ میری طرف سے شیخ رحیم بخش صاحب کا بہت بہت شکر ادا کر دیجیے گا -

پرنسپل صاحب بہ سبب تعطیلِ مدرسہ پہاڑ پر گئے ہیں اور اس سبب سے محمد سعید کی عرضی کا میں ان سے کچھ حال نہیں دریافت کر سکا - یکم جولائی کو وہ آویں گے تو میں ان سے دریافت کروں گا - یہ طالب علم صرف کالج میں داخل ہونا چاہتا ہے یا کچھ اعانت بھی چاہتا ہے - اگر کچھ اعانت بھی چاہتا ہے تو میں اس کا جواب دے نہیں سکتا - اس لیے کہ اول تو رقمِ اعانت قلیل ہے اور اس بات کی تجویز کہ وہ کس کس طالب علم کو دینی مناسب ہے، پرنسپل صاحب کے متعلق ہے - رقم غبن شدہ کی تعداد نہایت کثیر ہے یعنی قریب ایک لاکھ روپیہ کے - بجٹ سال حال جو تیار ہوا ہے اس کی کیفیت میں مفصل حال لکھا گیا ہے، وہ چھپ رہا ہے - اگر آپ چاہیں گے تو میں ایک کاپی اس کی آپ کے پاس بھیج دوں گا -

اگرچہ بعض بعض بیرسٹروں کی یہ رائے ہے کہ جن مہاجنوں نے جعلی چک خریدے ہیں ان پر مواخذہ ہو سکتا ہے۔ مگر میری رائے میں تامل ہے اور یہ ایک پیچیدہ امر معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کوئی قانونی تدبیر غبن کے روپیہ کے وصولی کی اب تک نہیں کی گئی ۔ متوفی جعل ساز کی جائداد اس قدر بھی نہیں ہے کہ جس خرچہ وصول ہو سکے ۔ اس واسطے محض اس کی جائداد سے مواخذہ کرنا بے فائدہ ہے ۔ درحقیقت آپ سے ملاقات ہوئے بہت دن ہوئے ۔ جب خدا کو منظور ہو گا تو پھر ملاقات ہو گی ۔ آپ کی عنایت اور مہربانی کا میں دل سے شکر گزار ہوں اور آپ کی اس ہمدردی کا جو نقصان کالج کے باب میں کرتے ہیں اور اس کے پورا کرنے کے لیے جس قدر چندہ دیتے ہیں یا لوگوں سے وصول کرتے ہیں ۔ اس کا میں زائد از حد شکر ادا کرتا ہوں ۔ تفسیر جلد ہفتم کی نسبت ارادہ ہے کہ ڈھائی تین سو صفحہ کی ہو ۔ سورہ کہف سے تین سورتوں تک تفسیر میں لکھ چکا ہوں اور بعض وجوہات سے اور زیادہ نہیں لکھی گئی ۔ چھاپہ خانہ کا ٹائپ پرانا ہو گیا ہے ۔ اگر لوگ تفسیر جلد ہفتم کا روپیہ پیشگی بھیج دیں گے تو ارادہ ہے کہ ٹائپ خریدا جائے اور بقیہ تفسیر اسی نئے ٹائپ میں چھاپی جائے اور اسی سبب سے اس کے چھاپہ کے شروع ہونے میں التوا ہے ۔

والسلام خاکسار

سید احمد

علی گڑھ

۱۷ جون ۱۸۹۶ء

۹

مخدومی مکرمی مولوی سید میر حسن صاحب!

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۳ دسمبر پہونچا - ممنون یاد آوری ہوا - میں انشاء اللہ تعالیٰ ۲۵ دسمبر کو سوا دو بجے دن کے یہاں سے روانہ ہوں گا اور رات کو بہ انتظار تشریف آوری سردار محمد حیات خاں بہادر و خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب و دیگر احباب پنجاب غازی آباد میں قیام کروں گا اور ۲۶ دسمبر کو ۹ بجے صبح روانہ میرٹھ ہوں گا اور دس گیارہ بجے میرٹھ پہونچوں گا - ۲۷ دسمبر سے اجلاس شروع ہو گا لیکن ۳۰ دسمبر کو بعد دوپہر میں علی گڑھ کو روانہ ہو جاؤں گا ۔ کیونکہ ۳۱ دسمبر کو سالانہ جلسہ ٹرسٹیوں کا ہے اور امید ہے کہ سردار محمد حیات خاں اور خان بہادر محمد برکت علی خاں اور مولوی محمد شاہ دین اسکوائر جو ٹرسٹیان ہیں مع دیگر احباب کے جو ٹرسٹی ہوں گے علی گڑھ تشریف لائیں گے -

نسبت "تہذیب الاخلاق" کے جو آپ نے لکھا ہے اس کا میں بہت شکر ادا کرتا ہوں - مگر اس کی بابت کوئی تحریک کرنی مناسب نہیں ہے - کیونکہ میرا دل نہایت سست ہو گیا ہے اور "تہذیب الاخلاق" میں کسی مضمون کے لکھنے کو دل نہیں چاہتا ہے - اس کی طرف سے دل بالکل سرد ہو گیا ہے - سب سے بڑی فکر جس کا دن رات دل پر صدمہ رہتا ہے ، وہ نقصانِ کالج کا خیال ہے جو کسی وقت بھی دور نہیں ہوتا اور کم سے کم جب زرِ فاضلات جو بینک کا بدنصیبی سے ہو گیا ہے - اس کی کوئی تدبیر نہ ہو جائے اس وقت تک میرا دل کسی

کام پر نہیں لگے گا ۔ گزشتہ ماہ کے آخر میں تیس ہزار پانچسو روپیہ کے قریب فاضلات کی رقم کا دینا باقی رکھا تھا ۔ میں نہیں سمجھتا کہ کس طرح خدا اس کو پورا کرے گا ۔ تفسیر جلد ہفتم کی بابت صرف پانچ یا چھ شخصوں نے روپیہ بھیجا ہے وہ ابھی چھپنی شروع نہیں ہوئی مگر مسودہ اس کا تیار ہے ۔

والسلام خاکسار

سید احمد

علی گڑھ

۱۵ دسمبر ۱۸۹۶ء

۱۰

مخدومی مکرمی سید میر حسن صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۸ مارچ ۱۸۹۸ء پہونچا ۔ ممنون عنایت ہوا جو نہایت دلی اور محبت و اشفاق بزرگانہ مجھ ناچیز کے اوپر آپ مبذول فرماتے ہیں ، اس کا میں دل سے شکر ادا کرتا ہوں ۔ مگر میں حقیقت میں اس قدر عنایتوں کے لائق نہیں ہوں جس قدر کہ آپ فرماتے ہیں ۔ بہرحال آپ کی عنایتوں کا شکر کرنا واجب ہے ۔

تفسیر قرآن مجید کا تمام ہونا تو مشکل معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اس کے چھاپہ میں اس قدر خرچ پڑتا ہے کہ میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اور یہ بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں مسودہ لکھ کر ڈھیر کرتا جاؤں اس امید پر کہ کبھی چھپ رہے گی ۔ مگر میں نے

یہ ارادہ کیا ہے کہ مقامات مشکلہ قرآن مجید کے اور جو مشکلات بعض معترضین کی طرف سے مذہب اسلام پر وارد ہوتے ہیں ۔ ان کے جواب میں چھوٹے چھوٹے رسالے لکھ ڈالوں ۔ اگر خدا نے اس کام کو انجام کر دیا تو تمام مشکلات حل ہو جائیں گی اور صرف قرآن کا ترجمہ باقی رہ جائے گا جس کی کچھ ضرورت نہیں ہے ۔

ان دنوں میں ایک بہت نازک اور بڑے امر پر ایک رسالہ یعنی ازواج مطہرات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھ رہا ہوں ۔ یہ رسالہ چھپے گا تو مجھے امید ہے کہ کسی کے دل میں کوئی شبہ باقی نہیں رہنے کا ۔ نیز ''تہذیب الاخلاق'' جو میں نے مختلف مضامین بطور آرٹیکل کے لکھے ہیں ۔ ان کے چھپنے کی بابت بھی بعض دوست کچھ بندوبست کر رہے ہیں ۔ شاید کچھ انجام ہو جاویں ۔ ایک رسالہ تفسیر السمٰوات کا میں نے لکھا تھا جو پرانے ''تہذیب الاخلاق'' کے متعدد پرچوں میں چھپ گیا تھا ۔ اب اس کو بھی بطور ایک مستقل رسالہ کے علیحدہ چھپوا لیا ہے ۔ والسلام ۔

دوبارہ آپ کی عنایتوں کا شکر ادا کرتا ہوں اور روئداد اجلاس کانفرنس آپ کی خدمت میں مرسل ہے ۔

والسلام ۔ خاکسار ۔

سید احمد

علی گڑھ

۱۱ مارچ ۱۸۹۸ء

علامہ اقبال

ڈاکٹر سر محمد اقبال سے میر صاحب کے تعلقات استاد اور شاگرد کے تھے۔ اقبال کے والد ماجد شیخ نور محمد، مولانا غلام حسن کے دوست تھے۔ شیخ صاحب ان کے ہاں معارف دین کی سماعت کے لیے جایا کرتے۔ ایک روز مولانا میر حسن نے اقبال کو غلام حسن کے ہاں پڑھتے دیکھا۔ غلام حسن شوالا تیجہ سنگھ کی مسجد میں مسلمان بچوں کو عربی اور فارسی پڑھایا کرتے تھے۔ غلام حسن نے میر صاحب کے پوچھنے پر جواب دیا کہ یہ شیخ نور محمد کا بچہ ہے۔ میر صاحب ان کے والد سے ملے اور کہا کہ وہ اپنے بچے کو ان کے پاس پڑھنے کے لیے بھیجا کریں۔ وہ خود اقبال کو تعلیم دیں گے۔ شیخ صاحب کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ اس طرح اقبال میر صاحب کے شاگرد رشید ہو گئے۔ میر صاحب اپنے گھر پر عربی اور فارسی زبانوں کی تعلیم دیتے تھے اور اپنے شاگردوں میں ان زبانوں کا صحیح ذوق پیدا کر دیتے تھے۔ کچھ مدت تک اقبال میر صاحب سے پڑھتے رہے۔ بعد میں میر صاحب ہی نے ان کو سکاچ مشن اسکول میں داخل کرا دیا۔ جہاں وہ خود مدرس تھے اور لڑکوں کو عربی فارسی پڑھانے پر مامور تھے۔ اس طرح اسکول کے بعد اقبال میرصاحب ہی سے عربی اور فارسی کی تعلیم سکاچ مشن کالج میں حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد لاہور میں قیام کے دوران اقبال جب بھی کبھی سیالکوٹ آتے، استاد محترم سے مودبانہ ملتے اور مختلف علمی و ادبی مسائل میں استاد سے استفادہ کرتے۔ اقبال جب ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے انگلستان گئے تو وہاں سے بھی آپ بذریعہ

مراسلت میر صاحب سے علمی و ادبی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے راہنمائی حاصل کرتے ۔ علامہ اقبال ٹرنٹی کالج کیمبرج سے خواجہ حسن نظامی کو ۸ اکتوبر ۱۹۰۵ کو ایک مکتوب ارسال کرتے ہیں :۔

"قرآن شریف میں جس قدر آیات صریحاً تصوف کے متعلق ہوں ان کا پتہ دیجیے ۔ سپارہ اور رکوع کا پتہ لکھیے ۔ اس بارہ میں آپ قاری شاہ سلیمان صاحب یا کسی اور صاحب سے مشورہ کر کے مجھے جلد مفصل جواب دیں ۔ اس مضمون کی سخت ضرورت ہے اور یہ گویا آپ کا کام ہے ۔"[1]

روایت[2] ہے کہ خواجہ حسن نظامی اور شاہ سلیمان اقبال کو تسلی بخش جواب نہ دے سکے چنانچہ مولوی میر حسن نے نو صفحات پر مشتمل مفصل جواب ان کو کیمبرج ارسال کیا ۔

سید محمد ذکی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب نے مرزا غالب کے ایک شعر کی شرح پوچھی تو میر صاحب نے کئی صفحات لکھ کر بھیجے ۔[3]

علامہ اقبال مولانا گرامی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں :۔

---

۱ ۔ مکاتیب اقبال ۔ شیخ عطاء اللہ ۔ لاہور ۱۹۵۱ء جلد دوم صفحہ ۳۵۲ ۔
۲ ۔ راوی سید معظم علی بن سید محمد ذکی بن سید میر حسن حال مقیم رستم پارک ، سمن آباد ، لاہور ۔
۳ ۔ روایاتِ اقبال : ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۳۱ ۔

"کم نہ شود خزانۂ مدت بے نہائتت
یک دو نفس زیادہ کن غنچۂ نیم باز را

مولوی میر حسن صاحب کی خدمت میں بھی میں نے یہ شعر سیالکوٹ لکھا ہے - دیکھیں ان کی کیا رائے ہے؟"
(مکاتیب اقبال بنام گرامی نمبر ۱۶۲)

محمد عبدالرحمان شاطر مدراسی کے نام اقبال ایک اور خط میں میر صاحب کے متعلق لکھتے ہیں -

"اگر آپ اعجازِ عشق میرے کسی دوست کے نام ارسال کرنا چاہیں تو حضرت مولوی سید میر حسن صاحب پروفیسر عربی سکاچ مشن کالج سیالکوٹ کے نام ارسال کیجیے - یہ بڑے بزرگ عالم اور شعر فہم ہیں - میں نے انہیں سے اکتسابِ فیض کیا ہے -"[۱]
(خطوط اقبال نمبر ۷۳)

میر صاحب کی عزت و حرمت اور علمیت و قابلیت کا سکہ اقبال کے دل پر انگلستان جانے سے پہلے ہی نقش جا چکا تھا - ۱۹۰۵ء میں انگلستان روانہ ہونے سے پہلے دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء کے مزار پر حاضر ہوئے - التجائے مسافر[۳] کے تحت اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہیں - اس نظم کے آخری حصے میں اقبال اپنے استادِ محترم مولوی سید میر حسن کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں :-

---

۱ - اقبال کے ممدوح علماء - قاضی افضل قریشی - مکتبہ محمودیہ ، کریم پارک لاہور ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۸ -
۲ - ایضاً صفحہ ۲۸ -
۳ - بانگِ درا - اقبال - شیخ غلام علی اینڈ سنز ، لاہور ۱۹۵۷ء صفحہ ۹۸ -

وہ شمع بارگہ خاندان مرتضوی
رہے گا مثل حرم جس کا آستاں مجھ کو
نفس سے جس کی کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو
دعا یہ کر کہ خداوند آسمان و زمیں
کرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجھ کو[1]

علامہ اقبال کو استاد محترم کا قرب حاصل تھا مگر قربت کے باوجود احترام کی وجہ سے آپ ان سے بہت دور تھے ۔ کبھی ان کی ذات کے متعلق یا ان کے آباؤاجداد کے متعلق ڈاکٹر صاحب نے کوئی شعر نہیں کہا ۔ محمد دین فوق کے نام ایک خط مرقومہ ۴ مارچ ۱۹۲۲ء میں تحریر کرتے ہیں :۔

"مولوی صاحب قبلہ میر حسن صاحب کے متعلق جہاں تک مجھے یاد ہے میری کوئی نظم نہیں ۔ شاید کوئی شعر اشارۃً کسی نظم میں ہو ۔"[2]

۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے ۔ انارکلی والے مکان میں میر صاحب کے ہوتے سید محمد عبداللہ سے ڈاکٹر اقبال نے فرمایا :

"عبداللہ جی ! یورپ کا کوئی ایسا بڑا عالم یا فلسفی نہیں ہے ۔ Oriental and Occidental مستشرق یا مستغرب جس سے میں نہ ملا ہوں یا کسی نہ کسی موضوع پر بے جھجھک بات نہ

---

۱ ۔ بانگ درا صفحہ ۹۷ ۔
۲ ۔ انوار اقبال ۔ بشیر احمد ڈار ۔ اقبال اکیڈیمی : کراچی ۱۹۶۷ء صفحہ ۴۳ ۔

کی ہو لیکن نہ جانے کیا بات ہے ۔ شاہ جی (میر حسن) سے بات کرتے ہوئے میری قوت گویائی جواب دے جاتی ہے ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے کسی نقطۂ نظر سے مجھے اختلاف ہوتا ہے لیکن دل کی یہ بات بآسانی زبان پر نہیں لا سکتا ۔؛؛؛

میر صاحب کو دیکھتے ہی اقبال سرتاپا مودب بن جاتے ۔ منظور احمد بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ڈاکٹر صاحب سیالکوٹ میں رحیم عطار کی دکان کے سامنے کھڑے تھے ۔ تختے پر پاؤں رکھا تھا اور آپ حقہ پی رہے تھے ۔ ان کا ایک پاؤں زمین پر تھا اور دوسرا تختے پر ۔ پاؤں میں طلائی جوتا پہن رکھا تھا جو پاؤں تختے پر تھا اس کا جوتا پاؤں سے اترا ہوا تھا ۔ اتفاق سے میر صاحب آپ کو آتے دکھائی دیے ۔ اقبال نے تختے والا جوتا وہیں چھوڑا ؛ ایک پاؤں میں جوتا تھا اور دوسرا جوتے سے بے نیاز ؛ اسی حالت میں میر صاحب کی طرف بڑھے اور ان کے ساتھ ہو گئے ۔ سر پاس ادب سے جھکا ہوا تھا ۔ میر صاحب کو گھر پہنچا کر واپس آئے پھر آ کر دوسرا جوتا پہنا ۔؎

اقبال کو اپنا کلام میر صاحب کو سنانے کی کبھی جرأت نہیں پڑتی تھی ۔ زندگی بھر ان کے سامنے صرف ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب کی

---

۱ ۔ روزگار فقیر ، حصہ اول ، فقیر سید وحید الدین ؛ صفحہ ۲۰۹ ۔
اس واقعہ کی روشنی میں سوانح اقبال کے سلسلے میں بٹیر پکڑنے کی جو ہزل گوئی بیان کی جاتی ہے ۔ وہ سراسر غلط اور جھوٹ ثابت ہوتی ہے ۔
۲ ۔ روایات اقبال ؛ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۳۹ ۔

زبان سے ایک مصرع نکل گیا ۔ وہ بھی اتفاقاً ۔ مولوی صاحب کسی کام کے لیے گھر سے نکلے تھے ۔ ان کا سوتیلا بیٹا احسان علی بن سید عبدالغنی ان کے ساتھ تھا ۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ اقبال اسے اٹھالو ۔ اقبال نے اسے گود میں اٹھا لیا ۔ کچھ دور جا کر وہ تھک گئے چنانچہ بچے کو دکان کے تختوں پر کھڑا کر دیا اور خود مستانے لگے ۔ مولوی صاحب اتنے میں بہت آگے نکل گئے تھے ۔ اقبال کو اپنے ساتھ نہ پا کر الٹے پاؤں لوٹے اور ان میں قریب آ کر فرمایا : ''اقبال ! اس کی برداشت بھی دشواری ہے ۔'' اقبال کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا : ''تیرا احسان بہت بھاری ہے ۔''۱

میر صاحب اپنے اس ہونہار شاگرد کا بڑا خیال رکھتے تھے ۔ ایک بار اقبال ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہو کر علاج کے لیے دہلی گئے تو میر صاحب کو اس قدر تشویش ہوئی کہ ایک خاص آدمی کو اس غرض کے لیے مقرر کیا کہ وہ روزانہ اسٹیشن جا کر اخبار ''پرتاب'' لائے اور اقبال کی علالت کے متعلق اس میں جو خبر شائع ہو ، ان کو پڑھ کر سنائے ۔۲

ڈاکٹر صاحب کو گردے کے درد کا مرض تھا ۔ ایک مرتبہ مرض کا دورہ لمبا ہو گیا تو ڈاکٹروں نے آپریشن کرانے کا مشورہ دیا ۔ ڈاکٹر صاحب نے آپریشن کی تیاری شرع کردی دوسری طرف پورے حالات میر صاحب کو لکھ بھیجے ۔ آپریشن سے کچھ دیر پہلے

---

۱ - روزگار فقیر ۔ حصہ اول ، فقیر سید وحیدالدین ۔ صفحہ ۵۸ ۔

۲ - اقبال کامل ۔ مولانا عبدالسلام ندوی ۔ ۱۹۶۴ء صفحہ ۷ ۔

میر صاحب کا اقبال کو خط پہنچا کہ آپریشن نہ کراؤ ۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے فیصلہ کر لیا کہ اب قطعاً آپریشن نہ کراؤں گا ۔ ماہر ڈاکٹر بہت کہتے رہے کہ استاد کے کہنے پر اپنی بیماری کا علاج نہ روکو لیکن ڈاکٹر صاحب نے یہی جواب دیا کہ میں شاہ صاحب کے ارشاد کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا ۔[1]

ایک مرتبہ میر صاحب موسم گرما میں لاہور گئے ۔ ڈاکٹر اقبال سے بھی ملاقات کرنے گئے ۔ اتفاق سمجھیئے کہ ڈاکٹر صاحب نے پانی تک نہ پوچھا ۔ اسی زمانے میں مہاراجا پٹیالہ بھی لاہور آئے ہوئے تھے ۔ ان کے ساتھ ان کے وزیر سردار نہال سنگھ بھی آئے ہوئے تھے ۔ سردار صاحب میر صاحب کے شاگرد تھے ۔ ان سے ملنے کے لیے میر صاحب ڈاکٹر صاحب کو اپنے ساتھ لے گئے ۔ نہال سنگھ استاد کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور خوب خاطر مدارت کی ۔ یہاں تک کہ مشروبات اپنے ہاتھ سے پیش کیے ۔ میر صاحب نے پوچھنے پر بتایا کہ میں اقبال کو اپنے ساتھ اس لیے لے گیا تھا کہ انھیں بزرگوں کی تواضع کرنے کا ڈھنگ معلوم ہو جائے ۔[2]

اقبال لاہور میں ایم اے کے طالب علم تھے ۔ میر صاحب نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں شرکت کے لیے میرٹھ چھاؤنی جانا تھا ۔ آپ نے اقبال کو ریلوے ٹکٹ خریدنے کے لیے کہا ۔ اقبال نے چھاؤنی کی بجائے شہر کے ٹکٹ خرید لیے ۔[3]

---

۱ ۔ روایات اقبال ۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔ صفحہ ۳۴ ۔
۲ ۔ ایضاً صفحہ ۳۴ ۔
۳ ۔ ایضاً صفحہ ۲۹ ۔

ڈاکٹر اقبال جب کبھی اپنے اُستاد کا ذکر کرتے تو ان کی آنکھیں محبت و عقیدت سے پرنم ہو جاتیں ۔ اکثر کہا کرتے کہ اسوۂ رسولؐ پر صحیح معنوں پر اگر کسی شخص کا عمل ہے تو وہ مولوی سید میر حسن ہیں ۔[1] اقبال نے خود اپنے دوستوں سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ انھوں نے میر صاحب کو ایک نور کے احاطے میں بند کمرے میں خود دیکھا ہے ۔ ظاہر اور باطن دونوں لحاظ سے ان کا استاد اس وقت کے انسانوں میں اعلیٰ و ارفع تھا ۔ اسی لیے تو آپ نے پنجاب کے گورنر کو کس جرأت اور خودداری کے ساتھ اپنے استاد کا نام شمس العلما کے لیے پیش کیا ۔

میر صاحب کلامِ اقبال پر کبھی کبھی تنقیدی نگاہ بھی ڈالا کرتے تھے ۔ ان میں جو خامی نظر آتی فوراً اس کی تصحیح کر دیتے ۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک مرتبہ انجمن میں ایک نظم پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا :

قصہ مطلب طویل و دفتر تقریر تنگ
ہم جو کچھ کہنے کو ہیں سو مختصر کہنے کو ہیں

میر صاحب نے سنا تو آپ نے دفتر کی جگہ عرصہ کا لفظ تجویز کیا ۔[2]

ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب کی ایک غزل چھپ کر آئی جس کا ایک شعر یہ تھا :

---

۱ ۔ روزگارِ فقیر حصہ اول ۔ فقیر سید وحیدالدین ۔ صفحہ ۵۷ ۔
۲ ۔ روایاتِ اقبال ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحات ۳۰ ۔ ۳۱ ۔

ترک کر دی تھی غزل خوانی مگر اقبال نے
یہ غزل لکھی ہمایوں کو ستانے کے لیے

اس پر بھی میر صاحب نے اعتراض کیا تھا جو ان کے لڑکے سید محمد ذکی کو یاد نہیں رہا ۔ ڈاکٹر صاحب کہتے تھے کہ ہندوستان میں کسی اور کو یہ اعتراض کب سوجھ سکتا ہے ۔[1]

جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ میر حسن کے کہنے سے اقبال اپنی مادری زبان یعنی پنجابی میں شعرگوئی چھوڑ کر آردو میں شعر گوئی کرنے لگے تھے ، کچھ درست معلوم نہیں ہوتا ۔ مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنی تصنیف اقبال ِ کامل میں اس کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں دیا ۔ میر حسن شاعری کو بطور پیشہ اختیار کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے ۔ لہذا اپنے شاگرد کو یہ مشورہ دینا کہ وہ پنجابی کی بجائے آردو میں شاعری کریں ، سمجھ سے بالاتر ہے ۔

علامہ اقبال کی فارسی تصنیف رموز ِ بے خودی ۱۹۱۸ء میں پہلی بار شائع ہوئی ۔ اس فارسی منظوم کتاب میں مختلف چھوٹے چھوٹے عنوانات کے تحت فرد اور جماعت کی خودی کا رشتہ دکھایا گیا ہے ۔ اس کا دیباچہ علامہ موصوف نے خود اردو زبان میں دو صفحات میں بہت مختصر اور جامع تحریر کیا ہے ۔ اس کے آخری پیرے میں آپ فرماتے ہیں :—[2]

---

۱ - روایات ِ اقبال ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۳۰ - ۳۱ -

۲ - اس لیے میں اپنے چھوٹے بھائی سید خالد محمود 'آفیسر' مسلم کمرشل بینک ہیڈ آفس کراچی کا ممنون ہوں کہ انھوں نے "رموز ِ بے خودی" مملوکہ نیشنل میوزیم کراچی سے اس دیباچہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی راقم کو ارسال کی ۔

"استاذی حضرت قبلہ مولانا مولوی سید میر حسن صاحب دافیضہم پروفیسر مرے کالج سیالکوٹ اور مولانا شیخ غلام قادر صاحب گرامی شاعرِ خاص نظام دکن خلد اللہ ملکہ و اجلالہ، میرے شکریے کے خاص طور پر مستحق ہیں کہ ان دونوں بزرگوں سے بعض اشعار کی زبان اور طرزِ بیان کے متعلق قابلِ قدر مشورہ ملا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

علامہ اقبال نے ایک شعر میں بڑے واضح الفاظ میں میر حسن سے فیض یاب ہونے کا اعتراف کیا ہے :-

مجھے اقبال اس سید کے گھر سے فیض پہنچا ہے
پلے جو اس کے دامن میں وہی کچھ بن کے نکلے ہیں

یہ مقطع اقبال کی ایک غیر مطبوعہ غزل کا ہے جو بیس اشعار پر مشتمل ہے ۔ جگن ناتھ آزاد نے شمع دہلی کے شمارہ اپریل ۱۹۷۵ء کے صفحہ ۳۴ پر اسے شائع کیا ہے ۔

شمس العلماء کا خطاب

خطاب کے سلسلے میں ایک ہی واقعہ مشہور چلا آ رہا ہے وہ ہے ڈاکٹر سر محمد اقبال کا ۔ اقبال کے واقعہ سے قبل راقم کچھ اپنا اظہار خیال کرنا چاہتا ہے ۔

یہ کہنا کہ اقبال کی وجہ سے لوگ میر حسن کو جاننے لگے تھے ۔ بالکل غلط ہے ۔ اقبال کی پیدائش سے آٹھ سال قبل سکاچ مشن سیالکوٹ کے علمی حضرات میر صاحب کی علوم شرقیہ میں قابلیت

سے متاثر نظر آتے ہیں - پھر ۱۸۷۳ء میں سکاچ مشن کس فخریہ انداز میں میر صاحب سے متعلق کہتا ہے :

"Our oriental literature classes under Maulvi Mir Hasan, we are, I think, justly proud of. He is by far the BEST AND MOST THOROUGH TEACHER I EVER MET WITH."

(۳) مرے کالج سیالکوٹ کا یونیورسٹی میں نتیجہ میر صاحب کی وجہ سے بہت اچھا رہتا تھا - مرے کالج میگزین میں جا بجا اس کا اعتراف کیا گیا ہے -

(۴) مرے کالج کی ایک مختصر سی صد سالہ تاریخ انگریزی کتابچہ کی صورت میں شائع ہوئی ہے - اس میں بھی میر صاحب کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے -

سکاچ مشن کی وجہ سے ادھ صدی قبل علمی دنیا اور انگریز حاکم میر حسن سے متعارف ہو چکے تھے - ان کے شاگردوں نے اپنے اُستاد کو اعلیٰ حاکموں سے متعارف کرانے میں حصہ لیا تھا جن میں ایک اقبال بھی تھا - میر صاحب سر سید احمد خاں کے ساتھیوں میں سے تھے ان کی رفاہی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیتے تھے - ضلع سیالکوٹ کے مسلمانوں کے ایک اجلاس منعقدہ ۴ اپریل ۱۸۹۷ء بمقام عید گاہ سیالکوٹ میں ایک پُر مغز اور مدلل تقریر کرتے ہیں - اس تقریر میں آپ کسی مذہبی انداز میں انگریزی حکومت اور ان کی رفاہی پالیسیوں میں رطب اللسان نظر آتے ہیں - کیا اس مدلل تقریر سے فرنگی حاکم واقف نہیں ہوئے ہوں گے -

میر صاحب ضلع سیالکوٹ میں رفاہی کاموں میں اور خصوصاً تعلیمی شعبوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے - ضلع بھر میں آپ لائق ترین انسان تھے - سیالکوٹ کا ضلع صوبہ پنجاب میں تھا - اس لیے یہ یقینی امر ہے کہ پنجاب کا گورنر میر حسن سے متعارف ہو -

میر صاحب کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر سید علی نقی گورنر ہاؤس پنجاب ، لاہور میں تقریباً ۱۹۰۵ء سے لے کر ۱۹۲۵ء تک میڈیکل انچارج رہے - کیا ڈاکٹر سید علی نقی کی وجہ سے پنجاب کا گورنر ان کو نہیں جانتا تھا ؟ بہت کم ہندوستانیوں کو ایسا عہدہ حاصل تھا - ڈاکٹر صاحب کا باپ کوئی ان پڑھ شخص نہیں تھا بلکہ پنجاب بھر میں اس کی قابلیت اور علمیت کا چرچا تھا - پڑھا لکھا طبقہ ان کی راہ میں آنکھیں بچھاتا تھا -

روایت[1] ہے کہ خطاب کے دو محرک تھے - ایک شیخ عبدالقادر اور دوسرے سر فضلِ حسین - کلام اقبال کے سلسلے میں شیخ عبدالقادر کی رائے ایک سند ہے - شروع شروع میں آپ ہی نے اقبال کے کلام کو اپنے رسالے "مخزن" کی پہلی جلد اپریل ۱۹۰۱ء کی زینت بنایا تھا اور اس طرح تحریری طور پر پڑھے لکھے طبقے سے اقبال کو متعارف کرانے والے آپ ہی پہلے شخص ہیں - شیخ صاحب کو استاد محترم سید میر حسن کی علمیت اور قابلیت کا بخوبی اندازہ تھا - میر صاحب کے دوسرے بیسیوں شاگردوں سے ان کا واسطہ

---

۱ - سید محمد جعفر بن سید محمد عبداللہ بن ڈاکٹر سید علی نقی -

بڑا ہوگا ۔ اور وہ ان کی قابلیت سے آگاہ ہوگئے ہوں گے ۔ سر فضل حسین (م ۔ ۱۹۳۶) نے قانون کی ڈگری لے کر ۱۹۰۱ء میں سیالکوٹ میں پریکٹس کا آغاز کیا ۔ اس طرح میر صاحب جیسی علمی و ادبی شخصیت سے انہیں متعارف ہونے کا موقعہ ملا ۔ وہ خود کہتے ہیں کہتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء میں پہلی بار وہ میر صاحب سے ملے تھے اور

> "Formed the highest possible opinion of his scholarship, his truly Islamic culture, his remarkable clearness of thought and speech, and his simple living and high thinking. To know him was to love him. . . . . and his loss, consequently, I consider, as a great loss to the ISLAMIC WORLD."

اور پھر سر فضلِ حسین ان دنوں پنجاب کے وزیر تعلیم (۱۹۲۱-۲۳)[۱] بھی تھے ۔ پنجاب سے تعلق رکھنے والی کسی علمی و ادبی شخصیت کی اس دفعہ باری تھی ۔ اور پنجاب میں ان دنوں میر صاحب سے زیادہ فاضل شخصیت کون ہوگی ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال کی تحریک سے قبل میر صاحب کو خطاب دلوانے کا خیال ان دو شخصیتوں کے ذہنوں میں پرورش پا چکا تھا ۔ اس تحریک کی آخری کڑی اقبال ہیں جنھوں نے مناسب موقعہ و محل سمجھتے ہوئے ان دونوں کے خیالات کو اپنے خیال سے ہم آہنگ کرتے ہوئے پنجاب کے گورنر سے سفارش کر دی ۔

۱۹۲۲ء کے آخری دنوں میں گورنر پنجاب میکلیگن نے ڈاکٹر

---

۱ - مکاتیب میاں فضل حسین ۔ ڈاکٹر وحید احمد ، لاہور ۱۹۷۶ء (انگریزی) صفحہ ۶۳۰ ۔

محمد اقبال کو گورنر ہاؤس پنجاب لاہور میں دعوت دی ۔ گورنر کے ہاں لندن سے ”لندن ٹائمز“ کا نمائندہ ٹھہرا ہوا تھا ۔ وہ ڈاکٹر صاحب سے ملنے کا متمنی تھا ۔ گورنر ہاؤس میں کھانے کے بعد گورنر صاحب ڈاکٹر صاحب سے ”سر“ کے خطاب سلسلے میں گفتگو کر چکے تو کہنے لگے کہ شمس العلما کے خطاب کے لیے اس دفعہ پنجاب کی باری ہے ۔ میں نے چند سرکردہ مسلمانوں سے کہا ہے کہ وہ کوئی موزوں نام تجویز کریں ۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی مناسب نام ہو تو بتائیں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا : ”اس شرط پر بتاتا ہوں کہ اس کے بعد کسی اور نام پر غور نہ کیا جائے ۔“

گورنر نے اس اقرار سے پہلے کچھ تامل کیا اور پھر کہا ۔ ”اچھا ! نام بتائیں“۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے استاد محترم سید میر حسن (سیالکوٹی) کا نام لیا ۔ گورنر فرمانے لگے : ”اس سے قبل یہ نام نہیں سنا ۔ اچھا یہ بتائیے کہ انھوں نے کون کون سی کتابیں تصنیف کی ہیں ۔ جواب دیا کہ انھوں نے کوئی کتاب تو تصنیف نہیں کی ، لیکن میں اُن کی زندہ تصنیف آپ کے سامنے موجود ہوں ، جسے گھر بلا کر ”سر“ کے خطاب کی پیش کش کی جا رہی ہے ۔ ڈاکٹر صاحب گورنر پنجاب سے رخصت ہوئے اور چند قدم جا کر پھر واپس آ گئے اور کہا : ”ایک اور شرط بھول گیا ہوں کہ اگر شمس العلماء کے خطاب کی سفارش منظور ہو جائے تو میرے ضعیف العمر استاد کو یہ سند لینے کے لیے سیالکوٹ سے لاہور آنے کی زحمت نہ دی جائے ۔“

یہ شرط بھی گورنر پنجاب نے منظور کرلی ۔ چنانچہ یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو میر حسن کو خطاب شمس العلماء کی سند ، سفید ریشمی

چوغا، کلّا اور سفید چاندی نما میڈل ان کے صاحبزادے ڈاکٹر سید علی نقی کو عطا کیا ۔ علی نقی نے اپنے بیٹے سید محمد عبداللہ (المتوفی ۲۱ فروری ۱۹۷۸ء) کے ذریعہ یہ چیزیں اپنے والد ماجد سید میرحسن کے پاس سیالکوٹ پہنچا دیں ۔

خطاب کے بعد انہی دنوں ڈاکٹر صاحب کی علی نقی سے گورنر ہاؤس میں ملاقات ہوئی ۔ ڈاکٹر صاحب نے انھیں ان کے والد کے خطاب یافتہ ہونے پر مبارکباد دی ۔ علی نقی نے اس پر فوراً کہا : جی ہاں ! میں نے انھیں اس سلسلے میں ایک خط لکھا تھا جس کا جواب آج ہی مجھے ملا ہے کہ :

”میں خطاب سے اتنا ہی ڈرتا ہوں جتنا عتاب سے“[1]

پنجاب کے گزٹ ۱۹ جنوری ۱۹۲۳ء پارٹ ۲، صفحہ ۱۱ پر شمس العلماء کے خطاب کی اس طرح نوٹیفیکیشن ہوئی ہے :—

No : 12—GEN.

His Excellency the VICEROY AND GOVERNOR-GENERAL is pleased to Confer upon MOULVI MIR HASSAN, Professor of Arabic, Murray College SIALKOT, Punjab, the title of SHAMS-UL-ULAMA, as a personal distinction.

J. P. THOMPSON
Political Secretary
to the Government of INDIA.

اسی گزٹ کے صفحہ ۱۰ پر اقبال کو ”نائٹ ہڈ“ کے خطاب عطا کرنے کا اعلان ہے ۔

۱۔ روزگارِ فقیر حصہ اول ۔ فقیر سید وحیدالدین صفحہ ۱۰۹ ۔

آزاد :

محمد حسین آزاد (۱۸۳۲-۱۹۱۰) عربی زبان و ادب کے پروفیسر تھے ۔ اورنٹیل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ۱ اکتوبر ۱۸۸۴ء سے ۱۵ اکتوبر ۱۸۸۹ء تک تعلیم دیتے رہے ۔ آزاد میر صاحب کے گہرے دوست تھے ۔ میر صاحب جب کبھی لاہور جاتے ، آزاد ہی کے ہاں قیام فرماتے ۔ آزاد ، میر صاحب کی اردو ، عربی اور فارسی میں قابلیت کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں :-

"صرف مولوی صاحب کے شاگرد ہی اردو ، فارسی اور عربی صحیح پڑھ سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں ۔"[1]

حالی :

خواجہ الطاف حسین حالی (۱۸۳۷-۱۹۱۴) چونکہ سرسید کے مکتبِ فکر کے علمبردار تھے لہذا یہ فطری امر تھا کہ اسی یگانگتِ فکر کی بنا پر دونوں ہم عصر شخصیتوں میں نامہ و پیام ہوتا رہا ہو لیکن تلاش بسیار کے باوجود کوئی ایسی دستاویز دستیاب نہیں ہو سکی ۔ البتہ "حیات جاوید" میں حالی نے سر سید کی وفات پر اقبال اور میر حسن کے تاریخی مادے درج کیے تو ان کا نام درج نہ کیا ۔ میر صاحب نے حالی کو ان کی فروگذاشت سے مکتوب کے ذریعہ آگاہ کیا ۔ حالی نے جوابی مکتوب میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور وعدہ کیا کہ دوسرے ایڈیشن میں اس غلطی کا ازالہ کر دیا جائے گا[2] ۔ مگر کبھی وعدہ ایفا نہ ہو سکا ۔

---

۱ ۔ مرے کالج میگزین ، سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر ، حصہ انگریزی صفحہ ۵ ۔
۲ ۔ روایات اقبال ، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔ صفحہ ۴۲ ۔

نواب محسن الملک :

نواب محسن الملک مہدی علی (۱۹۰۷ - ۱۸۳۷) کو سر سید کے عقلی افکار و نظریات قبول کرنے والوں میں اولین مقام حاصل ہے۔

لاہور کے اجلاس (محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس) میں جو غالباً ۱۸۹۵ء میں منعقد ہوا ، میر صاحب سے داخلے کا ٹکٹ کہیں کھو گیا ۔ بارش شروع ہو گئی ۔ میر صاحب جلسے میں داخل ہونے لگے تو رضا کاروں نے روک لیا ۔ نواب صاحب نے دور سے آپ کو دیکھا تو پکارے "ارے ان کو روکتے ہو ، جنھوں نے کانفرنس بنائی ۔" پھر نواب صاحب خود آگے بڑھے اور میر صاحب کو ساتھ لیا اور ڈائس پر بٹھایا ۔[1]

محمد شفیع ڈاکٹر ، مولوی

پروفیسر محمد شفیع (۱۹۶۳ - ۱۸۸۳) نے اسلامیہ کالج لاہور سے ۱۹۰۳ء میں بی ۔ اے کیا ۔ ۱۹۰۵ء میں فارمن کرسچن کالج لاہور سے ایم ۔ اے انگریزی اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۱۳ء میں ایم ۔ اے عربی کی ڈگری لی ۔ ۱۹۱۹ء میں کیمبرج سے ایم ۔ اے عربی کی ڈگری حاصل کی ۔ اورینٹل کالج لاہور میں فروری ۱۹۱۹ء سے ستمبر ۱۹۴۲ء تک پروفیسر عربی رہے ۔ اس کے علاوہ اسی درس گاہ میں آپ ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء سے ۳۰ ستمبر ۱۹۴۲ء تک پرنسپل رہے ۔ اس سے قبل ۱۹۲۱ء سے آپ وائس پرنسپل تھے ۔[2]

---

۱ ۔ روایات اقبال ، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۱۷ ۔

۲ ۔ اورینٹل کالج میگزین ، لاہور اگست ۱۹۶۳ء صفحات ۲۱۰ ، ۲۱۳ اور اردو انسائیکلوپیڈیا ۔ فیروز سنز ، لاہور ۱۹۶۸ء ۔ صفحہ ۱۲۹۰ ۔

عربی زبان و ادب سے لگاؤ کی وجہ سے میر صاحب کے ان سے گہرے تعلقات تھے ۔ میر صاحب اپنے پوتے سید محمد عبداللہ بن ڈاکٹر سید علی نقی کو ایک مکتوب مورخہ ۷ جنوری ۱۹۱۳ء میں لکھتے ہیں :

"پروفیسر محمد شفیع صاحب نے جو جگہ بتائی ہے ، وہ قبول کر لینی چاہیے ۔ ساٹھ روپیہ تنخواہ ہے ۔ علاوہ بریں اور بھی کئی قسم کی اعانت طلباء کو تعلیم میں مدد لینے سے مل سکتے ہیں ۔ خیر اگر وہ نہ بھی ہو تو ساٹھ تو یقینی ہے ۔ میرے خیال میں فارغ اور بیکار بیٹھنے سے تو یہ ہر صورت بہتر ہے ۔ اگر آپ کو منظور ہو تو پروفیسر صاحب کو بواپسی ڈاک مطلع کر دیں کہ میں جانے کو تیار ہوں اور مجھے قبول ہے ۔ دنیا میں سب سے زیادہ ضروری چیز آسائش کے لیے روپیہ ہے ۔ پر جتنا مل جائے اسے غنیمت سمجھو ۔"

ان کے علاوہ علی گڑھ کے پروفیسر محمد شفیع ، چوہدری برکت علی اور سردار خان ۔ لاہور کے خان بہادر محمد شفیع ، محمد برکت علی خان بہادر ۔ ندوہ کے سید سلیمان ندوی سے بھی اچھے تعلقات تھے ۔ سر سید کے لڑکے سید محمود اور پوتے سید راس مسعود سے بھی تعلقات تھے جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے ۔

مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا صاحب کی سیالکوٹ میں ملازمت کے دوران میر صاحب سے ان کے دوستانہ تعلقات قائم ہو چکے تھے ۔ مرزا صاحب جب

قادیان واپس چلے گئے اس وقت بھی میر صاحب کا ان سے ملنا جلنا ہوتا رہتا تھا ۔ سر سید کے ساتھ خط و کتابت میں میر صاحب کی مرزا غلام احمد کے عقائد کے متعلق گفتگو ہوتی رہتی تھی ۔ ۱۹۲۱ء میں قادیانی طبقہ نے جب اپنے بانی غلام احمد کی زندگی کے حالات قلمبند کرنے چاہے تو انھوں نے میر حسن سے اس سلسلے میں رجوع کیا ۔ میر حسن نے اپنے دو خطوط میں مرزا صاحب کے اخلاق و کردار کی تصویر کھینچی ، جسے شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر ''الحکم'' نے اپنے اخبار میں شائع کیا ۔ بعد کے مصنفین نے بھی اپنے آقا مرزا غلام احمد کے پاکیزہ اخلاق اور اسلام سے وابستگی کے ثبوت میں میر حسن کی رائے ہی کو دہرایا ہے ۔ یہاں تک کہ تاریخِ احمدیت بھی میر صاحب کی رائے کے بغیر نا مکمل رہتی ہے ۔

——:o:——

باب ۸

کتب خانہ

کسی علمی و ادبی شخصیت کے کتب خانہ سے اس کی علمیت و قابلیت کا ہم صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں ۔ علمی و ادبی تحریروں کو جمع کرنا علمی شخصیت کا ایک بہترین مشغلہ ہوا کرتا ہے ۔ میر صاحب میں بہ یک وقت دونوں صفات اپنی انتہا پر تھیں ۔ ایک طالب علموں کو تعلیم دینا اور دوسرا علم و ادب کی کتابوں کو جمع کرنا ۔ میر صاحت کے پاس اچھا خاصا کتابوں کا ذخیرہ تھا ۔ یوں تو آپ عربی ، فارسی ، اردو ، ہندی ، گرمکھی اور پنجابی جانتے تھے ، یہ زبانیں لکھ سکتے تھے ، پڑھ سکتے تھے ۔ ہندی اور گرمکھی کے علاوہ باقی زبانیں بول سکتے تھے ۔ مگر عربی ، اردو اور فارسی کی کتابیں جمع کرنا ان کا شوق تھا ۔ اس ذخیرۂ کتب سے ان کے ذوق و شوق اور اعلیٰ مزاج کا صحیح انداز ہوتا ہے ۔ ان کے کتب خانہ میں یقیناً سینکڑوں کتابیں ہوں گی مگر صد افسوس کہ ان کے وارثوں نے صحیح طور پر اس ذخیرہ کو محفوظ نہ کیا اور نہ ہی کسی علمی ادارے کو اس سے مستفید ہونے کا موقعہ دیا ہے ۔ میر صاحب کی وفات کے بعد ان کا کتب خانہ ان کے چھوٹے صاحبزادے سید محمد ذکی کی تحویل میں تھا ۔ میر صاحب کے پوتے سید محمد عبداللہ ان دنوں دہلی میں سب جج تھے ۔ دادے اور پوتے کی کتابوں کی ایک بڑی تعداد چوری ہوگئی اور اس طرح ان کا کتب خانہ محفوظ نہ رہ سکا ۔ اس کے علاوہ ان کے رشتہ داروں میں جس کسی کا داؤ لگا ، وہ ایک

آدھ کتاب لے کر چلتا بنا - یہی حال میر صاحب کے خطوط اور دوسری نادر تحریروں کا ہوا - کسی نے ان کو محفوظ کرنے کی کوشش نہیں کی - دوسری بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کا کوئی لڑکا یا کوئی پوتا السنہ شرقیہ سے ان جیسی محبت کرنے والا نہیں تھا - میر صاحب کے مزاج جیسا کوئی شخص نہیں تھا - اس لیے اس ذخیرہ السنہ شرقیہ کو محفوظ کرنے کی کسی نے کوشش نہیں کی - میری نظر سے ۵۵ کتابیں گزری ہیں جو میر صاحب کے کتب خانے سے کسی نہ کسی طرح بچ گئی ہیں - مگر ان کی حالت بھی بڑی خستہ ہے - ان میں سے کئی اتنی زیادہ کرم خوردہ ہیں کہ ان کے نام بھی صحیح طور پر نہیں پڑھے جا سکے - پہلی آٹھ کتابیں سید معظم علی حال مقیم ۸۵ - رستم پارک ، سمن آباد لاہور کے پاس ہیں - ان کے پاس میر صاحب کا وہ قرآن پاک بھی ہے جس پر آپؒ سر سید احمد خان کا اردو ترجمہ قرآن مجید میں لگے ہوئے سفید کاغذوں پر لکھتے تھے - دوسری کتابیں سیالکوٹ میں ان کے آبائی مکان میں موجود ہیں :

۱ - دیوان الجھاویہ : جزء اول ، قانون اول - شوال ۱۲۹۱ھ -

۲ - میبذی : حسین بن معین الدین - منشی نولکشور - کانپور - اگست ۱۸۷۱ء -

۳ - کتاب دیوان الحماسۃ - حبیب بن اوس - وکٹوریہ پریس لاہور ۱۲۸۸ھ -

۴ - رسالہ مجالہ بجواب اعتراضات شخصے مجہول الاسم : مولوی لثیق الدین - مطبع مظہر العجائب کلکتہ ۱۸۷۱ء -

۵ ۔ بسمط جواہر فرائد النبحوز : مطبع الحیدری ۱۲۹۱ھ ۔

۶ ۔ حدیقۃ الافراح لازحۃ الاتراح : احمد بن علی بن ابراہیم ایمنی شروانی ۱۳۰۵ھ ۔

۷ ۔ الف لیلہ لیلہ : جزالثانی ۱۳۰۸ھ ۔

میر صاحب نے عربی زبان میں اس کتاب کی فہرست خود مرتب کر کے اس کے شروع میں چسپاں کی ہے ۔

۸ ۔ نہج البلاغۃ : امام علی بن ابی طالب ۔ محمد بن احمد الحسینی ۔ مصر ۱۳۲۸ھ ۔

۹ ۔ المفردات فی غریب القرآن : الشیخ ابی القاسم الحسین بن محمد ۔ مصر ۔

۱۰ ۔ الدین الخالص : مطبع الانصاری دہلی ۔ ۱۳۱۱ھ ۔

من ید عبدالواحد و عبدالرحیم بن عبداللہ الغزنوی ۔

۱۱ ۔ سُلم الادب ۔ مترجم : عربی حکایات کا اردو ترجمہ ہے ۔

۱۲ ۔ انٹرمیڈیٹ کورس : عربی زبان کا نصاب ۔

۱۳ ۔ النصیب الاخرمن کتاب الدین الخالص ۔ دہلی ۔

۱۴ ۔ الاقتراح : مطبع مجتبائی دہلی ۔ ۱۳۱۲ھ صفحات ۸۸ ۔ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی ۔

۱۵ ۔ شرح شذورالذاہب فی معرفۃ کلام العرب : الامام ابن ہشام الانصاری ۔

۱۶ - الکتاب الرابع من الدروس النحویہ : حفنی افندی ناصف و محمد افندی و باب والشیخ مصطفٰی طموم و محمود افندی عمر - مصر ۱۳۱۶ھ -

۱۷ - المقدمۃ التاسعۃ -

۱۸ - الترکیب بالصفحۃ الہندسہ بہندسہ -

۱۹ - دیوان حسان بن ثابت انصاری : ڈاکٹر جی - ڈبلیو لیٹز - مطبہ انجمن پنجاب ، لاہور - ۱۸۷۸ء صفحات ۱۲۹ - آخری کچھ صفحات غائب ہیں -

۲۰ - قرآن مجید : مترجم مع فرہنگِ جدید - شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد - شمسی پریس دہلی - ۱۳۲۷ھ صفحات ۶۴۳ -

۲۱ - گلستان : منشی نولکشور -

۲۲ - چہار عنصر بیدل -

۲۳ - دیوان بیدل : مطبع نولکشور - ۱۲۸۷ھ (دسمبر ۱۸۷۷ء) صفحات ۲۹۲ -

۲۴ - نکات بیدل -

۲۵ - رقعاتِ بیدل : صفحات ۲۱۵ -

۲۶ - چہار عنصرِ بیدل : نولکشور ۱۲۸۷ھ -

۲۷ - گفتار چہل و نہم : شاداں -

۲۸ - ابوالفضل : دفتر اول ، دوم ، سوم -

۲۹ - نظم کا انتخاب الف لیلی سے : ایک صفحے پر عربی ہے اور سامنے کے صفحے پر اس کا اردو ترجمہ ہے -

۳۰ - کاروائی اجلاس آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس بمقام علی گڑھ - دسمبر ۱۹۱۶ء -

۳۱ - دیباہ رومی : ۱۲۷۸ھ مولوی محمد خیر الدین خان بہادر محمود جنگ اسلام بولی ، رومی ، ترکی زبان کا رسالہ موسوم بہ -

۳۲ - النبوت فی الاسلام نبوت و رسالت کی وحی -

۳۳ - احکام طعام اہلِ کتاب : سید احمد منشی نول کشور کانپور - ۱۸۶۸ء -

۳۴ - کلمۃ الحق : سید احمد ۱۲۶۶ھ (۱۸۴۹ء) -

۳۵ - راہ سنت در رد بدعت : سید احمد ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۰ء) -

۳۶ - بیان مسئلہ تصور الشیخ : ۱۲۶۹ھ (۱۸۵۲ء) -

۳۷ - جلاء القلوب بذکرالمحبوب -

۳۸ - تحفہ حسن : ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء) صفحات ۷۱ -

۳۹ - تہذیب الاخلاق : جلد ششم نمبر ۱۵ - یکم ذلحجہ ۱۳۰۷ھ (۱۲۹۲ء) -

۴۰ - تہذیب الاخلاق : جلد ششم - یکم رجب ۱۳۰۶ نبوی ۱۲۹۲ هجری -

۴۱ - رامائن مسیحی -

۴۲ - علومِ طبعیہ : مڈل مدارس کے لیے -

۴۳ - نتیجۂ تحریر اقلیدس ؛ بحکم "فلر - سرکاری مطبع ۱۸۶۱ء -

۴۴ - جام جہاں نما : شیو پرشاد - دوسری جلد -

۴۵ - کاروائی جلسہ ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء جمعۃ المبارک - انجمن حمایت اسلام -

۴۶ - احسن البیان فی تحقیق مسلۃ الطوفان : ۶ اپریل ۱۸۹۹ء لاہور ص ۱۶۸ -

۴۷ - گلستان مسرت : مطبع نامی گرامی اسلامی لاہور ۱۲۶۷ھ -

۴۸ - دھرم شاستر : نول کشور لکھنؤ - ۱۸۶۵ء -

۴۹ - جیومیٹری ، الجبرا (فارسی زبان میں) -

۵۰ - ترجمہ حصن حصین : قول قین -

مندرجہ ذیل کتب بریگیڈئر ڈاکٹر سید محمد جعفر صاحب کے پاس ہیں :

۵۱ - تہذیب الاخلاق : جلد اول و دوم -

۵۲ - حجۃ الہند : مطبع فاروقی - دہلی -

۵۳ - تحفۃ الہند : محمد عبیداللہ - مطبع فاروقی - دہلی -

۵۴ - تزک جہانگیری : مرتبہ سر سید احمد خاں - علی گڑھ (۱۸۶۴ء/ ۱۲۸۱ھ) فارسی زبان میں ہے - کل صفحات ۴۲۶ -

۵۵ - قرآن مجید : کانپور - ترجمہ کے بغیر ہے - آیات کے نمبر میر حسن نے سرخ روشنائی سے لکھے ہیں -

میر حسن اور انگریزی

میر صاحب چونکہ ایک ایسی درسگاہ میں استاد تھے ۔ جہاں عیسائیوں اور عیسائی مشنریوں کی وجہ سے انگریزی زبان کی حکمرانی تھی اسی لیے اس فرنگی زبان سے واقف ہونا ایک لازمی امر تھا ۔ میر صاحب برائے نام انگریزی نہیں جانتے تھے بلکہ کچھ سوجھ بوجھ رکھتے تھے ۔ سر سید اور ان کے ساتھیوں سے گہرے تعلقات ہونے کی بنا پر آپ انگریزی کی تحصیل کو اچھا فعل سمجھتے تھے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ موجودہ صدی کی دوسری دہائی کے بعد انگریزی مناسب حد تک جاننے لگے تھے ۔ مگر افسوس ہے کہ ان کی کوئی انگریزی تحریر نہیں ملی اور نہ انگریزی دستخط ہی دستیاب ہوئے ہیں ۔ تنخواہ وصول کرتے وقت وہ ہمیشہ اردو ہی میں دستخط کیا کرتے تھے ۔

پنجاب یونیورسٹی سے جب یہ ہدایات جاری ہوئیں کہ عربی اور فارسی کے طلبا جوابات انگریزی میں لکھا کریں تو میر صاحب نے اپنے شاگردوں کو انگریزی ترجمے کی مشق کرانے کا فیصلہ کیا ۔ شاگردوں سے انگریزی بائیبل منگوا کر پڑھواتے اور خود بائیبل سے لفظوں کا مقابلہ کرا کے انہیں عربی سے انگریزی میں منتقل کرنے کی مشق کراتے ۔ بعد میں میر صاحب نے ذاتی طور پر انگریزی میں کچھ سوجھ بوجھ حاصل کرلی تھی ۔

شیخ رکن الدین (ریٹائرڈ سیشن جج) طالب علمی کے دور کا ایک واقعہ قلمبند کرتے ہیں : ”میر صاحب کسی قدر انگریزی سے

بھی واقف تھے ۔ اکثر فارسی سبق کے دوران اپنے شاگردوں سے خاص خاص الفاظ کے انگریزی مترادف پوچھا کرتے ۔ ایک دفعہ ہماری جماعت کے بابو گوروداس سے پوچھا کہ فردوس کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں ۔ اس نے Paradise بتایا تو بہت خوش ہوئے ۔ میں نے Heaven بتایا تھا ۔ مولوی صاحب نے کہا کہ نہیں ۔ بابو گوروداس والا لفظ خوب رہے گا کہ خود فردوس کی دوسری شکل ہے ۔''[۱] مگر یہ واقعہ ۱۸۸۶ء اور ۱۸۸۷ء کا ہے ۔

چونکہ آپ سر سید کے احباب میں سے تھے ۔ آزاد ، حالی ، شبلی ، ڈپٹی نذیر احمد ، محسن الملک ، سر راس مسعود اور سید سلیمان ندوی کے بھی دوست تھے ۔ اس لیے مسلمانوں میں جدید علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کے حامی تھے اور اس طرح آپ انگریزی زبان و ادب کو اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ طلباء کو انگریزی کی تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیتے تا کہ وہ زندگی میں ترقی کر سکیں ۔ مولوی جمشید علی راٹھور جنھوں نے بعد میں پی ایچ ۔ ڈی کی ڈگری لی ، کو انگریزی میں شاعری کرنے کا مشورہ دیا ۔

میر صاحب کے اپنے پوتے سید محمد عبداللہ فارمن کرسچن کالج لاہور میں ۱۹۰۸ء میں داخل ہوتے ہیں ۔ ۱۹۱۰ء میں ایف اے کر کے آپ علی گڑھ کالج سے ۱۹۱۲ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کرتے ہیں ۔ تعلیم کے دوران دادے اور پوتے کے درمیان باقاعدہ

---

۱ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر صفحہ ۳ ۔

خط و کتابت رہی ۔ عبداللہ کا انگریزی تعلیم کا حاصل کرنا میر صاحب کے نزدیک ایک اچھا قدم تھا ۔ میر صاحب کے لڑکوں اور لڑکیوں نے اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلا کر ان کو معاشرے میں اعلیٰ مقام عطا کیا ۔

حکمت سے شغف

طب میر صاحب کا آبائی پیشہ تھا ۔ ان کے دادا میر ظہور اللہ سیالکوٹ شہر میں اپنے دور کے مانے ہوئے طبیب تھے ۔ ان کے دونوں صاحبزادے میر محمد شاہ اور میر فیض اللہ بھی اپنے اس جدی پیشے کو اپنائے ہوئے تھے ۔ میر فیض اللہ کے صاحبزادے میر حسام الدین سیالکوٹ شہر اور اس کے گرد و نواح کے قصبات و دیہات کے مریضوں کے لیے فرشتۂ رحمت کی حیثیت رکھتے تھے ۔

میر حسن بھی اپنے اس جدی پیشہ میں کسی سے کم نہ تھے ۔ گھر پر آپ نے اپنے والد ماجد سے علمِ طب کی تعلیم حاصل کی ۔ خاندانی مناسبت ، ذاتی جوہر اور ذوق فراواں نے ان کو ایک نہایت فاضل طبیب بنا دیا تھا لیکن انکسار کا یہ عالم تھا کہ کبھی خود کسی بیمار شخص کے لیے علاج تجویز نہیں فرمایا بلکہ مریضوں کو حکیم نور الدین اور حکیم حسام الدین کے پاس جانے کا مشورہ دیتے ۔ بعد میں حکیم عبدالعزیز سے علاج کرانے کے لیے کہتے۔ حکیم عبدالعزیز کی زبان سے میر صاحب کا شغف علمِ طب کے متعلق سنیں :

''حمیات قانون شیخ الرئیس عربی زبان میں علمِ طب کی ایک دقیق ترین کتاب ہے ۔ میرے زمانۂ تعلیم تک ہندوستان بھر

میں حکیم عبدالمجید خاں صاحب دہلوی اور حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنوی اس کتاب کو سمجھنے اور پڑھانے میں استاد مانے جاتے تھے اور بحیثیت طالب علم مجھے از حد قلق تھا کہ مجھے ان اساتذہ فن میں سے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کی سعادت نصیب نہ ہوئی لیکن جب میں نے یہ کتاب مولوی میر حسن صاحب سے پڑھنی شروع کی تو حضرت مولوی صاحب نے اس علم و فن کی باریکیوں کو اس قدر صفائی ، سلاست اور مہارت سے بیان فرما کر میرے ذہن نشین کرا دیا کہ وہ سارا قلق اور تمام دشواریاں کافور ہو گئیں ۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے یہ کتاب ایک فاضل روزگار سے پڑھی اور خوب سمجھ کر پڑھی ۔"[1]

میر صاحب کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر سید علی نقی ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جب سیالکوٹ سے باہر تشریف لے گئے تو آپ نے ان کو عربی طب کی ایک کتاب قانونچہ کا ترجمہ کر کے بھیجا ۔

شیخ رکن الدین ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج کا بیان ہے کہ ایک بار ان کو کھانسی کی شکایت ہوئی ۔ مولوی صاحب نے ان کو حکیم نورالدین کے پاس جموں بھیجا ۔ ایک ماہ تک ان کے علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ مگر مولوی صاحب کے اپنے نسخے سے دو دن میں آرام آ گیا ۔[2]

۱ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر ۔ صفحہ ۱۸ ۔

۲ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر ۔ صفحہ ۴ ۔

چونکہ میر صاحب کو تھوک اور پیشاب سے نفرت تھی اس لیے طبیعت کو حکمت کی طرف چنداں رغبت نہ ہوئی۔

گھر میں بچوں کی عام بیماری کا آپ خود علاج کر لیا کرتے تھے۔ اگر کوئی پیچیدہ مرض ہوتا تو آپ پیشہ ور طبیبوں سے علاج کراتے تھے۔ حکیم نور الدین اور حکیم حسام الدین سے باقاعدگی سے علاج کراتے۔

لباس :

میر صاحب کا لباس سادا ہوا کرتا تھا۔ سفید قمیض اور سفید پاجامہ زیب تن کرتے۔ دونوں کندھوں پر دونوں جانب قمیض کے بٹن ہوتے تھے۔ سر پر پگڑی باندھتے، پگڑی کے اوپر دوپٹہ کی طرز کا ایک بڑا سا رومال ہوتا جس میں بوقتِ ضرورت بازار سے سودا سلف بھی باندھ کر لے آتے۔ کالج جاتے وقت اس کے پلے میں ٹائم پیس بھی باندھ کر لے جاتے تھے۔ کبھی کبھی ٹائم پیس علاحدہ ہاتھ میں پکڑ کر لے جاتے۔

سردیوں میں رات کے وقت کھدر کا لحاف اور کھدر کا گدا استعمال کرتے۔ سوتے وقت تکیہ کے اوپر کندھے والا (سر والا) سفید رومال تہ کر کے رکھا کرتے۔ گرمیوں میں سفید ململ اور سردیوں میں سفید کھدر پہنا کرتے۔ سردیوں میں گرم لوئی استعمال کرتے اور روئی سے بنا ہوا پاجامہ اور روئی سے بنی ہوئی کوٹی پہنا کرتے۔ آج سے ۳۰ برس پہلے یہ لباس سردی کے موسم میں معمر لوگوں میں کافی رائج تھا۔ پاؤں میں چمڑے کی بنی ہوئی قصوری

جوتی پہنتے ۔ سر پر پگڑی کے علاوہ کبھی کبھی ترکی ٹوپی بھی پہنتے تھے ۔

سراپا :

آپ کا قد درمیانہ تھا ۔ گندمی رنگ تھا ۔ سر پر سیاہ بال تھے ۔ سیدھی مانگ نکالا کرتے تھے ۔ خضاب اور مہندی کا استعمال کرتے تھے ۔ بالوں میں سرسوں کا تیل لگاتے ۔ خوشبو استعمال نہیں کرتے تھے ۔ دن میں نماز پڑھنے سے قبل مسواک کیا کرتے تھے ۔ ۱۹۲۵ء سے آپ کی کمر خمیدہ ہوگئی تھی ۔ بینائی کمزور ہو جانے پر چلتے وقت چھڑی کا استعمال کرنے لگے تھے ۔

خوراک

میر صاحب اللہ والے تھے ۔ نیک اور سیدھے سادے انسان تھے ۔ اس لیے آپ کی خوراک بھی سادہ اور کم ہوا کرتی ۔ گھر پر پکی ہوئی ہر چیز کھا لیتے ۔ مونگ کی کھچڑی کو پسند کرتے تھے ۔ سفر کی حالت میں تو ہمیشہ کھچڑی کھاتے تھے ۔ دالیں سب پسند تھیں ۔ گوشت کم کھاتے ۔ سرما میں سرسوں کا ساگ کھانا پسند کرتے تھے ۔ صبح ناشتہ میں رات کی بچی ہوئی باسی روٹی مکھن کے ساتھ کھاتے تھے ۔ ان کے عم برادر میر حسام الدین بھی صبح کے وقت یہی ناشتہ کیا کرتے تھے ۔ دودھ کے شوقین نہیں تھے ۔ دہی کی لسی بڑے چاؤ سے پیا کرتے ۔ کمہاروں کی بنی ہوئی مٹی کی سرخ پلیٹ میں سالن ڈال کر کھاتے اور چھنّے میں پانی پیتے ۔ پھلوں میں کیلا بہت پسند کرتے ۔

زندگی میں بہت کم بیمار ہوئے ۔ آخری دنوں تک صحت اچھی رہی ۔ ان کے ایک شاگرد کنورسین نے ان کی صحت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ :

"Health is not kept by keeping but by forgetting it."[1]

———:o:———

۱ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر ۔ صفحہ ۴ ۔

باب ۹

وفات

۱۹۲۸ء کے نصف سال میں میر صاحب کی آنکھوں کی بینائی ضائع ہوگئی ۔ ڈاکٹر میجر اسمتھ نے آپ کی آنکھوں کا آپریشن کیا ۔ ڈاکٹر موصوف نے آپ کو سجدہ کرنے سے منع کر دیا تھا کہ کہیں دوبارہ بینائی زائل نہ ہو جائے مگر میر صاحب اللہ تعالیٰ کے حضور سر جھکانے سے کسی صورت میں اپنے آپ پر پابندی عائد نہیں کر سکتے تھے ۔ اس طرح نماز پڑھنے سے آپریشن کامیاب نہ ہو سکا اور بینائی واپس نہ آ سکی ۔ اس لیے مرے کالج سیالکوٹ کی انتظامیہ نے آپ کو کالج کی ملازمت سے مارچ ۱۹۲۸ء میں سبکدوش کر دیا ۔ اس ماہ کی پوری تنخواہ ایک سو بیس روپیہ میر صاحب نے خود وصول کی ۔ اپریل ۱۹۲۸ء کی پوری تنخواہ ایک دوسرے شخص نے میر صاحب کی جانب سے وصول کی ۔ اس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ میر صاحب اپریل کے مہینے میں آنکھوں کی بینائی سے کلی طور پر محروم ہو کر صاحبِ فراش ہوگئے تھے ۔ کالج نے آپ کی اعلیٰ درجے کی خدمات کے عوض آپ کو احسن طریقہ سے ملازمت سے سبکدوش کیا اور ا کتوبر ۱۹۲۸ء میں آپ کی مبلغ ستر روپیہ پنشن منظور کی ۔ ا کتوبر ۱۹۲۸ء سے لے کر ستمبر ۱۹۲۹ء

---

۱ ۔ سید محمد ذکی کا انٹرویو میں یہ کہنا کہ ستمبر ۱۹۲۹ء تک کی پوری تنخواہ مرے کالج نے میر صاحب کو ادا کی تھی ، درست نہیں ۔ کالج کا ریکارڈ اس کی نفی کرتا ہے ۔

تک ستر روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو پنشن ملتی رہی - وصول کرنے والے مختلف اصحاب ہوا کرتے تھے - کبھی کبھار آپ کا چھوٹا صاحبزادہ سید محمد ذکی بھی پنشن وصول کرتا تھا - کالج میگزین کے مارچ ۱۹۲۸ء میں میر صاحب کی سبکدوشی پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا ہے -[1] ستمبر ۱۹۲۸ء کے آخر ہفتہ میں آپ کی جگہ پر فیض احمد قریشی کا تقرر بطور پروفیسر عربی ہوا -[2]

آنکھوں کی بینائی کے زائل ہو جانے کی وجہ سے آپ چارپائی پر پڑ گئے - دن بدن آپ کی صحت گرتی گئی - وفات سے پہلے آپ کو کسی قسم کی بیماری نہ تھی - کمزوریٔ صحت ہی نے ان کو موت کی گود میں لا ڈالا - رحلت سے قبل آپ باقاعدگی سے پانچ وقت کی نماز ادا کیا کرتے تھے - وفات سے آدھ گھنٹہ قبل آپ نے تہجد کی نماز اللہ کے حضور ادا کی تھی - ۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو فجر کی نماز سے پہلے آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے - اس طرح آپ نے عیسوی حساب سے پچاسی سال پانچ ماہ اور سترہ دن کی عمر پائی -

اناللہِ و انا الیہِ راجعون -

آپ کے انتقال کی خبر آناً فاناً سیالکوٹ شہر میں پھیل گئی - تعلیمی ادارے ، سرکاری و نیم سرکاری اور نجی ادارے آپ کے سوگ میں بند ہو گئے - مسلمان ، ہندو ، سکھ ، عیسائی اور قادیانی غرضیکہ سب مذاہب کے لوگ اس بزرگ کے آخری دیدار کے لیے آپ کے

---

۱ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ - مارچ ۱۹۲۹ء -
۲ - مرے کالج سیالکوٹ کا پے بل بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۸ء -

دولت کدے پر حاضر ہوئے ۔ کندھا دینے کے لیے جنازے کے دونوں جانب بڑے بڑے بانس باندھ دیے گئے تا کہ زیادہ سے زیادہ عقیدت مند کندھا دینے کی سعادت حاصل کر سکیں ۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد ، عقیدت مند اور احباب جنازے میں شامل ہوئے ۔

نماز جنازہ کے لیے دوپہر کے بعد تین بجے کا اعلان کیا گیا تھا ۔ سینکڑوں سوگوار عقیدت مند دو بجے ہی عیدگاہ پہنچ گئے تھے مگر لاہور سے آنے والے چند اصحاب مثلاً ڈاکٹر سر محمد اقبال کا انتظار تھا ۔ وہ وقت پر نہ پہنچ سکے ۔ ڈاکٹر صاحب کو سیالکوٹ آنے کے لیے کوئی مسافر گاڑی نہ مل سکی ۔ آپ بذریعہ مال گاڑی لاہور سے وزیر آباد آئے اور پھر وزیر آباد سے چار بجے سیالکوٹ پہنچے ۔ نماز جنازہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے شاگرد رشید مولانا محمد ابراہیم میر نے پڑھائی ۔ میت قبرستان میں رکھ کر ڈاکٹر صاحب کا انتظار کیا گیا ۔ ڈاکٹر صاحب سیدھے قبرستان پہنچے ۔ استاد مرحوم کے آخری دیدار سے مشرف ہوئے ۔ عصر اور مغرب کے درمیانی عرصہ میں سیالکوٹ کی اس بزرگ شخصیت کو پیوند خاک کر دیا گیا ۔ اسی جگہ آپ کے والدین ، ہمشیرہ اور دوسرے عزیزوں کی قبور تھیں ۔

میر صاحب کے جنازے میں ہزاروں لوگ شامل تھے ۔ ہر مذہب اور عقیدہ کے لوگ موجود تھے ۔ جم غفیر کی وجہ سے آپ کی میت کو کندھا دینا مشکل تھا ۔ مرحوم کتنے خوش نصیب انسان تھے جن کی میت کو کندھا دینا ہر مذہب و ملت کے لوگ ذریعۂ ثواب سمجھتے تھے ۔

آپ کے سعادت مند شاگرد جن میں اکثر ہندو تھے مثلاً جگن ناتھ ، فقیر چند اور جوگی رام روزانہ آپ کی عیادت کے لیے آتے تھے - ۲۴ ستمبر ۱۹۲۹ء کو جگن ناتھ کسی وجہ سے آپ کی ملاقات کے لیے نہ آ سکا - شام کو آدمی بھیج کر بلوایا اور فرمایا - ''آج کیوں نہیں آئے -''

اس نے جواب دیا - ''آج کچھ کام تھا''۔

میر صاحب : ''بھئی ہم نے کہا تم سے مل لیں''۔

وہ مل کر گیا تو اگلے دن علی الصبح آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی -

آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر اس وقت کے مشہور روزناموں میں نمایاں طور پر شائع کی گئی - مثلاً روزنامہ ''انقلاب'' لاہور ، جلد ۴ نمبر ۸۸ یوم جمعہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۲۹ء کے صفحہ ۴ کے کالم ۳ اور ۴ پر یہ خبر ہے :-

''شمس العلماء علامہ سید میر حسن سیالکوٹی کا انتقال

علامہ اقبال کے استاد محترم

تمام ہندوستان میں یہ خبر نہایت رنج و قلق کے ساتھ سنی جائے گی کہ ۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ

---

۱ - روایات اقبال کے صفحہ ۴۳ پر یہ واقعہ ۲۱ ستمبر کا بیان کیا گیا ہے جو صحیح نہیں - چونکہ میر صاحب کی وفات ۲۵ ستمبر کو ہوئی تھی - اس لیے یہ واقعہ وفات سے ایک روز قبل کا یعنی ۲۴ ستمبر کا ہے -

کو ادیب اریب فاضل اجل حضرت قبلہ سید میر حسن صاحب سیالکوٹی نے امر دارفانی سے رحلت کی - ۲۵ ستمبر کی صبح کو یہ اندوہ ناک خبر تار کے ذریعہ علامہ اقبال مدظلہ العالی کو پہنچی - آپ پہلی ٹرین سے سیالکوٹ روانہ ہو گئے تا کہ نمازِ جنازہ میں شریک ہو سکیں - مولانا میر حسن کی وفات کا صدمہ نہ صرف ان کے اعزہ و اقارب اور ہزارہا تلامذہ ، کہ تمام قوم کو ہو گا جو ایک گرانمایہ ہستی سے تہی دامن ہو گئی ہے - علم و حکمت کے آفتاب مطلع اقوام پر ہر روز طلوع نہیں ہوتے نہ بیک وقت اتنے طلوع ہوتے ہیں کہ ایک کا غروب علم کی روشنی کے مدھم پڑ جانے کا باعث ہو -

— — — — — — — — — — — — — — —

— — — — کم و بیش ستر سال کی تدریس کے بعد غالباً ستمبر ۱۹۲۸ء[۱] میں فقدان قوتِ بینائی کی سے وجہ سے آپ نے کالج جانا ترک کیا - مشن نے از راہِ قدر دانی پنشن مقرر کر دی — — — — — مشہور ہے کہ مرحوم نے کئی کتابیں تصنیف کیں جو ان کے طبعی انکسار کے باعث آج تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکیں — — — — — — علمی و ادبی اعتبار سے آپ سر سید کے نورتنوں میں سے تھے - اپنے قدیم ہمدموں یعنی مولانا حالی ، مولوی نذیر احمد ، مولوی

---

۱ - اس کی تصحیح پیچھے کر دی گئی ہے -

ذکاء اللہ ۔ مولانا شبلی کا تذکرہ اکثر آپ کی زبان پر رہتا ۔ یوں کہیے کہ آپ سر سید کے سلسلے کی آخری کڑی تھے ۔

شاگرد: پروفیسر احمد دین اظہر ماہر صوتیات ۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال ۔ لالہ کنور سین چیف جج جموں ۔"

فضل حسین ممبر گورنر جنرلز ایگزیکٹیو کونسل نے میر صاحب کی موت کو پوری اسلامی دنیا کے نقصان سے تعبیر کیا ۔"[۱]

مرے کالج سیالکوٹ نے اپنے میگزین جلد نمبر ۵، ۶ بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء میں آپ کی وفات پر تعزیت کی قرار داد اس طرح منظور کی ۔ ۔۔ دیکھیے ضمیمہ ۔۔

اس تعزیت میں اس کا اظہار کیا گیا کہ میر حسن کی یاد میں (۱) میر حسن سکالر شپ یا (۲) کالج کے کتب خانہ میں ایک اضافی حصہ المخاطب بہ مولوی میر حسن اورینٹل سیکشن یا (۳) اگر فنڈ نے اجازت دی تو میر حسن ہال نیا تعمیر کیا جائے گا ۔

اس کے لیے باقاعدہ ایک میر حسن میموریل فنڈ کمیٹی تشکیل دی گئی ۔ مولوی جمشید علی راٹھور ایم اے ۔ ایم او ایل ، پروفیسر فارسی اس کمیٹی کے خزانچی مقرر ہوئے ۔ چیئرمین کالج کے پرنسپل ریورنڈ جان گیریٹ تھے ۔ متذکرہ شمارے میں مولوی

---

۲ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر ۔ جنوری ۱۹۳۰ء ۔ صفحہ ۱ ۔ انگریزی حصہ ۔

جمشید علی راٹھور نے میر حسن اور ریورنڈ جارج واغ سابق پروفیسر انگریزی اور پرنسپل مرے کالج کی وفات پر انگریزی میں ایک مرثیہ کہا ہے :۔ دیکھیے ضمیمہ

اسی شمارے میں یہ اعلان بھی کیا گیا کہ مرے کالج سیالکوٹ کا میگزین میر حسن نمبر کے نام سے بھی نکالا جائے گا ۔ یہ میرحسن نمبر جنوری ۱۹۳۰ء میں نکلا ۔ اردو حصہ ۱۹ صفحات اور انگریزی حصہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے ۔ ایک صفحہ پر ۲۲ اور ۳۲ سطریں بالترتیب ہیں ۔ سائز ۱۸ × ۲۴ سم ہے ۔

اردو حصہ میں یہ مضامین ہیں :۔

۱ ۔ مولوی میر حسن صاحب کے اوصافِ حمیدہ	شیخ رکن الدین ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج
۲ ۔ زندہ دلانِ پنجاب کا اپنا سر سید	شیخ ظہور الٰہی مراد بی اے ایل ایل بی ۔ وکیل سیالکوٹ
۳ ۔ مرحوم کی یاد میں	شیخ مقصود
۴ ۔ عقیدت کے پھول	محمد اسلم حیات ۔ نورتھ ایٹر
۵ ۔ مولوی میر حسن کی یاد	منشی سراج الدین المخاطب بہ خان صاحب ۔ میر منشی ریذیڈنسی کشمیر
۶ ۔ مولانا میر حسن اور طب یونانی	حکیم عبدالعزیز

انگریزی حصہ میں مندرجہ ذیل مشاہیر و شاگردوں کے مضامین ہیں :

۱ - فضل حسین	ممبر گورنر جنرلز ایگزیکٹیو کونسل
۲ - کنور سین	چیف جسٹس جموں و کشمیر - کیمپ بارہ مولہ
۳ - جگن ناتھ	گنڈا سنگھ ہائی اسکول سیالکوٹ
۴ - ڈبلیو اسکاٹ	مشنری
۵ - مولوی جمشید علی راٹھور	پروفیسر فارسی - مرے کالج سیالکوٹ سابق پرنسپل
۶ - پیٹرسن	
۷ - نرنجن داس رائے صاحب	ریٹائرڈ سینئر سب جج
۸ - کھڑک سنگھ	سیاسی لیڈر
۹ - فیض احمد قریشی	پروفیسر عربی - مرے کالج سیالکوٹ

میر حسن نمبر میں مولوی میر حسن میموریل فنڈ کے خزانچی کی طرف سے مختلف اصحاب سے چندے کی وصولی کا ذکر کیا گیا ہے - پرنسپل ریورنڈ جان گیریٹ نے ڈیڑھ صد روپیہ چندہ دیا تھا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چندہ میں کوئی خطیر رقم جمع نہیں ہو سکی - اس لیے نہ تو یہاں ایک علیحدہ ہال میر حسن کے نام پر تعمیر کیا گیا اور نہ ہی میر حسن سکالر شپ قائم کیا گیا اور نہ ہی کالج لائبریری میں میر حسن کے نام سے ایک علیحدہ اورینٹل سیکشن قائم کیا - صرف میگزین کا "میر حسن نمبر" نکالنے پر ہی اکتفا کیا گیا -

دسمبر ۱۹۳۷ء یا جنوری ۱۹۳۸ء کے مہینے میں کالج ہال کے ایک حصے کو میر حسن کے نام سے منسوب کیا گیا[۱] اور ڈائس کالج کے پروفیسر صاحبان کے چندہ سے مشترکہ طور پر تعمیر کیا گیا۔[۲]

حکیم یوسف خاں نے ۱۹۳۲ء میں جب ''نیرنگِ خیال'' کا ''اقبال نمبر'' نکالا تو اس میں ایک مضمون علامہ سر محمد اقبال کے استاذ شمس العلماء میر حسن مرحوم کے عنوان سے شیخ آفتاب احمد بی۔ اے آنرز (علی گڑھ) کا شائع ہوا تھا۔

کنورسین نے مرے کالج سیالکوٹ میں ایک اسکالر شپ اپنے باپ اور اپنے مرحوم استاد کے نام پر بھیم سین میر حسن سکالر شپ جاری کیا تھا۔ یہ اسکالر شپ اس کو دیا جاتا تھا جو عربی میں اچھے نمبر لے کر کامیاب ہوتا۔[۳]

میر صاحب کی وفات کے موقعہ پر ان کے شاگردِ رشید ڈاکٹر محمد اقبال نے یہ مادہ تاریخ نکالا:

مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن[۴]

(الانبیاء ۱۰۶)

۱۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۳۹۔ ۱۹۳۸ء جلد ۲۵۔ جنوری نمبر ۱ صفحہ ۲۱۔

۲۔ راوی پروفیسر خواجہ سعید الحسن۔ صدر شعبۂ اردو۔ مرے کالج سیالکوٹ۔

۳۔ روایاتِ اقبال۔ صفحہ ۳۰۔ مگر مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۳۹۔ ۱۹۳۸ء کے صفحہ ۱۲۱ پر یہ خبر درج ہے کہ بھیم سین میر حسن میموریل پرائز ہندی میں جگدیش لال پوری کو دیا گیا ہے۔

۴۔ تاریخِ سیالکوٹ۔ رشید نیاز۔ صفحہ ۱۰۶۔

ترجمہ : ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے ۔ (تفہیم القرآن جلد ۳) ۔

میر صاحب اپنی اولاد ، رشتہ داروں ، دوستوں اور شاگردوں کے لیے یقیناً باعثِ رحمت تھے ۔

میر صاحب نے اپنے خطوط بنام سید محمد عبداللہ میں کہیں کہیں اپنی صحت کا ذکر کیا ہے ۔ مثلاً ایک مکتوب بابت مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۱۷ء میں لکھتے ہیں :

"میں ابھی کام کرتا ہوں اور جب تک ہو سکے گا کروں گا اور یہی مناسب ہے ۔"

اسی طرح ۱۴ اپریل ۱۹۱۹ء کے خط میں لکھتے ہیں :

"کالج جاتا ہوں ، کام کرتا ہوں ، نیرنگی تقدیر پر مساعدہ کرتا ہوں اور خاموش ہوں ۔"

عمر کے ساتھ ساتھ میر صاحب کی صحت بھی گرتی جاتی تھی ۔ مگر انھوں نے درس و تدریس کے مشغلے کو نہ چھوڑا ۔ صرف اس وقت کالج سے کنارہ کشی اختیار کی جب آنکھوں کی بینائی نے جواب دے دیا ۔

زندگی کے آخری ایام تک ان کی قوتِ حافظہ بڑی تیز تھی ۔ وفات سے تقریباً دو ہفتہ قبل قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے ۔ اس کے علاوہ فارسی اور عربی کے درس و تدریس کے فرائض بھی

سرانجام دیا کرتے تھے۔ آپ کے پوتے سید مہدی علی اور سید عابد علی دن کو باری باری آپ کے کمرے میں حاضر رہا کرتے تھے تا کہ بوقتِ ضرورت ان کے احکام کی تکمیل کی جا سکے ۔ ایک روز سید مہدی علی اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر کمرے سے باہر جانے لگے تو عابد علی سے دریافت کیا کہ مہدی کہاں ہے ؟ عابد علی نے جواب میں عرض کیا کہ میں آ گیا ہوں ۔ مہدی جا رہے ہیں ۔

میر صاحب نے اس موقعہ پر کہا :

آرزدہ کر دیا ہے دلِ بے قرار نے
جاتا ہوں بار بار میں در پر پکارنے
دہرا مکان بنایا ہے رہنے کو یار نے
جب میں ادھر گیا وہ ادھر سے نکل گیا[1]

آخری آیام کا ایک دوسرا واقعہ ہے کہ سید مہدی علی نے آپ سے کہا کہ آج آپ زرد (پیلے) نظر آ رہے ہیں ۔ اس کے جواب میں میر صاحب نے فرمایا :

زرد رخ دکھلا دیا غم کا اثر بتلا دیا
ہم نے ان کو اپنا زور و زر دکھلا دیا[2]

—:o:—

۱ ۔ راوی مولوی سید میر حسن کے پوتے سید مہدی علی بن ڈاکٹر سید علی تقی ۔
۲ ۔ ایضاً ۔

باب ۱۰

احباب

جس قسم کا انسان ہوگا اسی قسم کی اس کی سوسائٹی ہو گی - اسی قسم کا اس کا دائرۂ احباب ہوگا - علمی و ادبی شخصیت کے دوست و احباب علم و ادب کے شائقین ہی ہوں گے - سیاست سے تعلق رکھنے والے شخص کے دوست سیاست دان ہوں گے - تاجر کے دوست کاروباری ذہن رکھنے والے لوگ ہوں گے - مذہبی شخصیت کے احباب وہی لوگ ہوں گے جو مذہب پرست ہوں گے -

میر حسن کئی خصوصیات کے حامل تھے - وہ مذہب پرست تھے - اسوۂ حسنہ کے پیکر تھے - علم و ادب اوڑھنا بچھونا تھا - دوسروں کو علم سے نوازنا ان کا بہترین مشغلہ تھا - عوام کی فلاح و بہبود کا جذبہ ان میں کارفرما تھا - خصوصی طور پر وہ رفاہی کام جس سے لوگوں کی ناخواندگی دور ہو - اس کے علاوہ وہ حریت پسند بھی تھے - آزادی کے دلدادہ تھے -

ہم جب میر صاحب کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہیں تو ان میں مولانا غلام حسن ، مرزا غلام احمد ، حکیم نورالدین ، مولوی عبدالکریم ، مولوی فیروز الدین ڈسکوی ، حافظ میراں بخش ، شیخ نور محمد ، سائیں کیسر شاہ اور حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی اسلام کے شیدائی نظر آتے ہیں - سر سید ، سید محمود ، سید راس محمود ، سید سلیمان ندوی ، حالی ، شبلی ، آزاد ، مولوی محبوب عالم ، منشی

سراج الدین ، مولوی انشاء اللہ ، محمد الدین فوق ، ڈپٹی نذیر احمد ، پروفیسر محمد شفیع وغیرہ علمی دنیا کے نامور لوگ ان کے احباب میں سے تھے ۔ سر سید ، مولانا غلام حسن ، مولانا محمد مزمل ، مولانا غلام مرتضیٰ عوام میں علم کی روشنی پھیلانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں ۔ عوام کی فلاح و بہبود کی نمائندگی سر سید ، محسن الملک کرتے ہیں ۔ کھڑک سنگھ ، گاندھی جی ، آغا صفدر آزادی کے لیڈر ہیں ۔ غرضیکہ ان کے دوست و احباب معاشرے میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے ۔ سیاست سے وہ دور نظر آتے ہیں ۔ وہ سیاسی جلسوں میں عملی طور پر حصہ نہیں لیتے تھے بلکہ ذہنی طور پر وہ ان کے ساتھ شامل تھے ۔

اس باب میں میر صاحب کے چند احباب کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے :

۱ ۔ الطاف حسین حالی

حالی اور میر صاحب کے تعلقات کا ذکر اقبال کے ضمن میں کیا جا چکا ہے ۔

۲ ۔ اللہ داد شیخ[۱]

میر صاحب کے نہایت عزیز دوستوں میں [redacted] تھے ۔ ان سے روزانہ ملتے اور ہر اتوار کے روز ان کے ساتھ کھانا کھاتے ۔ ۳۵ سال تک یہ معمول رہا ۔ کبھی فرق نہ آیا ۔ شیخ صاحب موضع وائیں

---

۱ ۔ روایات اقبال ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحات ۱۱ ۔ ۱۲ ۔

(وایاں والی) نزد وزیر آباد کے سائیں کیسر شاہ کے مرید تھے۔ انھی کی وجہ سے میر صاحب کے کیسر شاہ سے تعلقات قائم ہوئے تھے ۔ شیخ صاحب کے ساتھ میر صاحب کیسر شاہ کے گاؤں بھی ایک بار گئے تھے ۔ شیخ صاحب کو شعر فہمی میں ملکہ حاصل تھا ۔ ان کی وفات کے بعد میر صاحب ہر جمعرات ان کی قبر پر فاتحہ کے لیے جایا کرتے تھے ۔

۳ ۔ امام الدین ، مولوی

گجرات (پنجاب) کے رہنے والے تھے ۔ ۱۸۵۴ء میں پیدا ہوئے اور ۶۳ برس کی عمر میں ۱۸ مارچ ۱۹۱۷ء کو وفات پائی ۔ حافظ قرآن تھے ۔ مذہبی علوم پر حاوی تھے ۔ سر سید کے بڑے معتقد تھے اور اس طرح میر صاحب سے بھی اچھے تعلقات تھے ۔ سر سید اور میر صاحب سے باقاعدہ خط و کتابت تھی ۔ میر صاحب اپنے پوتے سید محمد عبداللہ طالب علم بی ۔ اے نیو بارکس نمبر ۴۱ ۔ کالج علی گڑھ کے نام اپنے ایک مکتوب مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۱۱ء میں لکھتے ہیں :

"مخدومی مکرمی جناب مولوی امام الدین صاحب کا گرامی نامہ آیا جس میں آپ کا بھی ذکر تھا ۔ میں حیران ہوں باوجود میری اپنی کوتاہ قلمی اور غفلت کے مجھے اپنی عنایت سے محروم نہیں فرماتے ۔ آپ ہی ان کی خدمت میں معذرت بہت سی میری طرف سے کریں ۔ افسوس ہے کہ وہ چندے کے خواہاں اور متلاشی ہیں اور مجھ سے یہ کام ہو نہیں سکتا ۔ ان کی کتابیں چندہ طلب میرے پاس پڑی ہیں ۔ خیر وہ تشریف لاویں گے

۔ تو جو فرماویں گے کیا جاوے گا ۔"

۴ ۔ امیر بخش شیخ[1]

ان کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے ۔

۵ ۔ انشاء اللہ مولوی

مشہور و معروف صحافی ہیں ۔ ۱۹۰۲ء میں لاہور سے ہفت روزہ "وطن" جاری کیا ۔ ۱۹۱۵ء میں یہ روزنامہ ہوگیا ۔ اس کے بعد پھر ہفت روزہ ہو گیا ۔ صحافی کے ساتھ ساتھ آپ ایک مانے ہوئے ادیب اور انشاپرداز بھی ہیں ۔ آپ نے ایک تفسیر القرآن لکھی جو ان کے چھاپے خانے سے (۱۹۰۸ - ۹ء) میں شائع ہوئی ۔ ان کے ساتھ مل کر آپ وزیر آباد عرس میں دیگ پکایا کرتے تھے ۔

۶ ۔ بھیم سین[2]

سیالکوٹ کے نامور وکیل تھے ۔ سنسکرت میں اچھا درک رکھتے تھے ۔ فارسی میں بھی اچھی قابلیت کے حامل تھے ۔ میر صاحب کے ساتھ کبھی کبھار وقت گزارنے کے لیے شطرنج کھیلا کرتے تھے اور دونوں اکٹھے سیر کرنے بھی باہر جایا کرتے ۔ ان کے لڑکے کنورسین تھے جنھوں نے قانونی دنیا میں بڑا نام پایا ۔

۷ ۔ پیٹرسن آر ۔ ایم ۔ سی

رابرٹ پیٹرسن کے صاحبزادے ہیں ۔ پورا نام ریورنڈ میکچین پیٹرسن ہے ۔ میر صاحب ان کا بڑا احترام کیا کرتے تھے ۔ ۵ جون

---

۱ ۔ روایاتِ اقبال ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔
۲ ۔ مرے کالج میگزین ۔ میر حسن نمبر صفحات ۱ تا ۴ ۔

۱۹۴۲ء کو سری نگر میں وفات پائی - چونکہ ان کے والد رابرٹ پیٹرسن نے میر صاحب کو ملازم رکھا تھا، اس لیے میر صاحب ان کے والد کی خیر و عافیت ان سے دریافت کرتے رہتے تھے - رابرٹ پیٹرسن کی وفات کی خبر سن کر میر صاحب کو بہت رنج و غم ہوا اور ان کے بیٹے میکچین پیٹرسن سے کہا کہ آج ان کے سر سے ان کے ایک سرپرست کا سایہ اٹھ گیا ہے -

۸ - دیال سنگھ ، سردار

سکاچ مشن ہائی اسکول میں اقلیدس پڑھایا کرتے تھے - میر صاحب نے ان سے اقلیدس پڑھی اور بدلے میں سردار صاحب کو عربی اور فارسی پڑھاتے تھے - شراب کا بڑا رسیا تھا اور شراب پینے میں بے احتیاطی کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی -

۹ - راس مسعود ، سید ، سر

سر سید احمد خاں کے پوتے اور سید محمود کے لڑکے تھے - اقبال اور سید سلیمان ندوی سے گہرے تعلقات تھے - یوں تو آپ میر صاحب سے عمر میں بہت ہی چھوٹے تھے مگر علمی و ادبی لحاظ سے میر صاحب کے احباب میں سے تھے -

۱۰ - سراج الدین ، منشی

یکم اکتوبر ۱۸۷۶ء کو پیدا ہوئے - ابتدائی تعلیم جہلم میں حاصل کی - فارمن کرسچین کالج لاہور سے بی - اے کیا - فارسی میں خاص ذوق رکھتے تھے - ۱۸۹۹ء میں کشمیر ریزیڈنسی میں

ایک کلرک بھرتی ہوئے - ۱۹۱۳ء میں میر منشی ہو گئے - ۱۹۱۷ء میں حکومت نے خان صاحب کے خطاب سے نوازا - ۱۹۳۰ء میں سری نگر میں وفات پائی -۱

انیسویں صدی کی آخری دہائی میں میر صاحب کی ان سے ملاقات ہوئی - یہ منشی صاحب کے شباب طبعی اور میر صاحب کے شباب علمی کا زمانہ تھا - منشی صاحب کو ۱۸۹۷ء میں جرمنی کی ایک مطبوعہ کتاب ''نجوم الفرقان'' کہیں سے مستعار مل گئی - انھوں نے جب میر صاحب کی خدمت میں یہ کتاب پیش کی تو آپ نے بغور مطالعہ فرما کر کہا : ''ایک سو جید علماء اگر پورے سو سال تک مجموعی کوشش کریں تو ایسی کتاب مرتب ہو سکتی ہے - تعجب ہے کہ ایک المانی فاضل نے اپنی عمر میں واحد کوشش سے اسے کس طرح مرتب کیا -'' میر صاحب نے یہ کتاب راتوں رات نقل کر لی -۲

اسی طرح ۱۸۹۹ء میں انھیں ایک نایاب کتاب ایک علم دوست گھرانے سے مل گئی - یہ خلفائے عباسیہ کے وقت کا بدرجہ و غایت خوشخط عربی زبان میں بغداد کا لکھا ہوا اقلیدس کا کامل و مکمل

---

۱ - ''معاصرین اقبال کی نظر میں'' محمد عبداللہ قریشی - مجلس ترقی ادب لاہور نومبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۹۰ -

۲ - یہ کہنا کہ اس کتاب کو اس کی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے میر صاحب خریدنے سے معذور تھے ، درست نہیں - میر صاحب کے کتب خانے میں بڑی بڑی قیمت کی عربی اور فارسی کی نایاب کتب موجود تھیں - یہ سب کتب انھوں نے یقیناً خود خریدی ہوں گی - مذکورہ کتاب اس واسطے جلد نقل کر لی کہ شاید پھر کبھی یہ کتاب ہاتھ نہ لگے -

نسخہ تھا ۔ میر صاحب کو جب منشی صاحب نے یہ کتاب دکھائی تو اسے ملاحظہ فرما کر اس قدر متاثر ہوئے کہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا : ''افسوس ! اسلامی علوم دنیا سے کیسے مفقود ہوئے کہ دور حاضرہ کی علم دوست اقوام میں بھی اس کے پرانے ذخائر ناپید ہو گئے ہیں ۔'' اصل میں یہ اشکہائے مسرت تھے جو ایک کھوئے ہوئے اسلامی خزانے کے مل جانے پر بے اختیار آنکھوں سے جاری ہو گئے تھے ۔ جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ ایک انگریز نے مجھ سے یہ کتاب لے لی ہے تو مطمئن ہوئے اور کہا کہ فی زمانہ یہی قوم خازنِ علوم ہے اور ایسا نایاب نسخہ لندن ہی کے لائق ہے ۔ پھر میر صاحب نے ان سے مستعار کتاب لے کر مطلوبہ حصے نقل کر لیے ۔[۱]

۱۱ ۔ سید احمد خاں ، سر

ان کا ذکر مشاہیر کے باب میں آ چکا ہے ۔

۱۲ ۔ سید محمود

سر سید احمد خاں کے صاحبزادے تھے ۔ سر سید کی وجہ سے میر صاحب کے احباب میں سے تھے ۔

۱۳ ۔ شبلی نعمانی

شبلی نعمانی (۱۹۱۴ - ۱۸۵۷) عربی ، فارسی اور اردو میں اعلیٰ قابلیت کے حامل تھے ۔ علی گڑھ میں فارسی کے استاد تھے ۔ سر سید کے ساتھی اور السنہ شرقیہ کے استاد ہونے کی وجہ سے میر صاحب

---

۱ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ میر حسن نمبر ۔ صفحات ۱۵ - ۱۶ ۔

کے احباب میں سے تھے -

۱۴ - احمد شفیع[1]

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد یہ کہیں سے سیالکوٹ خستہ حالی میں پہنچے - وہ اپنے بھائی محمد شفیع اور والد سے جدا ہو گئے تھے - ان کے پاس گزر اوقات کا کوئی ذریعہ نہ تھا - میر صاحب نے ان کو ایک انگریز کے ہاں ملازمت دلوائی - میر صاحب ہی نے ان کو چند ہفتے اپنے ہاں رکھا - کچھ دنوں بعد ان کا بھائی محمد شفیع بھی پہنچ گیا اور تین ہفتہ بعد باپ بھی مل گیا - پھر احمد شفیع کی ترقی کا دور شروع ہوا - پہلے وزیر آباد میں ہیڈ ماسٹر ہوئے - محکمہ تعلیم چھوڑ کر محکمہ مال میں ملازمت اختیار کر لی اور وہیں کمشنر کے سررشتہ دار ہو گئے اور افسر مال کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے - مہدی بیگم اسی احمد شفیع کی لڑکی تھی ، جس سے سید ممتاز علی نے شادی کی تھی - ممتاز علی مشہور ڈراما نگار امتیاز علی تاج (مرحوم) کے والد ہیں -

سید محمد ذکی روایت کرتے ہیں کہ میر صاحب نے احمد شفیع کو اردو میں بات چیت کرتے دیکھ کر اردو بولنی شروع کی تھی -

۱۵ - شیو رام

ان سے متعلق معلومات حاصل نہیں ہو سکیں -

۱۶ - عبداللطیف خواجہ

مرے کالج سیالکوٹ میں میر صاحب کے وقت معاشیات کے پروفیسر تھے ، گہری دوستی تھی -

---

۱ - روایات اقبال : ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۱۶ -

۱۷ ۔ عبدالکریم مولوی

کشمیری تھے ، بہترین مقرر تھے ، کچی مسجد سیالکوٹ میں امام تھے ۔ سر ظفر اللہ خان نے سب سے پہلے ان سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا تھا ۔

قرآن پاک کی تلاوت بڑی خوش الحانی سے کرتے تھے ۔ ۴۷ برس کی عمر میں گیارہ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بعد نمازِ ظہر وفات پائی ۔

عبدالکریم نے خلافت کے موضوع پر ایک کتاب تصنیف کی جس میں حضرت علیؓ کی شان میں گستاخانہ رویہ اختیار کیا ۔ میر صاحب کو خواب میں حضرت امام زین العابدین ملے اور کریم الدین کی اس جسارت پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا ۔[1] علامہ اقبال نے چند اشعار ان کو مخاطب کر کے کہے ہیں ۔

۱۸ ۔ عبدالمنان ، حافظ[2]

وزیر آباد میں ۱۲۶۷ھ میں پیدا ہوئے ۔ صوبہ پنجاب کے استاد حدیث تھے ۔ کرولی تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم کے رہنے والے تھے میر صاحب کو آپ سے کمال عقیدت تھی ۔ میر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حافظ صاحب میں ایک خاص کمال ہے کہ مسائل میں آپ متشدد اور تنگ ظرف نہیں ہیں اور اگر سوال و جواب کے سلسلے

---

۱ ۔ راوی سید مظفر علی بن سید محمد ذکی ۔
۲ ۔ تاریخ الحدیث ۔ مولانا حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹی ، لاہور ۱۹۵۲ء صفحہ ۳۲۵ ۔

میں اپنی بات رجوع بھی کرنا پڑے تو ہچکچاتے نہیں ۔

۱۳۳۴ھ میں وفات پائی ۔

میر صاحب ، حافظ صاحب کو ساتھ لے کر سائیں کیسر شاہ کے گاؤں بھی گئے تھے ۔[1]

۱۹ ۔ عطاءاللہ قاضی

میر صاحب کے وقت سیالکوٹ شہر میں اہلِ علم میں ان کا شمار ہوتا تھا ۔ عربی اور فارسی میں اچھی قابلیت کے حامل تھے ۔

۲۰ ۔ غلام احمد مرزا قادیانی

۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو قادیان ضلع گورداس پور میں پیدا ہوئے ۔ والد کا نام مرزا غلام مرتضےٰ ہے ۔ ۱۸۶۴ء میں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں ملازم ہوئے ۔ سب سے پہلے محلہ جھنڈانوالہ میں قیام فرمایا ۔ بعد میں کشمیری محلہ میں حکیم منصب علی وثیقہ نویس کے ساتھ ایک بیٹھک میں رہنے لگے ۔ سکاچ مشن کے پادریوں اور آریہ سماج کے سرکردہ لیڈروں سے مناظرے کرتے ۔ کشمیری محلہ میں رہنے کی وجہ سے میر صاحب سے میل ملاپ رہتا تھا ۔ ۱۸۶۸ء تک آپ سیالکوٹ میں رہے ۔ ۱۸۷۷ء میں آپ دوبارہ سیالکوٹ آئے تو لالہ بھیم سین کے ہاں ٹھہرے اور بتقریبِ دعوت حکیم میر حسام الدین کے مکان پر تشریف لے گئے تھے ۔ آپ نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پائی ۔

---

۱ ۔ روایاتِ اقبال ۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔ صفحہ ۹۲ ۔

۲۱ ۔ غلام مرتضٰی

میر صاحب کے دوست تھے ان کے دور میں مسجد کبوتراں والی (موجودہ عبادت گاہ قادیانی) میں عربی اور دینیات کا درس دیتے تھے۔ ان کے حالات زندگی نہیں مل سکے ۔ قیاس ہے کہ آپ موجودہ صدی سے قبل درس دیا کرتے تھے اور انیسویں صدی کے آخری سالوں میں وفات پائی ۔ سیالکوٹ کے حکیم مقبول حسین بن حکیم ظہوراللہ بن چراغ شاہ کے پاس ایک عربی مخطوطہ ہے ۔ جس کے پہلے صفحے پر یہ عبارت درج ہے : "تاریخ تدریس کردن طفلاں میان شاگرد خود عبدالرزاق سیزدہم ماہ مبارک محرم ۱۲۷۸ھ"

حکیم مقبول حسین کا کہنا ہے کہ عبدالرزاق کے والد کا نام مفتی غلام مرتضیٰ ہے ۔

۲۲ ۔ غلام حسن ، مولانا[1]

ساہووال ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں ۔ سیالکوٹ میں مولانا غلام مرتضٰی کے حلقہ درس میں شامل تھے ۔ میر صاحب کے پڑوس میں رہتے تھے ۔ میر صاحب کو آپ سے بڑی عقیدت تھی اور عام طور پر دونوں دوست نمازیں اکٹھی ہی پڑھا کرتے تھے ۔ غلام حسن نے حدیث کی تعلیم حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی سے حاصل کی تھی ۔ نسباً شیخ فاروقی تھے ۔ آبائی پیشہ طبابت اور خوش نویسی تھا ۔ مولانا محمد ابراہیم میر انھی کے تلامذہ میں سے ہیں ۔

---

۱ ۔ تاریخ الحدیث ۔ محمد ابراہیم میر اور تاریخ سیالکوٹ ۔ رشید نیاز ۔

غلام حسن ہی کی وجہ سے سیالکوٹ میں اہلِ حدیث کی تحریک پھیلی ۔ تیجہ سنگھ شوالا کی مسجد میں امامت کرتے تھے اور طلبا کو علوم عربیہ اور دینیات کا درس دیتے تھے ۔ اقبال سب سے پہلے انھی کے درس میں شامل ہوتے تھے ۔ بعد میں میر صاحب نے اقبال کو اپنے ہاں بلوا لیا ۔

آپ نے ۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء کو وفات پائی ۔ ان کے دو لڑکے عبدالواحد اور محمد عبداللہ تھے ۔ آخرالذکر کے صاحبزادے (ریٹائرڈ) جسٹس محمد منیر فاروقی ہیں ۔ غلام حسن کے دونوں لڑکوں میں جدی جائداد کی تقسیم میں میر صاحب ہی ثالث مقرر ہوئے تھے ۔[1]

۲۲ ۔ فضلِ حسین ، سر

ان کا ذکر میر صاحب کے خطاب کے سلسلے میں آ چکا ہے ۔ میر صاحب ہی نے ان کو لاہور جا کر پریکٹس کرنے کا مشورہ دیا تھا جس پر انھوں نے عمل کیا اور بہت جلد ترقی کی منزل کو چھونے لگے ۔

۲۳ ۔ فیروزالدین ، مولوی

ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے ۔ مولوی امام الدین کے صاحبزادے تھے ۔ مولوی صاحب کے اخلاف کا شجرہ اس طرح ہے ۔[2]

---

۱ ۔ روایاتِ اقبال ، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۶۶ ۔

۲ ۔ ڈسکہ میں مولوی فیروز الدین کے جدی مکان میں رہائش پذیر افراد سے معلومات حاصل کی گئیں ۔ خصوصاً حکیم عطا اللہ بن محمد عبداللہ نے معلومات مہیا کی ہیں ۔

امام الدین

فیروزالدین	محمد عبداللہ	عبدالرحمٰن	فاطمہ بی بی

فیروزالدین

نصیر احمد	نذیر احمد	مشتاق احمد	اشفاق احمد
ملازم محکمہ تعلیم کراچی میں اسّی برس کی عمر میں وفات پائی	ڈسکہ میں ہیڈماسٹر تھے ۔ لاہور میں ۱۹۶۵-۷۰ء کے درمیان وفات پائی	انگلستان میں وفات پائی	اسلام آباد میں مرکزی وزارت میں کسی ممتاز عہدے پر فائز ہیں

نسباً قریشی صدیقی ہیں ۔ مولوی فیروزالدین نے پنجاب یونیورسٹی سے فارسی کا اعلیٰ امتحان منشی فاضل پاس کر کے محکمۂ تعلیم کی ملازمت اختیار کی اور سیالکوٹ میں رہائش پذیر ہوئے ۔ گورنمنٹ ہائی اسکول سیالکوٹ میں مدرّس اول فارسی کی حیثیت سے ملازمت کا بڑا حصہ گزارا ۔ آپ فارسی کے علاوہ عربی ، اردو اور پنجابی میں اچھی قابلیت کے حامل تھے ۔ کئی کتابوں کے مؤلف و مصنف ہیں ۔ انھوں نے اردو زبان کی ایک لغت بھی لکھی تھی ۔ آپ میں ۱۹۱۳ء میں سیالکوٹ میں وفات پائی ۔

علمی ذوق رکھنے کی وجہ سے میر صاحب سے گہرا یارانہ تھا ۔ میر صاحب ان سے کتابیں مطالعہ کے لیے لیا کرتے تھے ۔ وفات سے قبل میر صاحب نے عربی اور فارسی کی لی ہوئی ان سے مستعار کتب ان کے صاحبزادوں کو ڈسکہ بھجوا دی تھیں ۔

۲۵ - کریم بخش پہلوان

کشمیر کے رہنے والے ہیں - ان کے والد عبدالرزاق کشمیر سے ہجرت کر کے انیسویں صدی کے وسط میں سیالکوٹ چلے آئے تھے - عبدالرزاق اپنے دور کے مشہور پہلوان تھے - ۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ آزادی کے دوران عبدالرزاق نے ایک انگریز کو اپنے گھر میں چھپا کر اس کی جان بچائی - اس کے عوض انگریز حکومت نے ان کی دو نسل تک پنشن تقریباً پچاس روپے مقرر کر دی - عبدالرزاق کے بعد ان کے لڑکے کریم بخش کو یہ پنشن ملتی رہی -

کریم بخش میر صاحب کے گہرے دوستوں میں سے تھے - انھوں نے اس صدی کے آغاز میں سیالکوٹ میں وفات پائی - ان کی اولاد یہ ہے :

۱ - ڈاکٹر جمشید علی راٹھور ۲ - غلام محمد ۳ - غلام علی ۴ - فضل بی بی -

کریم بخش کی بیوی ڈاکٹر سر محمد اقبال کی والدہ ماجدہ کی چچا زاد بہن تھی -[1]

۲۶ - کیسر شاہ ، سائیں

موضع وائیں نزد وزیر آباد کے رہنے والے تھے[2] - شیخ اللہ داد ان کے مرید تھے اور شیخ صاحب میر صاحب کے دوست تھے - اس

---

۱ - راوی حنیفہ بٹ بن ڈاکٹر جمشید علی راٹھور -

۲ - روایات اقبال - ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی - صفحہ ۴۲ -

وسیلے سے میر صاحب کے احباب میں شامل تھے ۔ میر صاحب ان کے گاؤں وائیں کئی بار گئے تھے ۔

۲۷ ۔ محبوب عالم ، منشی

منشی صاحب ۱۸۶۳ء میں اپنے ننھال بھروکی متصل وزیر آباد میں پیدا ہوئے ۔ مڈل کا امتحان پاس کر کے ۱۸۸۰ء میں میڈیکل کالج لاہور میں داخل ہوئے ۔ مگر والد الہ دین کی وفات کے بعد کالج کو خیرباد کہہ دیا ۔ بعد میں منشی کا امتحان دیا ۔ اول رہے ، انعام اور وظیفہ پایا ۔ فیروز والا ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے ۔ میر صاحب کے ننھال بھی فیروز والا میں تھے ۔ اس لیے دونوں میں دوستی تھی ۔ منشی صاحب نے صحافت کی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا ۔[1]

میر صاحب ان کے ساتھ مل کر وزیر آباد میں ایک عرس کے موقعہ پر دیگ پکایا کرتے تھے ۔[2]

۲۸ ۔ محسن الملک ، نواب

ان کا ذکر مشاہیر سے تعلقات کے سلسلے میں آ چکا ہے ۔

۲۹ ۔ محمد دین فوق

فروری ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے ۔ مسکن گھڑتل تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ہے ۔ معمولی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۸۹۴ء میں

---

۱ ۔ معاصرین اقبال کی نظر میں ۔ محمد عبداللہ قریشی ۔ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۲۶ ۔

۲ ۔ روایات اقبال ، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔ صفحہ ۶۳ ۔

پٹواری ملازم ہو گئے ۔ بعد میں منشی محبوب عالم کے تحت صحافت کو ذریعۂ معاش بنایا ۔ ۱۹۰۱ء میں اپنا اخبار ''پنجۂ فولاد'' جاری کیا ۔ ۱۹۰۶ء میں کشمیری میگزین ''کشمیر کی تاریخ'' پر کام کیا ۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۴۵ء کو شیرانوالہ دروازہ لاہور میں وفات پائی ۔[۱] فوق کو ان کی تالیف ''ملک العلما علامہ عبدالحکیم'' کے سلسلے میں میر صاحب نے عبدالحکیم کے حالات کے لیے بعض کتابوں کے نام بتائے تھے ۔ فوق کے استفسار پر میر صاحب نے عبدالحکیم کے کتب خانہ کے متعلق لکھا :

''افسوس ! خلف وہ نہ نکلے جو سلف تھے ۔ سلف بنانے کے لیے آئے تھے ۔ خلف برباد کرنے کے لیے پیدا ہوئے ۔ وہ کتب خانہ نا اہلوں کے پاس آ کر رفتہ رفتہ تباہ ہوتا گیا ۔ یہاں تک کہ سکھوں کے زمانہ میں جب سیالکوٹ لوٹا گیا ، شہر میں آگ لگائی گئی تو مولوی عبدالحکیم کا نادر کتب خانہ بھی جو اپنے زمانہ میں شمالی ہند کا لاجواب دارالکتب تھا ، سکھوں نے جلا دیا ۔[۲]

۳۰ ۔ محمد شفیع ، مولوی ، ڈاکٹر

ان کا ذکر مشاہیر سے تعلقات کے سلسلے میں آ چکا ہے ۔

۳۱ ۔ مراد علی

بیکووال ریاست کپور تھلہ کے رہنے والے تھے ۔

---

۱ ۔ کشیر ۔ جی ۔ ایم ۔ ڈی ۔ صوفی ۔ لاہور ۱۹۴۹ء جلد دوم صفحہ ۷۲۲ ۔

۲ ۔ ملک العلما علامہ عبدالحکیم ۔ محمد دین فوق ۔ لاہور ۱۹۲۴ء صفحہ ۳۶ ۔

۳۲ - مزمل محمد ، مولانا

آپ مولانا شیر محمد ، امام مسجد دو دروازہ کے بڑے صاحبزادے تھے - شیر محمد کی وفات کے بعد آپ مسجد دو دروازہ کے امام مقرر ہوئے اور آبائی پیشہ درس و تدریس کا فیض عام جاری رکھا - آپ علوم عربیہ اور دینیات کی تعلیم دیتے تھے -[۱] ۱۹۰۰ء کے قریب وفات پائی -

۳۳ میراں بخش ، حافظ[۲]

آپ کے والد کا نام قطب الدین تھا - سلہریہ ذات سے تعلق رکھتے تھے - آبا و اجداد سیالکوٹ کے رہنے والے تھے - قطب الدین فوج کو مختلف اشیاء کی ترسیل کیا کرتے تھے - حافظ صاحب سوت ، نوار اور کھیلوں کے سامان کی تجارت کیا کرتے تھے - ۹۵ ، ۹۰ برس کی عمر پا کر نومبر ۱۹۴۷ء میں سیالکوٹ میں وفات پائی - اولاد نرینہ سے محروم تھے - صرف ایک دختر محمد بی بی تھی جو منشی محمد عبداللہ سے بیاہی تھی - اس سے دو لڑکے صوفی عبدالرحمٰن اور عبدالسلام ہوئے -

رمضان المبارک کے مہینے میں حافظ صاحب تراویح پڑھایا کرتے تھے - مولوی میر صاحب اپنے دوست مولانا غلام حسن صاحب کے ساتھ ان کے پیچھے رمضان میں تراویح پڑھتے تھے - قرآن پاک بڑی

---

۱ - روایات اقبال ، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۱۹۶ -

۲ - راوی عبدالسلام بن محمد عبداللہ سکن کشمیری محلہ ، سیالکوٹ -

خوش الحانی سے تلاوت کرتے تھے ۔ ایک بار حافظ صاحب اپنے نواسے عبدالسلام کے پاس دہلی گئے ہوئے تھے ۔ میر صاحب نے ان کو ماہ رمضان سے قبل سیالکوٹ پہنچنے کے لیے خط لکھا تا کہ وہ ان کے پیچھے ماہ رمضان میں تراویح پڑھ سکیں ۔

۳۴ ۔ میراں بخش عطار

ان کے حالات زندگی نہیں مل سکے ۔ صرف اتنا علم ہو سکا ہے ہے کہ آپ حکیم حسام الدین کے مطب میں ان کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے ۔

۳۵ ۔ نذیر احمد ، شمس العلماء ڈپٹی

اُردو ادب میں اصلاحی ناول کے بانی ہیں ۔ انھوں نے قرآن پاک کا ترجمہ بھی کیا تھا جو میر صاحب استعمال کیا کرتے تھے ۔ ڈپٹی صاحب تعلیم نسواں کے زبردست مبلغ تھے اور اس طرح سر سید تحریک کے ایک ستون تھے ۔ اسی واسطہ سے میر حسن کے بھی ان سے تعلقات تھے ۔

میر صاحب کے استعمال میں تین قسم کے مترجم قرآن مجید تھے ۔ پہلا شاہ ولی اللہ کا فارسی ترجمہ ، دوسرا سر سید کی تفسیر القرآن اور تیسرا نذیر احمد کا ۔

۳۶ ۔ نورالدین ، حکیم[1]

حافظ غلام رسول کے صاحبزادے تھے ۔ ۱۸۴۱ء میں بھیرہ میں پیدا ہوئے ۔ تحصیل علم کے بعد پنڈ دادن خاں میں ہیڈ ماسٹر

---

۱ ۔ حیات نور الدین ۔ حیات طیبہ ۔ کاشمیر ۔ صوفی جلد ۲ صفحہ ۸۰۲ اور الفضل قادیان ۱۸ مارچ ۱۹۱۴ء ۔

ہوگئے ۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت چھوڑ کر عربی کی تحصیل کے لیے رام پور گئے۔ اس کے بعد مختلف شہروں میں تحصیل علم کے لیے گئے۔ مکہ معظمہ گئے اور حدیث کی تعلیم لی ۔ واپس ہندوستان آ کر بھیرہ میں طبابت شروع کی ۔ کشمیر کے ڈوگرا سکھ راجا رنبیر سنگھ (۱۸۲۹ - ۹۵) کے درباری حکماء میں سے تھے ۔ پندرہ سولہ برس تک کشمیر میں رہے ۔ مرزا صاحب [redacted] بیعت کرنے والے سب سے پہلے شخص ہیں ۔ آقا کی وفات کے بعد آپ کے جانشین مقرر ہوئے ۔ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو قادیان میں وفات پائی ۔

میر صاحب کے دوستوں میں سے تھے ۔ علاج و معالجے کے لیے ان سے رجوع کیا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ان سے رجوع کرنے کا مشورہ دیتے تھے ۔ حکیم صاحب جب کشمیر میں تھے تو میر صاحب سے ملنے کے لیے سیالکوٹ بھی آیا کرتے تھے ۔

۴۷ ۔ نور محمد شیخ

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے والد گرامی ہیں ۔ نوے برس کی عمر پا کر ۱۹۲۹ء میں سیالکوٹ میں وفات پائی ۔ پڑھے لکھے تو تھے نہیں مگر اہلِ علم کی صحبت میں بیٹھنا آپ کا معمول تھا ۔ ہر وقت غور و فکر میں ڈوبے رہتے تھے ۔ میر صاحب ان کو ان پڑھ فلسفی کہا کرتے تھے ۔ مولانا غلام حسن ، نور محمد شیخ اور میر حسن میں بڑی گہری یاری تھی ۔

ان کے علاوہ سکاچ مشن اسکول ، کالج سیالکوٹ کے انگریز

پرنسپل بھی ان کے احباب تھے ۔ ان کے مختصر کوائف درج ذیل ہیں[1] :

۱ ۔ **ڈاکٹر جان ڈبلیو ہنگسن** ، ایم اے ۔ ڈی ۔ ڈی ۔ ابروین یونیورسٹی سے بی ۔ اے کیا ۔ قرآن مجید اور وید جاننے کے لیے عربی اور سنسکرت زبانیں سیکھیں ۔ ۱۸۸۹ء سے ۱۸۹۱ء تک اور مختلف اوقات کے لیے ۱۸۹۳ء سے ۱۹۰۶ء پرنسپل رہے ۔

۲ ۔ **ریورنڈ جارج وا** (VAUGH) ، ایم ۔ اے ۔ بی ڈی ۔ گلاسکو یونیورسٹی سے بی ۔ اے کیا ۔ انگریزی اور فلسفہ کے پروفیسر تھے ۔ پرنسپل ۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۳ء تک رہے ۔

۳ ۔ **ریورنڈ ولیم سکاٹ** ، ایم ۔ اے بی ڈی ۔ ڈی ڈی ۔ ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۶ء میں وفات پائی ۔ پرنسپل ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۳ء تک رہے ۔

۴ ۔ **ریورنڈ جان گیریٹ** ، ایم ۔ اے ، پروفیسر انگریزی ، پرنسپل ۱۹۲۳ء سے ۱۹۴۵ء تک رہے ۔

—:o:—

۱ ۔ راقم کے نام ڈی ۔ لیشر سکاٹ کا مکتوب مورخہ ۲ جولائی ۱۹۷۸ء ۔
(D. Leshir Scot. Castlehill Manse. Forres, Moray IV 36 ONW. Scotland U. K.)

باب ۱۱

تلامذہ

ایک عام روش ہے کہ کسی علم و ادب سے تعلق رکھنے والی شخصیت کو پرکھنے کے لیے اس کی تصنیف و تالیف اور دوسری تحریروں کی طرف دیکھا جاتا ہے۔ اس کی تحریروں کو فن تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی تحقیق میں کتنی گہرائی و حقیقت ہے۔ اس نے کسی فن پارے یا شخصیت کا تجزیہ کیا ہے تو کیا جانبدار رہ کر کیا ہے یا غیر جانبداری سے۔ مگر ادب میں کچھ ایسی شخصیتیں بھی ہیں جن کو ان کی تحریروں سے پرکھنا نامناسب ہے۔ وہ اپنے شاگردوں کی قابلیت و علمیت سے جانچے جاتے ہیں۔ ایسے ادبی لوگوں کا تحریری سرمایہ کچھ نہیں ہوتا۔ نہ ہی وہ تحریر کی شکل میں اپنی شہرت و ناموری چاہتے ہیں۔ وہ خاموشی سے اور لگن سے صرف ایک ہی کام کرتے ہیں؛ دوسروں کو اپنے علم و عمل سے نوازنا ان کے تلامذہ ہی اصل میں ان کی چلتی پھرتی تحریریں ہوتی ہیں۔ میر حسن بھی ایک ایسی ہی شخصیت ہے۔ اگر آج ہمارے پاس میر صاحب کی کوئی تصنیف و تالیف نہیں تو کیا ہوا۔ ان کے شاگرد تو موجود ہیں۔ ان کے شاگردوں کی قابلیت اور علمیت ان کی تحریروں سے عیاں ہوتی ہے۔ انھوں نے جن بچوں کو اپنے علم سے نوازا تھا وہ شہرت کے آسمان پر چاند اور روشن ستارے بن کر چمکے۔ ان کے علمی و ادبی اور قومی کارنامے

تا دنیا قائم و دائم رہیں گے - ان کا سب صلہ ان کے اُستاد محترم کو جاتا ہے - اقبال سے جب پنجاب کے گورنر نے میر حسن کی تصنیف و تالیف کے متعلق پوچھا تو اقبال نے کیسا اچھا اور مناسب جواب دیا :

"ان کی زندہ اور چلتی پھرتی کتاب (اپنی طرف اشارہ کر کے) آپ کے سامنے موجود ہے -"

میر صاحب کے بعد فیض احمد قریشی عربی کے پروفیسر مقرر ہوتے ہیں - ان کا کہنا ہے کہ :

"وہ ایک بڑا انسان تھا - اس لیے نہیں کہ وہ کوئی بڑا عہدہ رکھتا تھا یا کالج سے ایسے خاص مراعات حاصل تھیں یا اس نے کوئی اعلیٰ پائے کی تصنیف چھوڑی ہے بلکہ اس نے بڑے بڑے لوگ تیار کیے ہیں - جنھوں نے اس کے علم کدے سے تعلیم حاصل کی - یہ لوگ اس کی علمیت و قابلیت کے جیتے جاگتے ثبوت ہیں -"[1]

یہاں ان چند شخصیتوں کا ذکر کیا جائے گا جنھوں نے کسی نہ کسی وسیلے سے میر صاحب سے تعلیم حاصل کی ہے :-

۱ - ابراہیم ، محمد میر ، مولوی[2]

مستری قادر بخش کے فرزند ارجمند تھے - قادر بخش کو کیا معلوم تھا کہ اس کا غریب بچہ بڑا ہو کر اپنے وقت کا ایک عالم و

---

۱ - مرے کالج میگزین ، سیالکوٹ - میر حسن نمبر ، صفحہ ۱۵ (انگریزی حصہ) -

۲ - تاریخ الحدیث . محمد ابراہیم میر ، لاہور - تاریخ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ ۱۹۶۶ء -

فاضل کہلائے گا - ابراہیم اپریل ۱۸۷۴ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء کو تقریباً ۸۲ برس کی عمر پا کر پانچ بجے شام بروز جمعرات وفات پائی - ۲۰ برس کی عمر میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے مرے کالج سیالکوٹ میں داخلہ لیا - مگر باپ کی خواہش اور اپنی دیرینہ آرزو کی وجہ سے سلسلۂ تعلیم کو منقطع کر دیا اور اس وقت کے علماء مولوی سید میر حسن اور مولانا غلام حسن کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے مطلوبہ علوم حاصل کیے - حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے فنِ حدیث حاصل کیا - دینی علوم کے حصول کے بعد عملی طور پر خود بھی علم کی ترویج و اشاعت میں حصہ لینے لگے - اسلام کی برتری ثابت کرنے کے لیے آپ عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کے مناظروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے - سیالکوٹ کی ''انجمن تائیدالاسلام'' کے بانی تھے - ''انجمن اسلامیہ سیالکوٹ'' کے بانیوں میں سے تھے - قرآن مجید کی کچھ تفسیر مختلف ٹکڑوں میں شائع کی - متعدد کتابوں کے مصنف ہیں -

میر حسن ان کو بہت عزیز جانتے تھے - میر حسن کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ابراہیم ہی نے ان کو غسل دیا اور نمازِ جنازہ پڑھائی -

تحصیل بازار ، میانہ پورہ ، سیالکوٹ میں ان کی قائم کردہ ایک بڑی مسجد ان کے اسلام سے والہانہ لگاؤ کا زندہ ثبوت ہے -

۲ - احمد دین ، مولوی

آپ اردو کے شاعر امین حزیں کے والد ہیں - علم و فضل ،

دیانت و امانت ، زہد و تقویٰ ، دینداری اور پاکبازی ، حلم و انکسار ، عبادت و خدمتِ خلق اور حق گوئی میں ممتاز تھے۔[1]

۳ ۔ افضل حسین[2]

۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے ۔ سکاچ مشن ہائی اسکول سیالکوٹ سے میٹرک پاس کیا ۔ حصولِ تعلیم کے بعد اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہوئے۔ زرعی کالج لائل پور کے پرنسپل ہوئے ۔ دو بار پنجاب یونیورسٹی لاہور کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ حکومت نے خان بہادر اور سی آئی ای کے خطابات سے نوازا۔ محمد ایوب خان کے دورِ صدارت میں انھیں ہلالِ قائدِ اعظم عطا ہوا ۔

۴ ۔ افضل علی ، سید[3]

سیالکوٹ کے رہنے والے تھے[4]۔ آبائی وطن مراد آباد تھا ۔ کسی زمانے میں ان کے دادا لاہور میں کوتوال تھے ۔ نانا ڈپٹی قائم علی گورداسپور میں ریونیو آفیسر تھے ۔ ان کے والد سید فضل علی سیالکوٹ میں ڈسٹرکٹ جج کے ریڈر تھے ۔ میانہ پورہ سیالکوٹ میں رہتے تھے ۔ افضل علی کے دادا اور نانا ۱۸۴۹ء میں مراد آباد سے نقل مکانی کر کے پنجاب آ گئے تھے ۔

---

۱ ۔ معاصرینِ اقبال کی نظر میں ، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ، مجلس ترقی ادب ، لاہور صفحہ ۵۳۴ ۔

۲ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ جلد ۲۰ ۔ نمبر ۲ مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۱۱

۳ ۔ چند یادیں ۔ چند تاثرات ۔ عاشق حسین بٹالوی ۔ آئینۂ ادب لاہور ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۱۱ اور تحدیث نعمت ۔ محمد ظفراللہ خاں ۔ ڈھاکہ ۱۹۷۱ء صفحات ۱۳۷ ۔ ۱۳۸ ۔ ۱۷۱ ۔ ۲۰۸ ۔

سید افضل علی نے امریکن مشن ہائی اسکول سیالکوٹ سے ۱۹۰۷ء میں میٹرک کیا ۔ اُن دنوں محمد ظفراللہ خاں (قادیانی) ان کے ہم جماعت تھے ۔ میٹرک کرنے کے بعد سکاچ مشن کالج سیالکوٹ میں ایف اے میں داخلہ لے لیا ، مگر بیماری کی وجہ سے تعلیم کو باقاعدہ جاری نہ رکھ سکے ۔ ۱۹۱۲ء میں اسی کالج سے ایف اے کیا ۔ یہاں میر حسن سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی ۔ اس کے بعد لاہور چلے گئے اور ۱۹۱۷ء میں تاریخ میں ایم اے کیا ۔ افضل علی نے دورانِ تعلیم ہی قیس متعلم ایم اے کے فرضی نام سے مضمون نگاری کا سلسلہ شروع کیا ۔ قدرت کی طرف سے انھیں انشاء پردازی کا حیرت انگیز ملکہ عطا ہوا تھا ۔ ان کی مشہور و معروف کتاب ''تخیلات'' ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی ، جو پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کر لی گئی تھی ۔

پہلی جنگِ عظیم کے بعد آپ محکمہ انکم ٹیکس میں آفیسر ہو گئے ۔ چند سال بعد اسسٹنٹ کمشنر ہو گئے ۔ سر ظفراللہ خاں اور مولانا تاجور کے گہرے دوست تھے ۔

آپ نے مئی ۱۹۲۷ء میں لاہور میں وفات پائی ۔ (۹۱-۱۸۹۰) کے قریب آپ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے ۔

۵ - اقبال ، شیخ ، محمد ، ڈاکٹر ، سر

ان کا ذکر مشاہیر سے تعلقات کے سلسلے میں آ چکا ہے ۔

۶ - امین محمد ، پروفیسر ایم اے ۔ ایم او ایل

ان کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے ۔

۵ - امین حزیں سیالکوٹی[1]

اصل نام خواجہ محمد مسیح پال 'تخلص امین حزیں' والد کا نام مولوی احمد دین پال - سیالکوٹ میں ۱۴ اگست ۱۸۸۴ء کو پیدا ہوئے - تعلیم مشن ہائی اسکول، کنک منڈی سیالکوٹ سے حاصل کی - مرے کالج سیالکوٹ سے ۱۹۰۲ء میں ایف اے کیا - اس طرح میر صاحب سے پڑھنے کا موقعہ ملا - میڈیکل کالج لاہور میں داخلہ لیا مگر طبعیت نہ مانی اور کالج کو خیر باد کہہ کر ملازمت کرنے کی ٹھانی - سنٹرل جیل ملتان میں ملازم ہو گئے - بعد میں ۱۹۰۶ء میں گلگت میں سیاسی شعبہ میں ملازم ہو گئے اور وہیں سے سبکدوش ہوئے - ڈاکٹر اقبال کی شاعری سے بڑے متاثر ہیں - حکومت نے 'خان بہادر' کے خطاب سے نوازا - ۱۴ اگست ۱۹۶۸ء کو وفات پائی -

میر حسن کو برنے والی کھوئی کا پانی بہت پسند تھا - امین حزیں ہر روز اس کھوئی سے میر صاحب کے لیے پانی لایا کرتے تھے - یہ سلسلہ تقریباً ۳۰ سال تک جاری رہا -[2]

۸ - بال مکند

ایک بار بال مکند کوزہ مصری لے کر میر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا - خلافِ عادت آپ نے مصری رکھوا لی - رات کو

---

۱ - معاصرین اقبال کی نظر میں - محمد عبداللہ قریشی - مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۷ء صفحہ ۵۲۳ -

۲ - تاریخ سیالکوٹ - رشید نیاز - صفحہ ۲۰۰ -

کھانسی ہوئی تو کہا ''مصری کی ڈلی لاؤ'' - اس کے کھانے سے کھانسی رک گئی تو کہا : ''بال مکند کو بلاؤ''۔ وہ آیا تو فرمایا کہ تم محبت سے مصری لائے تھے - اس لیے اس سے مجھے فائدہ ہوا ۔

بال مکند اور مصری لانے پر تیار ہو گیا مگر آپ نے فرمایا :

''اب مجھے ضرورت نہیں''۔

۹ ۔ بشارت احمد ، ڈاکٹر[۱]

سکاچ مشن ہائی اسکول اور سکاچ مشن کالج سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کی ۔ کالج میں ڈاکٹر محمد اقبال کے ہم جماعت تھے ۔ مشن کالج سیالکوٹ سے ایف اے کرنے کے بعد لاہور چلے گئے اور وہاں سے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر کے سرکاری ملازمت اختیار کرلی ۔ ۱۹۰۳ء میں پنڈی گھیپ ضلع کیمبلور پور میں اسسٹنٹ سرجن تعینات ہوئے ۔ حکومت نے ''خان بہادر'' کا خطاب عطا کیا تھا ۔ ۲۱ اپریل ۱۹۴۳ء کو ۶۶ برس، ۶ ماہ کی عمر میں وفات پائی ۔

صدر بازار سیالکوٹ میں رہتے تھے ۔ ابتدائے عمر سے ہی علمائے دین کی صحبت سے مستفیض ہونے کا شوق تھا ۔ ملنے والوں میں اہلِ حدیث تھے ۔ اس لیے شروع شروع میں اہلِ حدیث میں شامل ہو گئے تھے ۔

---

۱ - ''یادرفتگاں'' حصہ اول - صفحہ ۱۴۰ -

۱۰ - بیلی رام پنڈت[1]

سیالکوٹ کے بڑے قابل وکیل تھے - آپ نے ۶۵ سال سے زیادہ پریکٹس کی اور بہت بڑی عمر پائی -

ان کے لڑکے چرن جیت رائے ۱۹۰۸ء میں بیرسٹری کی ڈگری لے کر انگلستان سے آئے تھے اور باپ کے ساتھ ہی سیالکوٹ میں پریکٹس کرنے لگے -

۱۱ - جگن ناتھ[2]

میر صاحب سے سکاچ مشن اسکول اور مرے کالج سیالکوٹ سے تعلیم حاصل کی - پھر انھی درس گاہوں میں استاد مقرر ہو کر استاد کے ساتھ مل کر طلباء کو پڑھانے کا موقعہ ملا - میر صاحب کی وفات کے وقت آپ گنڈا سنگھ ہائی اسکول سیالکوٹ میں ہیڈ ماسٹر تھے - وفات سے قبل میر صاحب نے ان کو بلا کر ملاقات کی تھی -[3]

۱۲ - جمشید علی راٹھور ، ڈاکٹر

آپ میر صاحب کے دوست کریم بخش کے صاحبزادے ہیں - جمعۃالمبارک کے روز ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے - مشن اسکول ، کالج سیالکوٹ سے میٹرک اور ایف - اے کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے اور ۱۹۱۲ء میں بی - اے کیا - پنجاب یونیورسٹی

---

۱ - تحدیث حدیث - محمد ظفراللہ خاں ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۲۱ -
۲ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ - میر حسن نمبر صفحہ ۳ -
۳ - روایات اقبال - ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۴۳ -

سے ۱۹۱۴ء میں ایم اے فارسی کی ڈگری لی ۔ ۱۹۳۹ء میں فارسی میں مقالہ 'خواجہ آف کرمان' انگریزی میں ڈاکٹریٹ ، فارسی کے لیے پنجاب یونیورسٹی میں پیش کیا ۔ مرے کالج میں فارسی کے پروفیسر تھے اور ۱۹۵۰ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے ۔

طالب علمی کے زمانہ ہی میں بہت ذہین ثابت ہوئے تھے ۔ فرسٹ ایئر ہی میں میڈل حاصل کیا ۔ اس کے بعد ہر امتحان میں سونے کا تمغہ حاصل کرتے رہے ۔

میر صاحب کے بہت مخلص اور قریبی شاگرد تھے ۔ میر صاحب ان سے کبھی کبھار کام لیا کرتے تھے ۔ کالج سے واپسی پر میر صاحب کو ساتھ لاتے اور گھر پہنچاتے ۔ شغف علم کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک روز یہ میر صاحب کے گھر پڑھنے کے لیے گئے ۔ میر صاحب کہیں باہر جا رہے تھے ۔ انھیں کہا : "تم یہیں کھڑے رہو ، ہم ایک کام کر کے واپس آتے ہیں ۔" جمشید صاحب ڈیڑھ گھنٹہ دروازے پر کھڑے انتظار کرتے رہے ۔ میر صاحب واپس آئے تو ان سے سبق پڑھا ۔

راٹھور صاحب کی میر صاحب سے محبت و اُلفت کا اندازہ اس واقعہ سے بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے کہ راٹھور صاحب کی لڑکی عزیز بیگم اسی روز فوت ہوئی تھی جس روز میر صاحب کا انتقال ہوا تھا یعنی ۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو ۔ راٹھور صاحب نے سب سے پہلے اپنے استاد محترم کی تکفین و تدفین میں حصہ لیا پھر اپنی مرحوم

بچی کو دفن کیا[۱] -

میر صاحب کے مشورے ہی سے آپ نے اردو شاعری چھوڑ کر انگریزی میں شاعری شروع کی جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہوئے[۲] - راٹھور صاحب اپنے دور میں خود بڑے عالم و فاضل اور متقی شخص تھے - میر صاحب ہی نے ان کو روحانیت اور اخلاقیات کی تعلیم دی تھی -[۳]

راٹھور صاحب نے ۲۴ اپریل ۱۹۵۸ء کو جمعرات کے روز سیالکوٹ میں وفات پائی -

۱۳ - چڑت سنگھ ، سردار[۴]

سکاچ مشن اسکول اور سکاچ مشن کالج سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کی - مزید تعلیم حاصل کر کے قانون کی ڈگری لی اور قانون کے پیشے کو اپنا کر ڈسٹرکٹ جج کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے - موجودہ صدی کی دوسری دہائی میں سیالکوٹ سے پنشن پا کر ملازمت سے ریٹائر ہوئے -

۱۴ - حاکم رائے[۵]

آپ وزیر آباد کے رہنے والے تھے - میر صاحب جس زمانے میں

---

۱ - رجسٹر اموات میونسپل کمیٹی سیالکوٹ - حوالہ نمبر ۱۳۸۹ ہ

۲ - ایضاً -

۳ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ - میر حسن نمبر - صفحہ ۹ ہ

۴ - روایات اقبال - ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۱۹۶ اور تحدیث نعمت - محمد ظفراللہ خان ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۲۱ -

۵ . روایات اقبال ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی - صفحہ ۱۹ -

وزیر آباد کے سکول میں پڑھاتے تھے ، وہاں حاکم رائے ایک طالب علم تھا جو مدرسہ چھوڑ چکا تھا ۔ میر صاحب نے اسے بلایا ۔ تعلیم کی ترغیب دی اور شوق سے پڑھایا ۔ پھر اس میں اس قدر ذوق و شوق پیدا ہوگیا کہ تعلیم میں اعلیٰ درجہ حاصل کیا ۔ ڈاک خانہ میں ملازم ہو کر سپرنٹنڈنٹ آف پوسٹ آفسز کے عہدہ سے تقریباً ۱۹۲۵ء میں سبکدوش ہوئے ۔ ان کا ایک لڑکا آزادی سے قبل لاہور ہائی کورٹ میں جج تھا اور دوسرا لڑکا انڈین میڈیکل سروس میں تھا ۔

۱۵ ۔ حامد شاہ

آپ میر صاحب کے برادرِ عم حکیم حسام الدین کے بڑے صاحبزادے ہیں ۔ آپ نے مئی ۱۸۷۷ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا ۔[1] پھر ڈی ۔ سی ، آفس سیالکوٹ میں ملازم ہوگئے ۔ بڑے متقی اور پرہیزگار انسان تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ اقبال نے انھی سے انگریزی کا پہلا سبق لیا تھا ۔ آپ نے تقریباً ۱۹۱۹ء میں سیالکوٹ میں وفات پائی ۔ مسٹر ایبٹ ، ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ ان کا بہت احترام کرتا تھا ۔

۱۶ ۔ رکن الدین ، شیخ[2]

میر صاحب کے ہاں ایک غیر مسلم دھوبن کپڑے دھو کر

---

۱ ۔ لاگ بک ۔ سکاچ مشن ہائی اسکول سیالکوٹ ۔ رپورٹ ۱۸ مئی ۱۸۷۷ء (غیر مطبوعہ) ۔

۲ ۔ روایاتِ اقبال اور مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ 'میر حسن نمبر' ۔ جنوری ۱۹۳۰ء ۔

لایا کرتی تھی۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا لڑکا آیا کرتا تھا۔ میر صاحب نے اس لڑکے کو پڑھانا شروع کیا۔ جب وہ ذرا سیانا ہوا تو مسلمان ہوگیا اور نام رکن الدین رکھا۔ جون ۱۸۸۶ء سے اکتوبر ۱۸۸۷ء تک میر صاحب سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ فارسی سکاچ مشن اسکول میں پڑھتے اور عربی میر صاحب سے ان کے گھر پر پڑھتے۔ ایم اے تک آپ نے تعلیم حاصل کی۔ قانونی پیشہ کو اپنا کر سرکاری ملازمت اختیار کی اور ڈسٹرکٹ جج کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے۔ تعلیم میں آپ ہمیشہ اعلیٰ نمبر حاصل کرتے۔

۱۹۰۷ء میں آپ نے چند ماہ سیالکوٹ میں ڈسٹرکٹ جج کے عہدہ پر کام کیا۔ ان دنوں آپ بیمار ہوگئے۔ میر صاحب ہر روز عیادت کے لیے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔[۱] آپ استاد کا اتنا احترام کرتے تھے کہ ان سے سامنے آتے تو واپس ہوتے وقت کبھی استاد کی طرف پشت کر کے نہ چلتے[۲]۔ ۱۹۱۶ء میں آپ لاہور میں سینئر سب جج تھے۔ حکومت نے ''خان صاحب'' کے خطاب سے نوازا۔

۱۷۔ سردار محمد

میر صاحب جب آنکھوں سے نابینا ہوگئے تو ان کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر سید علی تقی نے ایک مسلمان لڑکے کو ملازم رکھ لیا تاکہ وہ میر صاحب کی تن دہی سے غور و پرداخت کرے۔

۱۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ۔ میر حسن نمبر۔ صفحہ ۴۔

۲۔ روایات اقبال۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۱۵۔

وہ لڑکا سردار محمد تھا ۔ اسے ملازم رکھنے سے پہلے میر صاحب نے اس کی آواز سے اندازہ لگا لیا تھا کہ لڑکا شریف[1] ہے ۔ میر صاحب کی یہ لڑکا دیکھ بھال کرتا اور ان کے احکامات بجا لاتا ۔ میر صاحب نے اسے اردو کا پہلا قاعدہ پڑھانا شروع کر دیا تا کہ بچارا کچھ تعلیم حاصل کر کے اپنی زندگی کو سنوار سکے ۔ میر صاحب کی وفات کے بعد سردار واپس اپنے وطن کشمیر چلا گیا ۔ میر صاحب جیسے نیک اور پارسا شخص نے اسے جس راستہ پر لگا دیا تھا ، وہ کیسے اس سیدھے اور بامقصد راستہ کو چھوڑ دیتا ۔ اس نے تعلیم جاری رکھی ۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ ایک اسکول میں مدرس مقرر ہوگیا ۔ میر صاحب کے پوتے سید معظم علی بن سید محمد ذکی کو ۱۹۳۵ء میں وہ سری نگر ملنے کے لیے آیا ، اس وقت وہ ایک باریش اور تعلیم یافتہ انسان کے روپ میں تھا ۔ سردار نے معظم علی کو بتایا کہ وہ اس وقت پونچھ میں ہیڈ مدرس ہے ۔

۱۸ ۔ **صفدر محمد ، آغا[2]**

سیالکوٹ میں ان کا گھرانا معدودے چند معزز اور امیر گھرانوں میں شمار ہوتا تھا ۔ ۱۸۸۵ء میں سیالکوٹ میں تولد ہوئے ۔ ۱۹۰۳ء میں سکاچ مشن کالج سے ایف ۔ اے کیا ۔ علی گڑھ کالج سے ۱۹۰۵ء میں بی ۔ اے کی ڈگری لی ۔ اس کے بعد مسقط میں کئی برس ملازمت کی ۔ لاہور سے قانون کی ڈگری لی ۔ کانگرس کے

---

۱ ۔ نیرنگ خیال ۔ اقبال نمبر ۔ بحوالہ 'نقوش' لاہور ۔ اقبال نمبر ۔ صفحہ ۴۳

۲ ۔ تاریخ سیالکوٹ ۔ رشید نیاز ، سیالکوٹ صفحہ ۲۲۵ ۔

سرکردہ ممبروں میں سے تھے ۔ گاندھی کو ان پر بڑا اعتماد تھا ۔ ''انجمن اسلامیہ سیالکوٹ'' میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے ۔ ۱۹۳۵ء میں وفات پائی ۔

موجودہ صدی کی تیسری دہائی میں گاندھی سیالکوٹ آئے اور آغا صفدر کے ہاں ٹھہرے ۔ میر صاحب بھی ایک مجلس میں موجود تھے ۔ آغا صفدر کی چھوٹی بچی سلیمہ[1] کمرے میں آئی ۔ گاندھی اس بچی کو اپنے پاس بلانے لگے مگر وہ نہ گئی ۔ میر صاحب نے اسے اپنے پاس بلایا ۔ لڑکی ان کے پاس چلی گئی ۔ اس پر میر صاحب آغا صفدر کو مخاطب کر کے کہنے لگے : ''تم سے تو تمہاری یہ بچی زیادہ عقلمند ہے ۔'' یعنی کانگرس کی بجائے اس نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا ہے ۔

۱۹ ۔ ظفر اقبال ، مولوی

آپ مشہور صحافی ، مورخ اور شاعر غلام قادر فصیح کے صاحبزادے ہیں ۔ سیالکوٹ میں ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء (۱۱ شعبان ۱۳۱۴ھ) بروز سوموار پیدا ہوئے ۔ محلے کی مسجد میں قرآن مجید ناظرہ پڑھا ۔ اردو اور حساب والد سے پڑھا ۔ اس کے بعد تیسری جماعت میں سکاچ مشن اسکول سیالکوٹ میں داخل ہوئے ۔ ۱۹۱۲ء میں میٹرک کیا ۔ مرے کالج سیالکوٹ سے ۱۹۱۴ء میں ایف ۔ اے کیا ۔ ایف ۔ اے میں عربی اور فارسی کے مضامین تھے ۔ عربی کے استاد مولوی سید

---

۱ ۔ بڑی ہو کر این ۔ اے فاروق سے بیاہی گئی تھی ۔ فاروق صاحب ڈاکٹر بشارت کے صاحبزادے ہیں ۔

میر حسن تھے - اسلامیہ کالج لاہور سے ۱۹۱۶ء میں بی - اے (آنرز) عربی کی ڈگری لی - سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے بی - ٹی کر کے اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ لاہور میں تین سال تک مدرس رہے - ۱۹۲۰ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے ایم - اے عربی کی ڈگری لی - مختلف مقامات پر ملازمت کر کے ۱۹۵۲ء میں سبکدوش ہوئے -

ظفر صاحب کا خاص مضمون عربی زبان و ادب ہے - جامعہ پنجاب میں عربی کے ممتحن بھی تھے - سنٹرل ٹریننگ کالج میں پروفیسر بھی رہے اور آخری وقت گورنمنٹ کالج کیمبل پور کے پرنسپل تھے - جامعہ پنجاب اور لاہور بورڈ کے لیے عربی کی نصابی کتب بھی مرتب کیں - (۱۹۳۰ - ۳۶ء) ''انجمن حمایت اسلام'' کی مجلس تالیف و طبع کے سیکریٹری رہے اور انجمن کے عکسی قرآن پاک کی کتابت، طباعت اور اشاعت کا اہتمام بھی کیا - اس کے علاوہ قرآنی قاعدہ بھی لکھا جو بہت مقبول ہوا - حال ہی میں ان کا عکسی تجدیدی قرآن مجید پیکجز لمیٹڈ لاہور نے ۱۳۹۱ھ میں شائع کیا ہے -

میر صاحب سے متعلق آپ کئی واقعات روایت کرتے ہیں -

۲۰ - ظہور الہی شیخ مراد

پھلاں والی گلی نزد مسجد دو دروازہ سیالکوٹ میں رہتے تھے - سیالکوٹ میں وکالت کرتے تھے - تقریباً ۱۹۳۶ء میں ۵۵ برس کی عمر میں وفات پائی - شیخ فیروز الدین مراد کے بڑے بھائی تھے -

۲۱ - عبدالقیوم ، میر

چوہدری اللہ دتہ کے صاحبزادے ہیں - ۱۸۹۸ء میں سیالکوٹ

میں پیدا ہوئے ۔ سکاچ مشن اسکول اور کالج سے میٹرک اور ایف ۔ اے اسلامیہ کالج لاہور سے بی ۔ اے کیا ۔ علی گڑھ سے ایم ۔ اے عربی کی ڈگری لی ۔ محکمہ تعلیم پنجاب میں ملازمت اختیار کر لی ۔ گورنمنٹ ہائی اسکول پسرور میں (۱۹۴۲ - ۵۰ء) پھر گورنمنٹ نارمل اسکول پسرور (۱۹۵۰ - ۵۱ء) تک ہیڈ ماسٹر رہے ۔ ۱۹۵۵ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے ۔ ۱۹۷۱ء میں وفات پائی ۔ مولوی محمد ابراہیم میر کے بھتیجے ہیں ۔

۲۲ ۔ غلام قادر فصیح

مولوی ظفر اقبال کے والد ماجد ہیں ۔ سیالکوٹ شہر میں محلہ کمہاراں سے متصل سرکلر روڈ پر ان کا اردو پریس 'پنجاب پریس' تھا ۔ ہفتہ وار اخبار ''پنجاب گزٹ''[۱] اور ماہوار رسالہ ''پنجاب جرنل'' شائع کرتے تھے ۔ اس کے علاوہ فصیح صاحب نے اپنی کئی کتابیں اس مطبع سے شائع کیں ۔ سکاچ مشن اسکول کے تعلیم یافتہ تھے ۔ میر صاحب کی شاگردی کا فخر حاصل رہا ۔ تاریخ اسلام چار جلدوں میں لکھی ۔ فصیح صاحب نے ۱۹۱۲ء میں وفات پائی ۔ میر حسن کی ترغیب پر فصیح صاحب نے فرانسیسی ناول نگار الیگزانڈر ڈوما کے ناول ''The Count of Monte Cristo'' کا اردو میں ترجمہ کیا تھا ۔

۲۳ ۔ غلام محمد

فضل دین بافندہ کے لڑکے ہیں ۔ سیالکوٹ کے کوچہ حسام الدین میں میر صاحب کے قریب ہی رہتے تھے ۔ سکاچ مشن اسکول سے

ف ۱ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ جلد ۱ نمبر ۱ مارچ ۱۹۱۶ء ۔ صفحہ ۱۶

دسویں پاس کی - ۱۸۹۷ء میں سکاچ مشن کالج سے ایف - اے کیا -
۱۹۰۵ء میں آپ امریکن مشن ہائی اسکول سیالکوٹ میں ریاضی ،
سائنس اور عربی کے استاد تھے - ۱۹۱۶ء میں راولپنڈی میں اسلامیہ
ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے - آپ اپنے دور کے کامیاب ترین
ہیڈ ماسٹر تھے - آپ کی تعلیم کے اخراجات میر صاحب نے خود برداشت
کیے تھے[۱] - محکمہ تعلیم سے فارغ ہو کر آپ "انجمن حمایت اسلام" لاہور
سے منسلک ہو گئے - انجمن کی جنرل کونسل کے ممبر منتخب ہوئے -
ان کے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالحمید بٹ سابق ڈائرکٹر ہیلتھ
ڈیپارٹمنٹ ہیں -

عبدالحمید امریکن اسکول میں سر ظفراللہ خاں کے ہم جماعت
تھے - میر صاحب ان سے کبھی کبھار کام لیا کرتے تھے -

غلام محمد نے انگریزی میں ایک کتاب "Islam in Practice"
لکھی تھی جو ۱۴۹ صفحات پر مشتمل تھی - اس میں اسلامی تاریخ کے
ایک سو ایسے واقعات بیان کیے گئے ہیں جو اسلام کی سچی روح
کو اجاگر کرتے ہیں - حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے اس کتاب کا
مختصر تعارف ان الفاظ میں کیا ہے :

"A Book of well-Chosen Stories which Reveal the Spirit of Islam in the Concrete Situations of life. I Strongly Recommend it to our Islamia Schools which I have no doubt will see their way to place it in the hands of their Students."

---

۱ - روایات اقبال : ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ، صفحہ ۱۴ -

۲۴ ۔ کھڑک سنگھ[1]

ہری سنگھ کے لڑکے تھے ۔ مرے کالج سیالکوٹ سے ایف ۔ اے کیا ۔ لاہور سے ۱۸۹۴ء میں بی ۔ اے کی ڈگری لی ۔ بلدیات میں ملازم ہو گئے ۔ ۱۹۰۸ء میں فیصل آباد کی میونسپل کمیٹی کے سیکریٹری اور ۱۹۰۲ء میں میونسپل کمیٹی سیالکوٹ کے سیکریٹری مقرر ہوئے ۔ ۱۹۱۰ء میں سکھوں کی تعلیمی کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے ۔ اس کے علاوہ خالصہ ہائی اسکول سیالکوٹ کی مینیجنگ کمیٹی کے صدر بھی تھے ۔ آزادیٔ وطن کے لیے عملی طور پر حصہ لیا ۔ کانگرس کے سرگرم رکن تھے اور آزادی کے لیے کئی بار جیل گئے ۔ تحریکِ خلافت میں بھی پیش پیش تھے ۔

میر صاحب کی وفات پر آپ نے 'میر حسن نمبر' میں ایک مضمون میں اپنے رنج و غم کا کھل کر اظہار کیا ہے اور آخر میں یہ کہا ہے : ''وہ خوب آدمی تھا ، خدا مغفرت کرے ۔''

۲۵ ۔ کنور سین[2]

بھیم سین وکیل سیالکوٹ کے فرزند ارجمند تھے ۔ کنور سین نے مارچ ۱۸۸۴ء میں سکاچ مشن اسکول سے لوئر پرائمری فرسٹ سیکشن پاس کی[3] ۔ میر صاحب کے گھر عربی پڑھنے جایا کرتے تھے ۔ مڈل

---

۱ ۔ مرے کالج میگزین سیالکوٹ ۔ مارچ ۱۹۱۶ء اور 'میر حسن نمبر' ۔ جنوری ۱۹۳۰ء ۔

۲ ۔ مرے کالج میگزین ، سیالکوٹ ، (۱۶ - ۱۹۱۵ء) ۔

۳ ۔ لاگ بک ۔ مشن ہائی اسکول ، سیالکوٹ ۔ رپورٹ ۳۰ مارچ ۱۸۸۴ء ۔

اور میٹرک میں بھی عربی کا مضمون تھا - ۱۸۹۳ء میں مرے کالج سے ایف - اے کیا - ۱۸۹۵ء میں لاہور سے بی - اے (آنرز)، جامعہ پنجاب لاہور سے ۱۸۹۶ء میں ایم - ایس سی فزکس کی ڈگری لی - ایف - اے میں عربی کا مضمون تھا - آئی - سی - ایس کے امتحان میں عربی لے کر اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کی - لندن گئے اور ۱۸۹۸ء میں "لنکنز ان" میں شمولیت اختیار کی - ۱۹۰۱ء میں قانون کی اعلیٰ ڈگری لے کر وطن واپس آئے - ۱۹۱۵ء میں یونیورسٹی لا کالج لاہور کے پرنسپل تھے - بعد میں جموں و کشمیر کے چیف جسٹس ہوئے - حکومت نے "رائے بہادر" اور "سی - آئی - ای" کے خطابات عطا کیے -

لالہ کنور سین کو عربی زبان و ادب پر مکمل عبور حاصل تھا - بقول سید نذیر نیازی گفتگو میں روانی سے آیات کریمہ کا استعمال کرتے تھے - میر صاحب کو اپنے اس شاگرد پر ناز تھا اور باقاعدگی سے خطوط لکھا کرتے تھے - یہاں تک کہ آپ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اپنے صاحبزادے سید محمد ذکی سے خط لکھوا کر ان کو ارسال کیا کرتے تھے[۱] - میر صاحب سے ملاقات کے وقت واپسی پر ہمیشہ الٹے پاؤں چلا کرتے - کبھی استاد کی جانب پشت کر کے نہیں چلے - ایک بار میر صاحب ایک جلسہ میں آئے - کنور سین انھیں دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور جھک کر سلام کیا - جب تک میر صاحب بیٹھ نہ گئے، آپ کھڑے رہے -

انھوں نے اپنے والد ماجد اور استاد محترم کی یاد میں مرے کالج میں ایک میڈل مقرر کیا تھا اور اس کا نام بھیم سین - میر حسن

---

۱ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ 'میر حسن نمبر' - صفحہ ۲ -

میڈل تھا۔

مڈل میں اُن کے والد بھیم سین نے اُن کو سنسکرت کا مضمون رکھنے کا مشورہ دیا۔ میر صاحب نے اُن کو عربی کے لیے کہا پنڈت اُن کو اُن کے گھر پر سنسکرت پڑھانے پر مامور ہوا اور یہ میر صاحب سے اُن کے گھر پر عربی پڑھتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کنور سین نے عربی زبان و ادب میں کامل مہارت حاصل کر لی۔[1]

۲۶ - گلاب دین، شیخ

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ سیالکوٹ کے رہنے والے تھے اور بہت غریب تھے۔ لیکن حد درجہ شریر تھے۔ شرارت ہی کی بنا پر یہ اسکول سے خارج کر دیے گئے تھے۔ میر صاحب ایک روز بازار سے گزر رہے تھے کہ بازار میں دیا سلائی بیچتے نظر آئے۔ آپ نے اسے بلا کر کہا۔ "بھئی صبح آنا، ہم سفارش کر کے سکول میں داخل کروا دیں گے۔" پھر بھیم سین کے بیٹے کنور سین کو دو روپیہ ماہوار پر پڑھانے لگے۔ یہ روپے میر صاحب کے پاس جمع کراتے رہے۔ اس طرح گلاب دین نے میٹرک پاس کیا۔ داخلے کی رقم میر صاحب نے ان کی جمع شدہ رقم میں سے ادا کی۔ پھر کہا کہ لاہور جا کر مختاری کا امتحان پاس کرو۔ ساتھ ساتھ بی اے اور ایم اے بھی کرو۔ بھوکے بھی مرنے لگو تو لاہور کو نہ چھوڑنا۔ وکالت میں نام پیدا کیا۔ بڑی دولت کمائی، کئی مکان بنائے اور قانونی کتب لکھیں۔[2]

۱ - مرے کالج میگزین سیالکوٹ - میر حسن نمبر - صفحہ ۳
۲ - روایاتِ اقبال - ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی - صفحہ ۳۴

۲۷ - محمد دین ، بھٹی[1]

مرے کالج سیالکوٹ میں پروفیسر تھے - سکاچ مشن اسکول ، کالج کے تعلیم یافتہ تھے - میر صاحب ان کو بہت چاہتے تھے - غلام حسن کے صاحبزادے کی شادی کے موقع پر میر صاحب نے ان سے ساہیوال جانے کے لیے ریلوے اسٹیشن پر پہنچنے کے لیے کہا - محمد دین اس وقت اسٹیشن پر پہنچے جب گاڑی جا چکی تھی - محمد دین اگوکی اسٹیشن پر پیدل گئے اور میر صاحب سے ملے - اگوکی سے یہ ساہیوال گئے اور کھانا کھا کر واپس پیدل آئے - میر صاحب بہت آہستہ آہستہ چلتے تھے - برسات کا موسم تھا - راستے میں پانی بھی تھا - ایک دو مرتبہ محمد دین نے میر صاحب کو کندھوں پر بھی اٹھا کر پانی سے پار کیا - روزانہ صبح و شام میر صاحب کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے -

۲۸ - منیر ، محمد اکبر[2]

نام محمد اکبر ، تخلص منیر ، حکیم محمد حسین سیالکوٹی کے صاحبزادے ہیں - منیر صاحب ۱۹ مارچ ۱۸۹۵ء کو موضع مراد پور ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے - اکبری دور میں ان کے جد امجد سیالکوٹ آئے تھے - ابتدائی تعلیم منیر صاحب نے سیالکوٹ میں حاصل کی - اعلیٰ تعلیم کے لیے لاہور چلے آئے - پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۱۶ء میں ایم - اے فارسی کی ڈگری لی - تعلیم کے بعد آپ نے

---

۱ - روایات اقبال - ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۶۲ -

۲ - فارسی گویان پاکستان - ڈاکٹر سید سبطین حسن رضوی راولپنڈی ۱۹۷۴ء - صفحہ ۳۲۵ -

سولانا ابوالکلام آزاد سے کلکتہ کے 'دارالاشاد' کے تحت درسِ خطابت لیا ۔ علامہ اقبال کی شاعری سے بڑے متاثر ہوئے ۔ مولوی سید میر حسن سے فارسی زبان و ادب کی تعلیم حاصل کی تھی ۔ فارسی زبان کے صاحبِ دیوان شاعر ہیں ۔ محکمہ تعلیم سے منسلک تھے ۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۲۵ء سے ۱۹۵۱ء تک فارسی کے استاد رہے ۔ اس کے بعد کچھ عرصہ کے لیے زمیندارہ کالج گجرات میں بھی تعلیم دی ۔

۲۹ ۔ نذیر احمد ، مولوی

مسجد دو دروازہ سیالکوٹ کے امام مولوی شیر محمد کی اولاد میں سے ہیں ۔ نسب نامہ یہ ہے :

نذیر احمد بن محمد سعید بن غیاث الدین بن محمد مزمل بن شیر محمد

نذیر احمد نے میر صاحب سے آخری سالوں میں یعنی ۱۹۲۴ء کے قریب مذہبی تعلیم حاصل کی ۔ علمِ حدیث پڑھا خصوصی طور پر ترمذی شریف ، مشکواۃ شریف اور صحیح بخاری پڑھیں ۔ آپ ان دنوں 'بن باجوہ' نامی گاؤں میں رہ رہے ہیں ۔

۳۰ ۔ لرنجن داس ، رائے بہادر

سکاچ مشن اسکول اور کالج میں میر صاحب سے تعلیم حاصل کی ۔ قانون کے پیشے کو اپنایا ۔ حکومت نے 'رائے بہادر' کے خطاب سے نوازا ۔ سینئر سب جج کی حیثیت سے ملازمت سے سبکدوش ہوئے ۔

۳۱ ۔ نصراللہ خاں چودھری[1]

چودھری سکندر خاں بن چودھری فتح دین کے لڑکے ہیں ۔

---

[1] ۔ تحدیث نعمت ۔ سر محمد ظفراللہ خاں ۔ لاہور ۱۹۷۱ء ۔

آبائی وطن ڈسکہ ہے ۔ سر ظفراللہ خاں کے والدِ ماجد ہیں ۔ آپ تقریباً ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے ۔ سیالکوٹ کے ورنیکلر اسکول یعنی ضلع اسکول میں تعلیم حاصل کی ۔ مختاری اور وکالت کے امتحان بھی اردو میں پاس کیے ۔ اس کے بعد سیالکوٹ میں وکالت کرنے لگے ۔ میونسپل کمیٹی سیالکوٹ کے کئی برس تک رکن رہے اور تین سال نائب صدر رہے ۔ انھی کی زیرِ نگرانی ان کے صاحبزادے ظفراللہ خان نے سیالکوٹ میں اپنی پریکٹس کا آغاز کیا تھا ۔ آپ زیادہ تر دیوانی کے مقدمات لیتے تھے اور دیوانی کے چوٹی کے وکیل تھے ۔ ۲ ستمبر ۱۹۲۶ء بروز جمعۃالمبارک کو لاہور میں وفات پائی ۔ ۳ ستمبر کو قادیاں میں دفن ہوئے ۔

۳۲ ۔ نہال سنگھ[1]

سکاچ مشن اسکول اور کالج کے تعلیم یافتہ تھے ۔ ایم ۔ اے عربی میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کی ۔ بطور ڈپٹی کمشنر آپ کی تقرری ہوئی ۔ حکومت نے ''سردار بہادر'' کا خطاب عطا کیا ۔ بعد میں ریاست پٹیالہ میں وزارت کے عہدہ پر فائز ہوئے ۔ میر صاحب کی حد درجہ عزت کرتے تھے ۔ جہاں آپ نظر آتے ، کار فوراً روک دیتے اور ادب سے استاد کے قدم بہ قدم پیدل چلتے ۔ اُستاد کی موجودگی میں کبھی موٹر پر سوار نہ ہوتے ۔ ان کی طرف پشت کر کے کبھی نہ چلتے بلکہ ملاقات کے بعد الٹے قدم واپس ہوتے ۔ ایک مرتبہ آپ جموں سے ایک عمدہ کمبل لائے اور میر صاحب کو تحفتہً پیش کیا ۔

---

۱ ۔ روایاتِ اقبال ۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۔ صفحات ۱۵ - ۳۱ ۔

آپ نے لینے سے معذرت چاہی۔ نہال سنگھ کمبل پھینک کر چلے گئے اور کہا کہ آپ کا ہدیہ میں کسی اور کو نہیں دے سکتا۔ دوسرے سال آئے تو دیکھا کہ وہ کمبل میر صاحب کے برادر عم (سید بڈھے شاہ) کے لڑکے سید حسین شاہ نے اوڑھ رکھا ہے۔ پوچھا تو حسین شاہ نے جواب دیا کہ یہ مجھے چچا نے دیا ہے۔

لاہور میں میر صاحب اقبال کو لے کر اسی کے پاس گئے تھے اور اس نے ان کی بڑی خاطر و مدارت کی تھی۔

۳۳۔ نور الٰہی، شیخ

سیالکوٹ میں وکالت کرتے تھے۔ سکاچ مشن اسکول اور کالج کے تعلیم یافتہ تھے۔

۳۴۔ ہیم راج

سکاچ مشن اسکول، کالج کے تعلیم یافتہ تھے۔ میر صاحب کو بہت ہی عزیز جانتے تھے۔ میر صاحب نے اپنے لڑکوں کے ساتھ ایک تصویر اتروائی تھی جس میں ہیم راج بھی موجود تھا۔

میر صاحب کی آخری عمر میں ہیم راج نے تین ہزار کی خطیر رقم علاج و معالجے کے لیے دینی چاہی مگر آپ نے بہت کچھ کہہ سن کر واپس کی۔[1]

۱۔ بقول بریگیڈیئر ڈاکٹر سید محمد جعفر۔ ہیم راج نے یہ رقم اس واسطے دی تھی کہ میر صاحب اپنے ہاتھوں سے اس کو خیرات میں دے دیں مگر میر صاحب نے کسی کی رقم اپنے ہاتھوں خیرات کرنے سے انکار کر دیا۔

اولاد

میر حسن صاحب اولاد درویش تھے ۔ آپ نے دو شادیاں کیں ۔ پہلی بیوی کا نام سعید بیگم جو حاجی پورہ سیالکوٹ کی رہنے والی تھیں ۔ سعید بیگم نے ۳۹ برس کی عمر میں ۱۸ جون[1] ۱۸۸۶ء کو سیالکوٹ میں وفات پائی ۔ ان کی وفات پر میر صاحب کو بڑا رنج و ملال ہوا کیونکہ سب سے چھوٹے بچے مظہر کی پیدائش کے بعد اسی روز چل بسی تھیں ۔ مظہر کی پرورش کا مسئلہ میر صاحب کے لیے ایک بڑا کٹھن کام تھا ۔ آپ نے جب سر سید احمد خاں کو اپنی حالت سے آگاہ کیا تو سر سید نے اپنے ایک مکتوب مورخہ ۳۱ اگست ۱۸۸۶ء میں اس طرح تعزیت کی :

"آپ کی اہلِ خانہ کی خبر سے اور اس رنج و تردد پرورش اطفال کا حال سن کر جو آپ نے لکھا ہے ، سخت افسوس ہوا ۔ خدا تعالیٰ آپ کا مددگار ہو ۔ دنیا میں علی الخصوص تاہل میں اس قسم کے رنج و الم پیش آ جاتے ہیں ۔ دوست تسلی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صبر کرو مگر ایسے واقعات پر صبر کرنا ہی مجبوری ہے ۔ صبر نہ کرے تو کیا کرے ۔"

---

۱ ۔ رجسٹر اموات ، میونسپل کمیٹی سیالکوٹ ۔ حوالہ نمبر ۱۰۴ ۔

سعید بیگم کو مرگی کا دورہ پڑا جس کی وجہ سے چند گھنٹوں کے بعد وہ چل بسیں ۔ نومولود مظہر آٹھ ماہ تیرہ دن عمر پا کر ۳ مارچ ۱۸۸۸ء کو چل بسا ۔[1] آپ کی ساری اولاد سعید بیگم کے بطن سے ہوئی ۔ تین لڑکے ڈاکٹر سید علی نقی ، سید محمد تقی اور سید محمد ذکی اور چار لڑکیاں زیب النساء ، فیض بیگم ، چراغ بیگم اور رابعہ بیگم تھیں ۔

۱ ۔ سید علی نقی ، ڈاکٹر (۱۹۳۵ - ۱۸۶۷)

اوائل عمر میں ہی لاہور کے میڈیکل اسکول سے میڈیکل اسسٹنٹ کا امتحان پاس کرکے ۱۸۸۶ء میں فوج کی میڈیکل برانچ میں ملازم ہوگئے اور ۱۵ لانسر میں میڈیکل آفیسر تعینات ہوئے ۔ دسمبر ۱۹۱۱ء میں حکومت نے آپ کو "خان صاحب" کا خطاب عطا کیا ۔ مارچ ۱۹۱۸ء میں آنریری اسسٹنٹ سرجن مقرر ہوئے ۔ ۱۹۱۹ء میں حکومت نے آپ کو "سردار بہادر" کے خطاب سے نوازا ۔ ۱۹۲۲ء میں آنریری کیپٹن کے عہدہ پر ترقی پائی ۔ فوج کی ملازمت کا بڑا حصہ یعنی ۱۹۰۵ء سے لے کر ۱۹۲۵ء تک گورنر ہاؤس لاہور میں بطور میڈیکل انچارج گزارا ۔

ملازمت سے سبکدوشی کے بعد آپ سیالکوٹ رہنے لگے تھے اور اپنے والد بزرگوار کے لیے ایک بگھی بنوا لی تھی تاکہ میر صاحب کو کالج جانے آنے کے لیے آسانی ہو جائے ۔ مگر میر صاحب نے اس

---

۱ ۔ رجسٹر اموات ، میونسپل کمیٹی سیالکوٹ ۔ حوالہ نمبر ۱۷۷ ۔

پگڑی کو بہت کم استعمال کیا ۔ ان کے لیے ایک لڑکے کو بطور ملازم رکھا تاکہ وہ میر صاحب کی دیکھ بھال کیا کرے ۔

ڈاکٹر موصوف کی زوجہ چراغ بی‌بی بنتِ حرمت علی شاہ بن حیات شاہ نے ۱۹۶۰ء میں تقریباً نوے برس کی عمر میں وفات پائی ۔ حرمت علی شاہ ، ٹیکسالی گیٹ لاہور کے سید میر قاسم بن سید حسام‌الدین کے عزیزوں میں سے تھے ۔ چراغ بی‌بی میر حسن کی بڑی خدمت گزار تھی ۔ میر صاحب اپنے ایک خط بنام سید محمد عبداللہ مورخہ ۷ مئی ۱۹۱۳ء کو رقم طراز ہیں :

”سب لڑکیوں کو پیار دو اور دعا دو اور اپنی والدہ جو دل سے میری اطاعت اور خدمت کرتی ہیں اور میں اس کے حق میں دعائیں کرتا رہتا ہوں ، بہت دعا دیں“۔

ڈاکٹر نے سیالکوٹ میں وفات پائی ۔ حسبِ ذیل آپ کی اولاد ہے :

۱ - **سید محمد عبداللہ** : ۲۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے ۔ مشن ہائی اسکول سیالکوٹ سے میٹرک پاس کیا ۔ مشن کالج لاہور سے ۱۹۱۰ء میں ایف اے کیا ۔ اس کے بعد آپ علی گڑھ کے مدرسۃ‌العلوم میں داخل ہو گئے اور ۱۹۱۲ء میں بی ۔ اے کی ڈگری لی ۔ اس کے بعد آپ بطور منصف ملازم ہو گئے ۔ مختلف شہروں میں مثلاً پھلور ۱۹۱۵ء ، نور محل ۱۹۱۵ء ، جگرانو ۱۹۱۸ء ، گجرات پنجاب ۱۹۱۹ء ، قصور ۱۹۲۲ء اور دہلی ۱۹۲۹ء میں بطور

منصف خدمات پر انجام دیں ۔ لاہور سے سیشن جج کی حیثیت سے ۱۹۴۷ء میں سبکدوش ہوئے ۔ جون ۱۹۳۶ء میں حکومت نے "خان بہادر" کے خطاب سے نوازا ۔ آپ تقریباً ڈیڑھ برس فالج کے مرض میں مبتلا رہ کر ۲۱ فروری ۱۹۷۸ء کو شب کے ایک بجے راہی ملک عدم ہوئے ۔

لاہور اور علی گڑھ میں تعلیم اور ملازمت کے دوران میر حسن کی ان سے باقاعدہ خط و کتابت تھی ۔ ان خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ میر صاحب کو آپ سے بڑا انس تھا ۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے قیام لاہور کے دوران عبداللہ صاحب کے ان سے گہرے مراسم تھے ۔ دونوں کے درمیان علمی و ادبی گفتگو ہوا کرتی تھی ۔ عبداللہ صاحب کی زوجہ کا نام صغراں بیگم (۱۸۹۴-۱۹۳۵) ہے ۔

عبداللہ صاحب چونکہ ایک اعلٰی اور معزز عہدہ پر فائز تھے ۔ اس لیے آپ نے اپنی اولاد کو بھی اعلٰی تعلیم دلانے میں کوئی فروگذاشت نہ کیا ۔ اس وقت ان کی اولاد[1] کا شمار امراء میں ہوتا ہے ۔

---

۱ ۔ چونکہ راقم کو اس کتاب کی تیاری میں عبداللہ مرحوم کی اولاد نے بڑی مدد دی ہے ۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کا سرسری ذکر کر دیا جائے ۔ عبداللہ صاحب کی اولاد کی تفصیل یہ ہے :

(i) سیدہ نزہت : تعلیم بی ۔ اے پنجاب ۱۹۴۱ء ۔ ان کے خاوند سید شیر محمد بن سید سندھی سبزواری حال ہی میں ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل پراجیکٹ کیبنٹ ڈویژن کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے ہیں ۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

۲ - جمیلہ بیگم : چار برس کی عمر میں ۷ مئی ۱۸۹۵ء کو وفات پائی -

۳ - حلیمہ بیگم : ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئیں - سید محمد منیر بن سید امانت علی بن سید شاہ محمد سے شادی ہوئی - ان کے ایک جواں سال بیٹے شبیر حیدر ۳۰ نومبر ۱۹۳۷ء کو سیالکوٹ میں وفات پا گئے - اس کے علاوہ ان کی تین صاحبزادیاں سیدہ بلقیس ، سیدہ اختر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

(ii) سیدہ ریحانہ : بی - اے دوران تعلیم کو منقطع کرنا پڑا کیونکہ آپ پر فالج کا حملہ ہوا تھا - ناول نگار ہیں - ان کے تین ناول نالۂ دل ، سحر ہونے تک اور غبار آرزو چھپ چکے ہیں -

(iii) سیدہ ساجدہ : دہلی کے لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج سے ۱۹۴۳ء میں ایم بی بی ایس کی ڈگری لی - لندن یونیورسٹی سے ۱۹۵۴ء میں اناٹمی میں ایم ایس سی کی ڈگری لی - آج کل علامہ اقبال میڈیکل کالج لاہور میں اناٹمی کی پروفیسر ہیں -

(iv) سیدہ ہاجرہ : دہلی سے ۱۹۴۶ء میں ایم بی بی ایس لندن سے ۱۹۵۶ء میں ڈی سی ایچ اور گلاسگو سے ۱۹۵۸ء میں ایم آر سی پی کی ڈگری لی آج کل فاطمہ جناح میڈیکل کالج لاہور میں پروفیسر ہیں .. امراض اطفال کی اسپیشلسٹ ہیں -

(v) سید محمد جعفر : پ ۱۹۱۷ء لکھنؤ - لاہور سے ۱۹۴۴ء میں ایم - بی بی ایس کی ڈگری لی - اسی سال فوج میں آپ کو کمیشن مل گیا - اڑھائی سال کے لیے امریکہ اور لندن جلدی بیماریوں کی اعلیٰ تعلیم کے لیے گئے - فیلو آف رائل کالج ، فزیشن اینڈ سرجن ہیں - ۱۹۷۷ء میں بطور بریگیڈیئر فوج کی ملازمت سے سبکدوش ہوئے - ان کی زوجہ کا نام سیدہ راشدہ بیگم ہے جو علیمہ بیگم اور سید محمد نصیر کی صاحبزادی ہے -

اور سیدہ آصف حیات ہیں ۔ حلیمہ بی بی لاہور میں اپنی بیٹی کے پاس رہ رہی ہیں ۔ آپ بڑی خوش اخلاق اور ملنسار خاتون ہیں ۔ میر صاحب سے آپ نے گھر پر تعلیم حاصل کی تھی ۔ جوانی ہی میں بیوہ ہوگئیں ۔ خاوند کی وفات کے بعد آپ سیالکوٹ میں مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھیں تاکہ باقی زندگی ایک معلمہ کی حیثیت سے مصروف رہ کر گذار دے مگر میر صاحب نے اسکول میں پڑھنے کی اجازت نہ دی اور خود گھر پر پڑھانا شروع کیا ۔

۵ ۔ **سلیمہ بیگم :** ۱۹۳۰ء میں وفات پائی ۔ ڈاکٹر سید مشتاق علی سے بیاہی تھیں ۔

[illegible] ۔ **علیمہ بیگم :** پ ۱۸۹۷ء ۔ ان کے خاوند سید محمد نصیر بن سید امانت علی محکمہ تعلیم میں ملازم تھے ۔ بطور ہیڈ ماسٹر سبکدوش ہوئے ۔ قانون کی ڈگری بھی ان کے پاس تھی ۔ دو لڑکے حبیب الرحمٰن و شاہد نصیر اور تین لڑکیاں راشدہ ، عاقلہ اور ڈاکٹر سیدہ خالدہ ہیں ۔ حبیب الرحمٰن سندھ طاس کے کمشنر ہیں ۔

۶ ۔ **سید مہدی علی :** جنوری ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے ۔ لاہور سے ۱۹۲۱ء میں میٹرک کیا ۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۲۸ء میں بی اے کی ڈگری لی ۔ اس کے بعد بطور تحصیل دار ملازم ہو گئے ۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۰ء کو ڈپٹی سیکریٹری (Revenue) کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے ۔ ان کی زوجہ کا نام سیدہ شفقت بیگم ہے جو سر مراتب علی کی بھتیجی اور سید احسان علی کی دختر ہیں ۔ آپ آج کل لاہور میں رہ رہے ہیں ۔

میر حسن سید محمد عبداللہ کو اپنے خطوط میں سید مہدی علی کا ذکر ضرور کیا کرتے تھے - ۲۴ مارچ ۱۹۱۰ء کے خط میں میر صاحب لکھتے ہیں :

"عزیزی مہدی پڑھتا ہے - حروف شناس ہوگیا ہے مگر کامل نہیں - تھوڑے دنوں میں پہلی کتاب شروع کرے گا"۔

ان کا ایک لڑکا سید امتیاز مہدی ہے جو پہلے تلو اور ڈریٹ بایڈ کی صنعت کے ڈائریکٹر تھے - پھر سندھ گھی بورڈ کے چیئرمین مقرر ہوئے - بعد میں مستعفی ہو کر امریکہ تجارت کے سلسلے میں چلے گئے -

۷ - **عظیمہ بیگم** : ۲۸ برس کی عمر میں راہی ملکِ عدم ہوئی - سید عابد علی شاہ بن سید محمد ذکی سے بیاہی تھی -

۲ - سید محمد تقی (۱۸۷۲-۱۹۵۲)

آپ تقریباً ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے - سکاچ مشن اسکول سیالکوٹ سے مڈل پاس کر کے لاہور کے میڈیکل اسکول میں داخل ہوگئے مگر چند ماہ کے بعد میڈیکل اسکول کو خیرباد کہہ دیا اور (Veterinary) اسکول لاہور میں داخلہ لے لیا - ۱۹۰۱ء میں آپ نے یہاں سے تین سالہ کورس پاس کیا اور لاہور کے (Slaughter House) میں بطور سپرنٹنڈنٹ ملازم ہوگئے - ملازمت کا سارا عرصہ یہیں گزارا - (۱۹۲۷-۲۸ء) میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے - ۸ مئی ۱۹۵۲ء کو لاہور میں وفات پائی اور میانی صاحب کے قبرستان میں دفن ہوئے -

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے آپ سے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ دونوں گہرے دوست تھے۔ یہ دوستی ساری عمر رہی۔ اقبال جب اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان گئے تھے تو آپ سید محمد تقی کو باقاعدہ خطوط لکھا کرتے تھے۔ ان خطوط میں راز کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ اقبال کی وفات کے بعد تقی صاحب نے ان کے خطوط جلا دیئے تاکہ ان خطوط کے مواد سے کوئی آگاہ نہ ہو سکے اور ان پر پردہ پڑا رہے۔

تقی صاحب کی پہلی بیوی سعادت بیگم تھی، جس سے اشرف علی پیدا ہوا۔ سعادت بیگم نے ۱۹۰۷ء میں وفات پائی۔

آپ نے دوسری شادی آمنہ بیگم بنت سید حسین شاہ سے کی جس سے یہ اولاد ہوئی۔

۱۔ **اسلم علی**: آپ کی بیوی کا نام نجیب بیگم ہے۔

۲۔ **اکرم علی**: زوجہ کا نام انیس بیگم ہے۔

۳۔ **اعظم علی**: زوجہ کا نام منیر بیگم ہے۔

۴۔ **سعیدہ صادقہ**: آپ مارچ ۱۹۱۴ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئیں۔ سید شمشاد حیدر سابق رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی سے بیاہی تھیں۔

۵۔ **سیدہ بشریٰ**: سید مظفر علی ان کے خاوند ہیں۔

۳۔ سید محمد ذکی (۱۸۷۴ - ۱۹۶۸)

آپ ۱۸۷۴ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور دسمبر ۱۹۶۸ء کو سیالکوٹ ہی میں وفات پائی۔ ان کی بیوی حسین بی بی (المتوفی

۱۹۴۵ء) تھی جو حکیم سید محمد علی وکیل کنور دلیپ سنگھ کپور تھلہ کی صاحبزادی تھیں ۔

ذکی صاحب سکاچ مشن اسکول سیالکوٹ سے میٹرک کرنے کے بعد محکمہ ڈاک میں ملازم ہوگئے اور ملازمت کا سارا عرصہ سیالکوٹ ہی میں گزارا - ۱۹۱۹ء میں آپ کی تبدیلی کچھ عرصہ کے لیے جموں[۱] ہوگئی تھی -

سیالکوٹ ڈاک خانہ کے ریکارڈ کے مطابق آپ کی تنخواہ اکتوبر ۱۹۲۲ء میں اسّی روپے تھی - ۱۹۲۷ء میں ۱۰۸ روپے اور اپریل ۱۹۳۳ء میں ۱۳۵ روپے تھی - میر حسن مارچ ۱۹۲۸ء میں ۱۲۰ روپیہ پر سبکدوش ہوئے تھے اور اس کے بعد ۷۰ روپیہ ماہوار پنشن پاتے تھے - یہ کہنا کہ محمد ذکی کی تنخواہ کم تھی اس لیے میر صاحب ان کو اپنی تنخواہ میں سے کچھ روپے بطور مدد دیا کرتے تھے ، غلط ہے - اصل وجہ یہ تھی کہ ذکی چوں کہ کثیرالاولاد تھے اور ماہوار تنخواہ میں ان کی گزر اوقات نہیں ہوتی تھی ، اس لیے میر صاحب ان کی مالی مدد کیا کرتے تھے - دوسری وجہ یہ تھی کہ ذکی صاحب چونکہ ڈاک خانہ میں روپیہ پیسہ کے لین دین کی ڈیوٹی کیا کرتے تھے ، اس لیے لین دین میں سرکاری رقم میں کمی

---

۱ - مکتوب میر حسن بنام سید محمد عبداللہ بی - اے علیگ مصنف "شہر گجرات" مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۱۹ء "محمد ذکی کی تبدیلی جموں ہوگئی اور ۱۰ اپریل کو محمد ذکی کے ہاں لڑکی ہوئی - لڑکیوں کی کثرت ہوگئی - مسبب الاسباب کوئی صورت پیدا کرے گا کہ ان کا سرانجام بخیر ہو -"

(Shortage) ہو جاتی تھی - اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے بھی میر صاحب ان کو مالی مدد دیتے تھے - میر حسن اپنے ایک مکتوب بنام سید محمد عبداللہ منصف محکمہ بندوبست نور محل ضلع جالندھر مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۱۵ء کو لکھتے ہیں :

"محمد ذکی ڈاک خانہ صبح کے نو بجے جاتا ہے اور شام کے سات بجے کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر قریب آٹھ بجے گھر آ جاتا ہے - چوں کہ منی آرڈر پر لگایا گیا ہے اس واسطے کچھ کچھ روزمرہ نقصان ہوتا ہے -"

چوں کہ ذکی صاحب سب سے چھوٹے لڑکے تھے ، اس لیے میر صاحب ان کو بہت عزیز جانتے تھے - ۱۹۰۵ء میں میر صاحب ان کو اپنے ساتھ علی گڑھ جاتے ہوئے دہلی میں ٹھہرے تھے - میر صاحب انھیں ایک جگہ لے گئے اور کہا : "اس جگہ کو اچھی طرح سے دیکھ لو - میں ۱۸۷۳ء میں دہلی آیا تھا اور اس جگہ پہنچا تھا تو ایک شخص نے محمد ذکی ، محمد ذکی کہہ کر دوسرے کو آوازیں دی تھیں - میں نے دل میں کہا : اگر خدا نے مجھے لڑکا دیا تو میں اس کا نام محمد ذکی رکھوں گا اور یہ جگہ اسے دکھاؤں گا - اسی سال تم پیدا ہوئے - لہذا میں نے تمھارا نام محمد ذکی رکھا - اب خدا نے دوسری مراد پوری کر دی اور تمھیں یہ جگہ دکھا دی "-[1]

ذکی صاحب کی بیوی کا نام حسین بی بی تھا جو مرالی والہ ، گوجرانوالہ کی تھیں - حسین بی بی ایک مرتبہ بیمار ہو گئیں -

---

۱ - روایات اقبال ، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صفحہ ۲۰ -

میر صاحب رات کو فرش پر سوتے تھے اور تیمارداری کرتے تھے۔ میر حسام الدین کا علاج ہو رہا تھا۔ وہ صحت کی طرف سے مایوس ہو چکے تھے۔ میر صاحب نے ایک رات دو بجے اٹھ کر دعا کی۔ پھر ذکی صاحب کو جگا کر کہا کہ دیکھو بخار کا کیا حال ہے۔ دیکھا تو حرارت معمول پر آ پہنچی تھی، کہا: "اسے دو دو چمچے دودھ پلایا جائے"۔ صبح کو حسام الدین دیکھنے آئے تو حیران رہ گئے اور بولے کہ اب انشاءاللہ بچ جائے گی۔[1] سید محمد ذکی کی اولاد کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ **عطاء اللہ**: ۱۳ ماہ کی عمر پا کر ۱۹ نومبر ۱۹۰۳ء کو وفات پائی۔[2]

۲۔ **عابد علی**: میر صاحب سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ محکمہ تعلیم میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ ۱۹۶۹ء میں وفات پائی۔ میر صاحب ان کو بہت چاہتے تھے۔ ان کی بیوی کا نام عظیمہ بیگم ہے۔ عابد علی نے ۱۹۲۷ء میں مرے کالج سیالکوٹ سے بی اے کیا تھا۔

۳۔ **کنیز فاطمہ**: زوجہ سید بہادر علی شاہ۔ شادی کے ایک سال بعد وفات پا گئی۔

۱۔ روایات اقبال کے صفحہ ۴۱ پر میر حامد شاہ معالج تھے جو صحیح نہیں۔ بقول سید محمد جعفر حکیم حسام الدین معالج تھے۔
۲۔ رجسٹر اموات میونسپل کمیٹی سیالکوٹ، حوالہ نمبر ۱۹۴۶۔

۴ - **مظفر علی** : بشریٰ بیگم بنتِ سید محمد تقی سے بیاہے ہیں ۔ بھاٹی دروازہ لاہور میں رہ رہے ہیں ۔

۵ - **سیدہ جمیلہ** : کنیز فاطمہ کی وفات کے بعد سید بہادر علی شاہ نے ان سے شادی کر لی ۔

۶ - **معظم علی** : ان کی بیوی کا نام ظاہرہ بیگم ہے ۔ سمن آباد لاہور میں رہتے ہیں ۔ ان کی تحویل میں میر صاحب کا قرآن مجید ہے ۔

۷ - **مکرم علی** : خاوند محمودہ بیگم ۔

۸ - **ذوالفقار علی** : خاوند فیاض بیگم ۔ واپڈا لاہور میں اسسٹنٹ ڈائرکٹر ایڈمنسٹریشن ہیں ۔

۹ - **سیدہ عقیلہ** : کنوار پنے میں وفات پا گئی ۔

۱۰ - **سیدہ مومنہ** : کنوار پنے میں چل بسی ۔

۱۱ - **محسن** : بچپن میں وفات پا گیا ۔

۱۲ - **سیدہ نجیبہ** : اسلم علی بن سید تقی شاہ سے بیاہی ہیں ۔

۱۳ - **سیدہ صالحہ** : سید مظہر علی سے بیاہی ہیں ۔ سیالکوٹ میں رہائش پذیر ہیں ۔

۱۴ - **اشفاق علی** : ان کی زوجہ کا نام نسیم بیگم ہے ۔ سیالکوٹ میں رہتے ہیں ۔

۱۵ - **اشتیاق علی** : سیدہ شفیقہ ان کی بیوی ہیں ۔ سیالکوٹ میں رہتے ہیں ۔

۴ ۔ چراغ بیگم

آپ بڑی صاحبزادی تھیں ۔ سید امانت علی سے بیاہی تھیں ۔ امانت علی سید شاہ محمد بن سید محمد شاہ سرانوالی کے صاحبزادے تھے ۔ ان کی اولاد یہ تھی : بشیر احمد ، نذیر احمد ، منیر احمد ، نصیر احمد اور صغراں بیگم

چراغ بیگم نے انیسویں صدی کے آخری سالوں میں وفات پائی ۔ اس کے بعد سید امانت علی نے حکیم حسام الدین کی لڑکی سعیدہ بیگم سے نکاح کیا ۔

۵ ۔ زیب النساء

سید خورشید انور سے بیاہی تھیں ۔ میر صاحب سید خورشید انور کو بہت عزیز جانتے تھے ۔ کیونکہ آپ بڑے ذہین اور قابل واقع ہوئے تھے ۔ جوانی ہی میں تپ دق کے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے اور اسی میں جان دے دی ۔

ان کی تین لڑکیاں قمرالنسا ، نجم النسا اور شمس النسا ہوئیں جو چھوٹی عمر ہی میں چل بسیں ، زیب النسا نے ۲۸ فروری ۱۹۴۰ء کو وفات پائی ۔ آپ بڑی متقی اور پرہیزگار خاتون تھیں ۔ ڈاکٹر اقبال ان سے اپنے لیے دعا کرایا کرتے تھے ۔

۶ ۔ فیض بیگم

عمر رسیدہ تھیں ۔ ساری عمر شادی نہیں کی ۔ عبداللہ شاہ بن ڈاکٹر علی نقی کو بیٹا بنایا ہوا تھا ۔ انیسویں صدی کی آخری دہائی میں وفات پائی ۔

۷ - رابعہ بیگم

آپ نے (۶۱-۱۹۶۰ء) میں وفات پائی۔ ڈاکٹر سید سعادت علی شاہ 'خان صاحب' سے بیاہی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب سری نگر میں ریذیڈنسی ڈاکٹر تھے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد آپ سیالکوٹ آ گئے اور کچھ عرصہ بعد لاہور میں مستقل رہائش اختیا کر لی۔ دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی:

(۱) سید شمشاد حیدر: ساٹھ برس کی عمر میں ۱۹۷۴ء میں لاہور میں وفات پائی۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے رجسٹرار تھے۔

(۲) سیدہ زبیدہ خاتون: سید اشرف علی بن سید محمد تقی سے بیاہی ہیں۔ بھاٹی دروازہ لاہور میں رہتی ہیں۔

(۳) سید سجاد حیدر: حکومت پنجاب میں ملازم تھے۔

میر حسن کی دوسری شادی:

میر صاحب نے دوسری شادی برکت بی بی سے کی، جسے ان کے چھوٹے بھائی سید عبدالغنی نے مزاج میں ہم آہنگی نہ ہونے کی بنا پر ۱۸۸۷ء میں طلاق دے دی تھی۔ میر صاحب کی والدہ ماجدہ نے میر صاحب کو اپنی طلاق شدہ بھاوجہ (برکت بی بی) سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا۔ سو آپ نے ماں کے کہنے پر ان سے نکاح کر لیا۔ برکت بی بی کا ایک چھوٹا بچہ احسان علی جو سید عبدالغنی کے صلب سے تھا۔ سید احسان علی فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ میں ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوا تھا۔ میر صاحب نے اپنے اس سوتیلے بیٹے اور بھتیجے کی خود

پرورش کی ۔ اسے خود تعلیم دی اور دلوائی ۔ تعلیم کے بعد احسان نے ملازمت کا آغاز سیالکوٹ کے محکمہ دیوانی میں کیا ۔ کچھ عرصہ آپ نے پسرور میں بھی ملازمت کی ۔ ۱۹۴۴ء میں آپ ملازمت سے سبکدوش ہوئے ۔ احسان کو ایک بار اقبال نے گود میں بھی اٹھایا تھا ۔ اس کا ذکر اس کتاب کے کسی صفحے پر آ چکا ہے ۔ سید احسان علی کی شادی حاکم بی‌بی بنت سید جماعت علی شاہ سے ہوئی جو موضع رتیاں سیداں ضلع سیالکوٹ کی رہنےوالی تھیں ۔ حاکم بی‌بی نے سیالکوٹ میں ۱۹۲۰ء میں وفات پائی ۔ احسان علی نے لاہور میں سید تصدق حسین کے پاس اپریل ۱۹۵۷ء میں وفات پائی ۔ احسان علی کے بیٹے سید مبارک علی (پیدائش ۱۴ جون ۱۹۰۵ء) کی بھی میر صاحب نے پرورش کی ۔ اسے خود عربی فارسی کی تعلیم سے نوازا اور اسکول میں بھی تعلیم دلوائی ۔ تعلیم کے بعد مبارک علی جون ۱۹۲۶ء میں مظفر گڑھ ڈسٹرکٹ بورڈ میں میر صاحب کے سکھ شاگرد ڈپٹی کمشنر کے ذریعہ ملازم ہوگئے اور جون ۱۹۶۶ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے ۔ آج کل مبارک علی گل گشت کالونی ملتان میں سکونت پذیر ہیں ۔ ان کے پاس میر صاحب کو حکومت سے ملا ہوا چوغہ ، میڈل اور سیاہ پگڑی تھی مگر افسوس کہ یہ نادر اشیاء زمانہ کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکیں ۔ برکت بی‌بی نے ستمبر ۱۹۳۴ء میں سیالکوٹ میں وفات پائی ۔ برکت بی‌بی کے والدین کے نام معلو نہیں ہو سکے ۔ اس کے دو بھائی نیاز علی اور حیدر شاہ تھے ۔ نیاز علی لاولد رہے ۔ حیدر شاہ کا ایک لڑکا محمد عبداللہ ہے ۔ برکت بی‌بی کی والدہ جھنگ کی رہنے والی تھی ۔

—— :o: ——

باب ۱۴

میر حسن سے متعلق متفرق واقعات[1]

۱ ۔ میر صاحب چوں کہ ایک علمی شخصیت تھے اس لیے آپ کی گفتگو اور انداز تکلّم میں علمی زبان اور ادبی ذوق رچا ہوا تھا ۔ بعض اوقات ذومعنی جملے بول دیتے کہ سننے والا داد دیئے بغیر نہ رہتا ۔ ایک روز آپ بازار میں ایک پھلوں کی دکان سے گزرنے لگے تو پھل فروش نے کہا : ''مولوی صاحب سردا بہت اچھا ہے ۔ لے لیجیئے ۔

پوچھا ۔کیا بھاؤ ہے ؟

جواب ملا ۔ آٹھ آنے سیر ۔

میر صاحب نے پنجابی میں کہا ۔ نئیں بھائی ۔ مینوں نئیں سردا ۔

سردا بمعنی قبول ۔ قواعد کی صنعت تجنیس کس خوبصورتی سے استعمال کی ہے ۔

۲ ۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ سنیئے ۔

ایک مرتبہ گرمی کے موسم میں ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ لوگوں کو پانی پلایا جا رہا تھا ۔کسی نے کہا ۔ ''بھائی جگ

---

۱ ۔ واقعات زیادہ تر سید محمد ذکی بن سید میر حسن کے بیان کردہ ہیں ۔ دیکھیئے روایات اقبال ۔

مولوی صاحب کی طرف لاؤ" آپ نے برجستہ فرمایا "جگ آئے گا تو جگ دیکھے گا۔"

۳۔ بعض اوقات آپ موقع و محل کے مطابق ایسا بے ساختہ جواب دیتے کہ مزاح کا رنگ پیدا ہو جاتا۔ ساگر چند ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز کا رنگ سیاہ تھا۔ میر صاحب کا معتقد تھا۔ ایک بار میر صاحب سے ملنے کے لیے آیا تو کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی اور بوندا باندی ہو رہی تھی۔ میر صاحب سے ملتے ہی کہنے لگا۔ "دیکھیے! موسم کتنا اچھا ہے۔"

میر صاحب نے جواب دیا۔ "آپ تو کالی گھٹا بن کر آئے ہیں۔

۴۔ آپ کے داماد سید خورشید انور تپ دق کے موذی مرض میں مبتلا تھے۔ آپ انھیں قادیاں حکیم نور الدین کے پاس علاج کے لیے لے گئے۔ مسجد میں جا کر اس دریچے میں بیٹھے جہاں مرزا غلام احمد بیٹھا کرتے تھے۔ لوگوں نے وہاں سے آپ کو اٹھا دیا۔ مگر آپ پھر دوبارہ اسی جگہ پر آ بیٹھے۔ مرزا صاحب آئے تو سلام کا جواب دے کر بیٹھ گئے اور آپ کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ میر صاحب نے کہا۔ "شاید آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔" مرزا صاحب نے غور سے دیکھا تو بڑی محبت اور تپاک سے ملے۔ عبدالکریم کی ڈیوٹی لگا دی کہ میر صاحب کو اچھی جگہ ٹھہراؤ اور دو باتوں کی خاص تاکید کی۔ ایک یہ کہ میر صاحب کو صبح صبح بھوک لگتی ہے۔ انھیں ہر وقت ان کی مرضی کے مطابق کھانا دیا جائے۔ دوسرے انھیں مطالعہ کا بہت شوق ہے۔ اچھی اچھی کتابیں پڑھنے

کے لیے دی جائیں ۔ ساتھ ہی کہا کہ صبح چائے میرے ساتھ پئیں گے ۔ انھوں نے بہت تواضع کی ۔ جب واپس لوٹے تو مرزا صاحب میر صاحب کے یکے کے ساتھ ساتھ دو میل پیدل چل کر پکی سڑک پر آئے اور کہنے لگے ۔ کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں ۔ یہ باتیں علیحدگی میں ہوئیں اور کبھی کسی کو معلوم نہ ہو سکیں ۔ چند باتوں کا ذکر میر صاحب نے کیا ہے لیکن انھیں راز میں رکھنے کا کوئی عہد نہ تھا ۔ مثلاً :

مرزا صاحب نے پوچھا ۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں ، کیا دکانداری ہے ؟

میر صاحب نے جواب دیا ۔ یہ مجھے معلوم نہیں ۔ میں نے آپ کے رجسٹر نہیں دیکھے ۔ آمدن و خرچ کے حساب کی پڑتال نہیں کی ۔ اس حالت میں میں کیا کہہ سکتا ہوں ۔

مرزا صاحب : مسیح فوت ہو گیا ۔

میر صاحب : فوت ہو گیا ہوگا ۔

مرزا صاحب : وہ دوبارہ آئے گا تو کیا کرے گا ؟

میر صاحب : یہ مسیح کو معلوم ہے ۔

۵ - مرزا غلام احمد کے دست راست حکیم مولوی نورالدین نے میر صاحب سے اپنے آقا مرزا غلام احمد کے متعلق رائے پوچھی تو آپ نے فرمایا :

وہ قرآن پاک کی غلط تاویلیں پیش کرتے ہیں ۔ حالانکہ یہ کوئی اصولی چیز نہیں ۔ دوسرے معاملات میں ان کا کیا اعتبار ہو

سکتا ہے ۔ تیسرے مرزا صاحب کو لکھنا نہیں آتا جس کتاب کو اٹھاؤ حاشیہ در حاشیہ چلی جاتی ہیں ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ان کے دماغ میں کوئی مطلب صاف نہیں ۔"

حکیم صاحب نے اپنے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا :

"آپ تو سوال کا پورا جواب بھی نہیں دے سکتے ۔ تشنہ چھوڑ جاتے ہیں ۔ (پھر اپنی جیب سے ایک کارڈ نکال کر پیش کیا) اور کہا کہ یہ میرے پاس آپ کا خط ہے ۔ میں نے آپ سے دوا پوچھی ۔ آپ نے دوا لکھ تو بھیجی لیکن یہ نہ بتایا کہ اسے کھاؤں ، سونگھوں ، گھس کر لگاؤں یا گھونٹ کر پیوں ۔ نہ وزن لکھا کہ ماشہ کھاؤں ، تولہ کھاؤں یا من کھاؤں ۔" حکیم صاحب نے چپ سادھ لی ۔

۶ ۔ ایک مرتبہ میر صاحب زیادہ بیمار ہوگئے ۔ حکیم حسام الدین معالج تھے ۔ جب کبھی حامد علاج کے لیے آتے تو کہتے ۔ "آپ نے مرزا صاحب کی بیعت کیوں نہ کر لی ۔ اب بھی کر لیجئیے ۔" دو چار مرتبہ سن کر چپ رہے ۔ حامد شاہ نے بار بار جب یہی کہا تو میر صاحب نے فرمایا ۔ "مرزا صاحب نہ ہوئے ہرڑ ہوئے ۔"

۷ ۔ مولوی حکیم نورالدین جب جموں میں رہتے تھے تو میر صاحب کو ملنے کے لیے سیالکوٹ آیا کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ وہ آئے تو میر صاحب نے پروفیسر محمد دین بھٹی سے کہا کہ چلو مولوی صاحب کو اسٹیشن تک چھوڑ آئیں ۔ مولوی نورالدین نسب کے لحاظ سے فاروقی تھے ۔ راستے میں انھوں نے مزاحاً کہا کہ دیکھا ہمارے جدِ امجد نے کہا : 'حسبنا کتاب اللہ'

میر صاحب نے برجستہ جواب دیا ۔ "آپ کو معلوم نہیں ۔ آپ کے جدِ امجد نے یہ بھی تو فرمایا تھا : 'لولا علی لھلک عمر'

۸ ۔ ینگسن (پرنسپل مرے کالج سیالکوٹ) نے ایک مرتبہ محرم کے دنوں میں لیکچر دیتے ہوئے کہا : "مسلمانوں کے رسول ؐ نے نہ معجزات دکھائے ، نہ نواسوں کی شفاعت کی"۔ میر صاحب نے یہ سن کر فرمایا کہ ہمارے رسول ؐ شفاعت لے کر گئے تھے مگر خدا نے کہا کہ انھوں نے تو میرے بیٹے کو سولی پر چڑھا دیا ۔ میں آپ کے نواسے کو کیا کروں ۔

۹ ۔ اسی انگریز پرنسپل نے آذان کے لفظ پر میر صاحب سے کہا ۔ "مولوی صاحب ، ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں ، خفا نہ ہونا ۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ کے خدا کو جب تک پانچ مرتبہ نہ پکارا جائے ، وہ سنتا ہی نہیں"۔ میر صاحب نے برجستہ جواب دیا ۔ "ہاں صاحب ! ہمارا خدا ایسا نہیں ہے کہ آٹھویں دن ٹن ٹن کی بے معنی آواز سن کر خوش ہو جائے"۔ پھر آذان کی حکمت اور اس کے معنی اس انداز میں سمجھائے کہ ینگسن بول اٹھا ۔ "مولوی صاحب ! آپ گواہ رہیں کہ میں آج سے مسلمان ہوتا ہوں لیکن مصلحت یہ ہے کہ اسے اخفا میں رکھا جائے ۔"

۱۰ ۔ سیالکوٹ میں ینگسن کی وفات کے موقع پر آپ نرنجن سنگھ ہیڈ ماسٹر کو ساتھ لے کر ان کی کوٹھی پر پہنچے ۔ وہاں سوگواروں نے آپ سے کہا ۔ "صاحب کی وصیت کے مطابق آپ کو بلایا گیا ہے ۔ جس کمرے میں ینگسن کی میت ہے وہاں آپ اکیلے ہی جائیں ۔ آپ اجازت دیں گے تو میت اٹھائی جائے گی"۔ چنانچہ

میر صاحب کمرے میں گئے ۔ اس کے لیئے دعا کی ۔ پھر اجازت دی تو ینگسن کی میت اٹھا کر دفن کی گئی ۔

۱۱ ۔ میر صاحب کالج جاتے وقت ٹائم پیس ایک رومال کے پلو میں باندھ کر لے جاتے تھے تا کہ وقت کی پابندی برقرار رہے ۔ ایک دفعہ کالج کی سٹاف میٹنگ میں دو منٹ دیر سے پہنچے ۔ پرنسپل نے آپ کو گھڑی دکھا کر کہا : ''مولوی صاحب آپ نے پورے دو منٹ ہمیں انتظار کرایا ۔''

۱۲ ۔ میر صاحب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا : ''پھر کیا ہوا ۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اس دنیا میں آپ کا کتنے برس انتظار کیا ہے ۔'' پرنسپل کی عمر اس وقت ۳۵ سال تھی اور میر صاحب ان سے کوئی ۳۰ برس بڑے تھے ۔

۱۳ ۔ اقبال کے طالب علمی کے دور کا ایک واقعہ ہے ۔ آپ ۱۸۹۲ء میں دسویں جماعت کے طالب علم تھے ۔ ان کے ساتھیوں نے ٹسٹ نہ دینے کا فیصلہ کیا ۔ کل چودہ لڑکے تھے ۔ صرف ایک لڑکے نے ٹسٹ دیا ۔ باقی کمرۂ امتحان سے باہر رہے ۔ ہیڈ ماسٹر نے ہر لڑکے کو دس دس روپے جرمانہ کیا ۔ لڑکے سخت پریشان تھے ۔ ہیڈ ماسٹر میر صاحب کا شاگرد تھا ۔ لڑکے میر صاحب کے پاس سفارش لے کر آئے ۔ آپ نے ان کی عرض داشت سن کر فرمایا : ''میں بالکل سفارش نہیں کروں گا ۔''

پوچھا : ''کیوں ؟''

فرمایا : ''لڑکوں نے غلط حرکت کی ہے - میں ہوتا تو بیس روپے فی کس جرمانہ کرتا - اب جا کر جرمانہ ادا کرو اور امتحان میں بیٹھو -''

چودہ میں سے ایک طالب علم محمد حسین کے علاوہ سب فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے -

۱۴ - لڑکے کی آواز سن کر آپ اس کے اچھے یا بُرے ہونے کی تصدیق فرما دیتے تھے - جن دنوں آپ کی آنکھوں کی بینائی زائل ہو چکی تھی - ان دنوں ایک طالب علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا - میر صاحب نے اس کی صورت نہیں دیکھی تھی - پروفیسر عطاءاللہ نے میر صاحب سے کہا کہ یہ لڑکا صورت سے تو شریف معلوم ہوتا ہے - کہنے لگے - ''ہاں''

پروفیسر صاحب نے عرض کیا کہ آپ نے تو دیکھا نہیں - پھر تصدیق کیسے فرمائی - میر صاحب نے جواب دیا کہ آواز سے پہچانتا ہوں -

۱۵ - مسلمان سیاسی فہم و فراست سے محروم ہو چکے تھے - اخلاقی طور پر بھی مسلمان بہت پست تھے - میر صاحب کو اس کا بڑا رنج تھا - پروفیسر شیخ عطاءاللہ راوی ہیں کہ جب مولوی میرحسن صاحب کی بینائی جاتی رہی تو ایک روز فرمانے لگے کہ مسلمان نوجوان بڑے بے راہ رو ہو گئے ہیں - سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کہاں پہنچیں گے ؟ میں نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا - فرمانے لگے کہ جب کبھی بازار سے نکلا تو پیچھے سے تیزی کے ساتھ کوئی

شخص اس طرح نکلا کہ جیسے اسے دوسرے رستہ چلنے والوں کا کوئی خیال نہ ہو ۔ میں نے جب کبھی ایسے شخص کا بازو پکڑ کر پوچھا کہ بھائی آپ کون ہیں ؟ تو معلوم ہوا کہ مسلمان ہیں ۔ کسی غیر مسلم سے کبھی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوئی ۔

۱۶ ۔ میر صاحب مشاغلِ زندگی میں خدائے مطلق کی عبادت کے بعد درس و تدریس کو اولیت دیتے تھے ۔ چیت رام لدھیانوی خواجہ حافظ کا دیوان پڑھنے آتا تھا ۔ اس زمانے میں میر صاحب کی آنکھوں کا آپریشن ہونے والا تھا ۔ میر صاحب نے پہلے سبق پڑھایا اور پھر آپریشن کرایا ۔

۱۷ ۔ منشی میراں بخش جلوہ شعر کہتے تھے ۔ وہ ذات کے نصائی تھے اور عرضی نویسی کرتے تھے ۔ کثرت سے شعر کہتے اور تک بندی کرتے تھے ۔ انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں بھی نظمیں پڑھتے تھے ۔ ایک روز میر صاحب کو "جلوہ" نے شعر سنائے اور پوچھا کہ یہ کیسے ہیں ؟

میر صاحب نے فرمایا : سچ پوچھتے ہو تو تم نے شعروں کا جھٹکا کر دیا ہے ۔"

۱۸ ۔ اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد نے ہی اقبال کو اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان بھیجا تھا ۔ آخری عمر میں دونوں بھائیوں میں کسی قدر اجنبیت پیدا ہو گئی تھی ۔ میر صاحب نے ایک مرتبہ اقبال سے کہا ۔ "بھئی ، عطا محمد نے تمھاری بڑی خدمت کی ہے ۔ اس خدمت کا حق ادا کرتے رہو ۔"

اقبال نے جواب دیا ۔ ''جی میں نے اصل معہ سود ادا کر دیا ہے ۔ یہاں تک کہ جدی مکان میں بھی حصہ چھوڑ دیا ہے ۔''

۱۹ ۔ سیالکوٹ میں اس صدی کی تیسری دہائی میں بالغوں کے لیے نائٹ اسکول قائم ہوئے تھے ۔ میر صاحب بالغوں کو پڑھایا کرتے تھے ۔ ایک موقعہ پر حروف ابجد تختہ سیاہ پر لکھ کر ایک شخص سے پوچھا ۔ ''او بھائی ! ل (لام) بتاؤ''۔ اس نے ''ص'' پر انگلی رکھ دی ۔ دوسرے سے پوچھا کہ ''م'' بتاؤ تو اس نے ''ی'' پر انگلی رکھ دی ۔ مولوی صاحب نے فرمایا ۔ ''شاباش ، شاباش ۔'' پروفیسر محمد دین بھٹی نے پوچھا کہ یہ شاباش کا کون سا موقعہ ہے ۔

آپ نے فرمایا ۔ ''انھیں اتنا معلوم ہے کہ ل ، م ، ص اور ی حروف ہیں''۔

۲۰ ۔ میر صاحب بذلہ سنج انسان تھے ۔ سیالکوٹ کے ایک محلے کا نام کتوروں کا محلہ ہے ۔ آپ نے اس سے ایک لطیفہ پیدا کیا ۔ فرمایا ۔ ''ایک دفعہ باہر سے کوئی آدمی سیالکوٹ آیا اور پوچھا کہ کتوں کا محلہ کون سا ہے ؟ جواب ملا 'کتوں کا محلہ تو کوئی نہیں' کتوروں کا محلہ ہے ۔ وہ بولا کہ کئی برس پہلے آیا تھا تو سنا تھا کہ یہاں کتوروں کا محلہ ہے ۔ میں نے سمجھا کہ اب وہ کتورے یقیناً کتے بن چکے ہوں گے ۔

۲۱ ۔ میر صاحب کے شاگرد آپ کا حد درجہ احترام کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ وہ آپ کی جگہ پروفیسر بننا بھی استاد محترم کی توہین سمجھتے تھے ۔ میر صاحب کا ایک شاگرد بہاری لال رشوت کے

جرم میں گرفتار ہوکر سزا پا چکا تھا ۔ وہ عربی اور فارسی میں اعلیٰ دسترس رکھتا تھا ۔ کالج انتظامیہ کی تجویز تھی کہ اسے میر صاحب کی جگہ ملازم رکھ لیا جائے۔ وہ ملازمت کا خواہش مند بھی تھا ۔ پرنسپل سے جا کر ملا اور جب اسے معلوم ہوا کہ وہ میر صاحب کی جگہ تعینات کیا جا رہا ہے تو بولا ۔ ''پرنسپل صاحب ، میں بھوکا مر جاؤں گا لیکن اپنے استاد کی کرسی پر نہ بیٹھوں گا''۔ یہ کہ کر واپس آ گیا ۔

۲۲ ۔ ڈاکٹر جمشید علی راٹھور نے میر صاحب کی آخری عمر میں ان کے پاس جانا چھوڑ دیا تھا ۔ پروفیسر عطاءاللہ جب جاتے تو پوچھتے : ''ڈاکٹر جمشید علی نہیں آئے۔'' جواب ملتا ۔ ''نہیں ۔''

عطاءاللہ نے ایک مرتبہ عرض کیا : ''میں ان سے کہوں کہ وہ آپ سے آ کر مل جائیں ۔ میر صاحب نے فرمایا ۔ ''آپ کو ملنے کے لیے کون کہنے جاتا ہے''۔

۲۳ ۔ مرے کالج سیالکوٹ میں موجودہ صدی کی دوسری دہائی میں میر صاحب کے کہنے پر مسلمان بہشتی ملازم پہلی بار ملازم رکھا۔ برخوردار نام کا ایک واٹرمین دسمبر ۱۹۱۴ء میں نو روپیہ ماہوار تنخواہ پاتا تھا ۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں امام دین اور اپریل ۱۹۱۹ء میں ہیرا واٹرمین تھا ۔ غیر مسلم طلبا نے غیر مسلم بہشتی رکھنے کا مطالبہ کیا ۔ اس پر میر صاحب نے فرمایا : ''معاف فرمائیے ۔ ہندو بہشتی نہیں ہو سکتا ۔''

———— :o: ————

سید میر حسن کے وہ رشتہ دار جن سے راقم نے اس تالیف میں مدد لی

۱ ۔ سید نذیر احمد نیازی بن سید عبدالغنی ۔ چمبہ ہاؤس لین ۷ اے ۔ گاف روڈ ، لاہور ۔

۲ ۔ سید مہدی علی بن ڈاکٹر سید علی نقی بن سید میر حسن گلبرگ ، لاہور ۔

۳ ۔ حلیمہ بیگم بنت ڈاکٹر سید علی نقی ۔ باغ منشی لدھا لوئر راوی روڈ ، لاہور ۔

۴ ۔ سید محمد جعفر بن سید محمد عبداللہ بن ڈاکٹر سید علی نقی بن سید میر حسن گلبرگ ، لاہور

۵ ۔ سید مظفر علی بن سید محمد ذکی بن سید میر حسن اندرون بھاٹی دروازہ ، لاہور ۔

۶ ۔ سید ذوالفقار علی بن سید محمد ذکی بن سید میر حسن ۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر ایڈمنسٹریشن واپڈا ہاؤس ، لاہور ۔

۷ ۔ سید معظم علی بن سید محمد ذکی بن سید میر حسن ۔ ۸۵ رستم پارک ۔ سمن آباد ، لاہور ۔

۸ ۔ سید مبارک علی بن سید احسان علی بن سید عبدالغنی ۔ گل گشت کالونی ، ملتان ۔

وہ اصحاب جنھوں نے میر حسن کے سلسلے میں معلومات فراہم کیں

۱ - مولوی ظفر اقبال ایم - اے اسلامیہ پارک ، سمن آباد لاہور -

۲ - ڈاکٹر ظہورالدین احمد - ۵ - پرتاب سٹریٹ - اسبت روڈ لاہور -

۳ - سید محمد فرید کاظم گیلانی بن سید اولاد علی گیلانی - اسسٹنٹ ڈائرکٹر - پاکستان زرعی ترقیاتی سپلائی کارپوریشن ، لاہور -

۴ - امیر جعفر خان درانی اسسٹنٹ ڈائرکٹر اکاؤنٹس - واپڈا سنی ویو ، لاہور -

۵ - صوفی عبدالرحمان و عبدالسلام ابن منشی محمد عبداللہ - محلہ ٹھٹھریاں ، سیالکوٹ -

۶ - اقبال نثار پرنسپل تھیولاجیکل سیمینری ، گوجرانوالہ -

۷ - حکیم عطا اللہ بن محمد عبداللہ ، ڈسکہ -

۸ - نذیر احمد بن محمد سعید - بن باجوہ ، ضلع سیالکوٹ -

۹ - حنیفہ بٹ بنت ڈاکٹر جمشید علی راٹھور - ہیڈ مسٹرس گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول - رام تلائی ، سیالکوٹ -

۱۰ - محمد عبداللہ قریشی ، لاہور -

۱۱ - خواجہ سعیدالحسن ایم - اے صدر شعبہ اردو ، مرے کالج سیالکوٹ -

کتابیات

۱ - اردو انسائیکلوپیڈیا	فیروز سنز لاہور ۱۹۶۸ء
۲ - اس بازار میں	شورش کاشمیری، لاہور
۳ - اقبال کامل	مولانا عبدالسلام ندوی ۱۹۶۴ء
۴ - اقبال کے ممدوح علماء	قاضی افضل قریشی - مکتبہ محمودیہ کریم پارک، لاہور ۱۹۷۷ء
۵ - آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی کاروائیاں	مطبوعہ - علی گڑھ
۶ - الفضل (ہفت روزہ)	قادیان ۱۸ مارچ ۱۹۱۴ء
۷ - المشیر (سہ ماہی)	کرسچن سٹڈی سرکل، راولپنڈی جلد ۱ جنوری - مارچ ۱۹۷۷ء
۸ - انجمن اسلامیہ سیالکوٹ	ایم - یوسف قمر، سیالکوٹ ۱۹۶۶ء
۹ - اورینٹل کالج میگزین	لاہور، اگست ۱۹۶۳ء
۱۰ - بشارت احمدیہ	ڈاکٹر بشارت احمد - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۱۹۶۰ء
۱۱ - تاریخ الحدیث	مولانا حافظ محمد ابراہیم میر، لاہور ۱۹۵۳ء
۱۲ - تاریخ سیالکوٹ	رشید نیاز - سیالکوٹ ۱۹۵۸ء
۱۳ - تحدیث نعمت	محمد ظفر اللہ خاں، ڈھاکہ ۱۹۷۱ء
۱۴ - چند ہم عصر	مولوی عبدالحق

۱۵ - حیات جاوید	حالی ، کانپور ۱۹۰۱ء علی گڑھ ۱۹۲۲ء
۱۶ - حیات طیبہ (سوانح عمری مرزا غلام احمد قادیانی	شیخ عبدالقادر
۱۷ - حیات نورالدین	
۱۸ - خلاصہ کاروائی	یازدہ سالہ ۱۸۶۶ء سے ۱۸۹۶ء علی گڑھ ۱۸۹۷ء
۱۹ - دُر ثمین	قادیان ، دسمبر ۱۹۳۴ء
۲۰ - ذکر اقبال	عبدالمجید سالک - بزم اقبال لاہور ۱۹۵۵ء
۲۱ - رپورٹس	چرچ آف اسکاٹ لینڈ (۱۸۷۳-۱۸۷۲ء)
۲۲ - رموزِ بے خودی	محمد اقبال - ۱۹۱۸ء
۲۳ - روایات اقبال	ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی - مجلس ترقی ادب ، لاہور ۱۹۷۷ء
۲۴ - روزگارِ فقیر	فقیر سید وحیدالدین - کراچی ۱۹۶۳ء
۲۵ - روزنامہ "انقلاب"	لاہور ، ۲۷ ستمبر ۱۹۲۹ء
۲۶ - روئداد جلسہ عام	مسلمانان ضلع سیالکوٹ - پنجاب پریس سیالکوٹ ۱۸۹۷ء
۲۷ - سیالکوٹ ڈسٹرکٹ گیزیٹئر	(۱۸۸۳ - ۸۴ء)
۲۸ - سیارہ ڈائجسٹ (ماہنامہ)	قرآن نمبر ، جلد ۲ ، لاہور
۲۹ - سید احمد خاں کا سفر نامہ پنجاب	مجلس ترقی ادب ، لاہور

۳۰ - شاہ پور ڈسٹرکٹ گیزیٹئر

۳۱ - فارسی گویان پاکستان | ڈاکٹر سید سبطین حسن رضوی - مرکز تحقیقات فارسی ، راولپنڈی - ۱۹۷۴ء

۳۲ - کشمیر (انگریزی) | ڈاکٹر جی ایم ڈی صوفی - لاہور - جلد ۲ - ۱۹۴۹ء

۳۳ - گزٹ - حکومت پنجاب | پارٹ ۲ - ۱۹۲۳ء

۳۴ - گوجرانوالہ ڈسٹرکٹ گیزیٹئر ۱۸۹۵ء

۳۵ - لاگ بک - | مشن ہائی اسکول ، سیالکوٹ (۹۵ - ۱۸۶۵ء) مملوکہ تھیولاجیکل سیمینری - گوجرانوالہ (مخطوطہ)

۳۶ - مرے کالج میگزین | سیالکوٹ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۳۹ تک - (ii) 'میر حسن نمبر' - جنوری ۱۹۳۰ء

۳۷ - معاصرین اقبال کی نظر میں | محمد عبداللہ قریشی ، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۷ء

۳۸ - مکاتیب اقبال | شیخ عطا اللہ ، لاہور - ۱۹۵۱ء

۳۹ - مکاتیب میاں فضل حسین (انگریزی) | ڈاکٹر وحید احمد ، لاہور ۱۹۷۶ء

۴۰ - مکاتیب ریورلڈ ولیم جی ینگ سکاٹ لینڈ - | راقم کے نام

۴۱ - مکتوب ڈی لیشر اسکاٹ
فوریس - مورے - سکاٹ لینڈ راقم کے نام

۴۲ - مکتوبات سر سید — اسمٰعیل پانی پتی، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۶ء

۴۳ - مکتوبات سید میر حسن بنام سید محمد عبداللہ — ۱۹۰۹ سے ۱۹۲۲ تک

۴۴ - مُلا عبدالحکیم — محمد الدین فوق - لاہور، ۱۹۲۴ء

۴۵ - "نقوش" لاہور — نومبر ۱۹۷۷ء (نیرنگ خیال - 'اقبال نمبر' ۱۹۳۲ء)

۴۶ - یادِ رفتگان — احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام - لاہور جلد اول ۱۹۶۴ء

۴۷ - پاکستان ریلوے کے سو سال (انگریزی) — ایم - بی - کے ملک کراچی ۱۹۶۲ء

۴۸ - شمع (ماہنامہ) — نئی دہلی - اپریل ۱۹۷۵ء

۴۹ - میونسپل کمیٹی سیالکوٹ — رجسٹر اموات و پیدائش - آغاز سے لے کر ۱۹۲۹ء تک

۵۰ - انڈیا آفس لائبریری اینڈ ریکارڈز لندن کا مکتوب - مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء راقم کے نام

۵۱ - جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کا مکتوب مورخہ ۹ فروری ۱۹۷۸ء راقم کے نام

MURRAY COLLEGE MAGAZINE SIALKOT,
MARCH, 1929.

Our College has suffered [redacted] great loss in the retirement, owing to his blindness, of MOULVI MIR HASSAN, Shams-ul-Ulama, who served the mission for sixty five years. In his departure we have lost not only [redacted] brilliant teacher of Arabic one who from year to year saw all or almost all his students pass in their University examinations and among whose pupils can be counted some of the leading Arabic scholars of the Punjab—but we have lost one, who by his faithful regularity in his work and his high sense of duty was an inspiration and an example to colleagues and students alike. We can only wish for his successes Prof. FAIZ AHMAD, that he may inhert the Moulvi Sahib's Skill and Faithfulness.

——:o:——

MURRAY COLLEGE MAGAZINE SIALKOT
VOLUME : 15 No. 6 NOVEMBER, 1929.

We deeply regret to have on record that Shams ul Ulma Moulvi Mir Hassan Sahib passed away on the 25th of September 1929. May his soul rest in peace. The Scotch Mission School and the Murray College have been for the last 65 years the field of his most illustrious services to the cause of education and learning in the province. In him has passed away an affectionate teacher of rare gifts and deep learning. He was [redacted] embodiment of rare virtues and his death has deprived the

country of the last representative of the old School of Scholars. We offer our heart beet sympathy to his sons and family in their bereavement.

The College authorities have decided to perpetuate his proved association with the College and Mir Hassan Memorial Fund has been started. We have every confidence his pupils and admirers all over the country will magnanimously take part in raising a Memorial worthy of his great selfless services to the cause of learning. We have decided to bring out a special 'Mir Hassan Number' of the College magazine.

——:o:——

MURRAY COLLEGE MAGAZINE SIALKOT
NOVEMBER 1929

A Poets Taribute.

To the Departed Soul in the Memory of the Revd. George Waugh M.A;B.D. and Shams ul Ulama Moulvi Mir Hassan.

— — — —

I

Sweet roses fade and then appear
In spring to be a fount of Cheer;
Wit thou return to this low sphere
O thou departed soul ?
Thy smiling face is 'fore my eyes'
should I be glad or heave deep sigh ?
Thy silence hath begot these cries,
"Can Death's would be made whole ?"

II

Thy form is flesh and blood I see,
I rise to fling my arms round thee,
Thus to embrace thee with great glee
and Soothe this burning heart,
I do enjoy this reverie—
Thy face in my mind's eye I see,
Yet still thy absence staggers me,
It doth such pain impart,

III

My fancy works to bring thee here;
From the beyond—that happy sphere;
Though I see thee, yet it is clear,
To see me thou must fail.
My hopes are shattered due to grief,
From anguish I have no relief;
I am alone, It is my relief
Time is of no avail.

IV

This vital truth I now perceive
That Eyes are destined to deceive.
I have lost thee, hence I do grieve
These days are not those days.
Some roses fade at their full bloom
And traces leave, that mark my gloom ;
Such horrors great are wrought by whom ?
These are times Tragic Plays.

——:o:——

MURRAY COLLEGE MAGAZINE SIALKOT

NOVEMBER, 1929. Page 18

MIR HASSAN Memorial Fund.

The following appeal has been issued by the Principal in connection with Mir Hassan Memorial Fund.

Murray College
Sialkot City.

Dear Sir,

The Professors and students of Murray College have decided to perpetuate the memory of their beloved teacher and friend, the late Moulvi Mir Hassan Shams-ul-Ulama who so faithfully laboured for the welfare of his students, as Professor of Arabic in Murray College from its foundation almost to the day of his death. The form that the memorial should take has not yet been definitely decided upon but it is likely that it will be in one of the following three forms, a fund to endow permanently a scholarship to be called the Moulvi Mir Hassan Memorial Scholarship, or an extension to the Oriental Section of the College Library to be called the Moulvi Mir Hassan Oriental Library, or, should funds permit, it shall to be added to the college buildings, to be called to Moulvi Mir Hassan Memorial Hall.

No doubt many of the Moulvi's former students will be glad of this opportunity to contribute some thing towards such a memorial but it has also been suggested that many not having had the privilege of being his students in college have yet sat at his feet and enjoyed his friendship, and that these too might be sorry to miss this opportunity of recording their appreciation of the man and his work.

Many and generous subscriptions have already be[illegible] received and Moulvi Jamshed Ali M.A., M.O.L., who is treasurer of the Memorial Fund will gladly acknowledge any further contributions that may be sent to him.

I am
Yours very sincerely

CHAIRMAN
MEMORIAL FUND COMMITTEE

——:o:——

THE MURRAY COLLEGE MAGAZINE—SIALKOT
MIR HASSAN NUMBER, JANUARY, 1930
Vol. XVI No. 1

———

The Evening Star
in
Memory of
Shams-ul-Ulma Moulvi Mir Hassan Sahib
BY : Jamshid Ali Rathor.

———

1. What is this light ? It shines so bright
There in the West, before the night
Hath spread its sable wings for flight
to reach [illegible] far
All o'er the glable, it sheds its light-
The Evening Star.

———

2. The Queen of Silence, O'er the lea
Wields sceptra of serenity.
The stir and storm of life that be,
is heard no more ;
To break this silence on a tree
Birds their hearts pour.

---

3. The songs departing do enthsil
The burt wick by the candle still
Which shines on a love grave, until
It spreads dim light,
For loss a man's heart now is chill
At such a sight.

---

4. The flower-wreaths are on that grave
In honour of the dead so brave
who all his head and heart thus gave
For a cause great,
So that, he might from danger save
The student's fate.

---

5. Alas ! A man of mighty heart
Who play'd for good a Yeoman's part
By way of wit nature and art
Doth lie so low
A heap of dust due to Death's dart :
Ah grief and Woe !

---

6. Though now the man's no longer seen
His memory is ever green ;
A charming look and globe mien,

A worthy friend,
Whose sense of justice was so keen
Truth to defend.

———

7. The icy hand of Death was laid
Upon the man, who homage paid
To virtue whose name cannot fade;
A man so dear
Is turn'd to dust by grow Death's said
In the grave here.

———

8. The Evening Star now in a sky
Doth shine before the open eye;
Rays of ligh play or that grave night,
This winding sheet
of lustre O'ver the grave doth lie;
A shrouds how meet !

———

9. The head doth whirl, the heart doth beat,
And tremble both the hand and feet,
This sad grave which the eyes do meet,
Brings bitter tears,

———

10. The Evening Star that seems to be
Now, terror —stricken mightily
Doth tremble in perplexity.
But strongly pleads
Why so lament upon the plea
of this good deads ?

———

11. Life ought to serve both great and small
If service is not done at all.
Like pride such ■ life hath its fall;
It matters not,
One lives long but by him, withal,
Now Work is Wrought.

---

12. He did, in troth, ■ manly deed.
By sowing thus a precions seed,
Which doth deserve over praises' meed,
His conduct's light
Shines for at all momentous need
of Sable night.

---

13. Peace be to the departed soul
Whose virtue spreads from pole to pole;
He reaches. aye, his life's true good
of sacrifice :
His Virtue, conduct and age whole
Are honoured thrice.

—:o:—

ضمیمے

تفصیل

میر حسن کی مختلف تصویریں ۔

میر حسن کی اپنے والد ماجد سید میر محمد شاہ کے ساتھ تصویر ۔

میر حسن کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی تصویر ۔

سکاچ مشن کالج سیالکوٹ کے اساتذہ کی تصویر ۔ ۱۸۹۰ء

ڈاکٹر سید علی نقی بن میر حسن کی تصویر اور ہیم راج کے ساتھ میر صاحب کی تصویر ۔

سکاچ مشن کالج سیالکوٹ کے اساتذہ اور طلبا کی تصویر ۱۹۰۶ء

تصویر سید محمد عبداللہ ، سید مہدی علی اور ڈاکٹر سید علی نقی خاں صاحب ۔

سرسید کا اردو ترجمہ میر حسن نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے ۔

شاہ ولی اللہ کے فارسی ترجمۂ قرآن مجید کا ایک صفحہ ۔

میر حسن کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن مجید کا ایک صفحہ بمعہ اردو ترجمہ ۔

میر حسن کے چند خطوط ، اپنے پوتے سید محمد عبداللہ

کے نام ۔

سید خورشید حسن کا ایک خط میر حسن کے نام اور مطبع مجتبائی دہلی کا میر حسن کے نام خط ۔

میر حسن کا مرتب کردہ فارسی کا پرچہ ۔ برائے جماعت دہم ۔ مورخہ ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ۔

فہرست اساتذہ سکاچ مشن کالج سیالکوٹ ۔ ۱۸۹۳-۱۸۹۴ء

میر حسن کی تنخواہ ۔ ۱۹۲۸ - ۱۹۲۷ - ۱۹۲۶ - ۱۹۱۴

نقل خطاب شمس العلماء ۔

نقل شجرۂ نسب ۔



شمس العلماء مولوی سید میر حسن رح



میر حسن کے والد میر محمد شاہ
۱۸۸۰ء



سید میر حسن اور ان کے والد سید محمد شاہ
۱۸۸۰ء



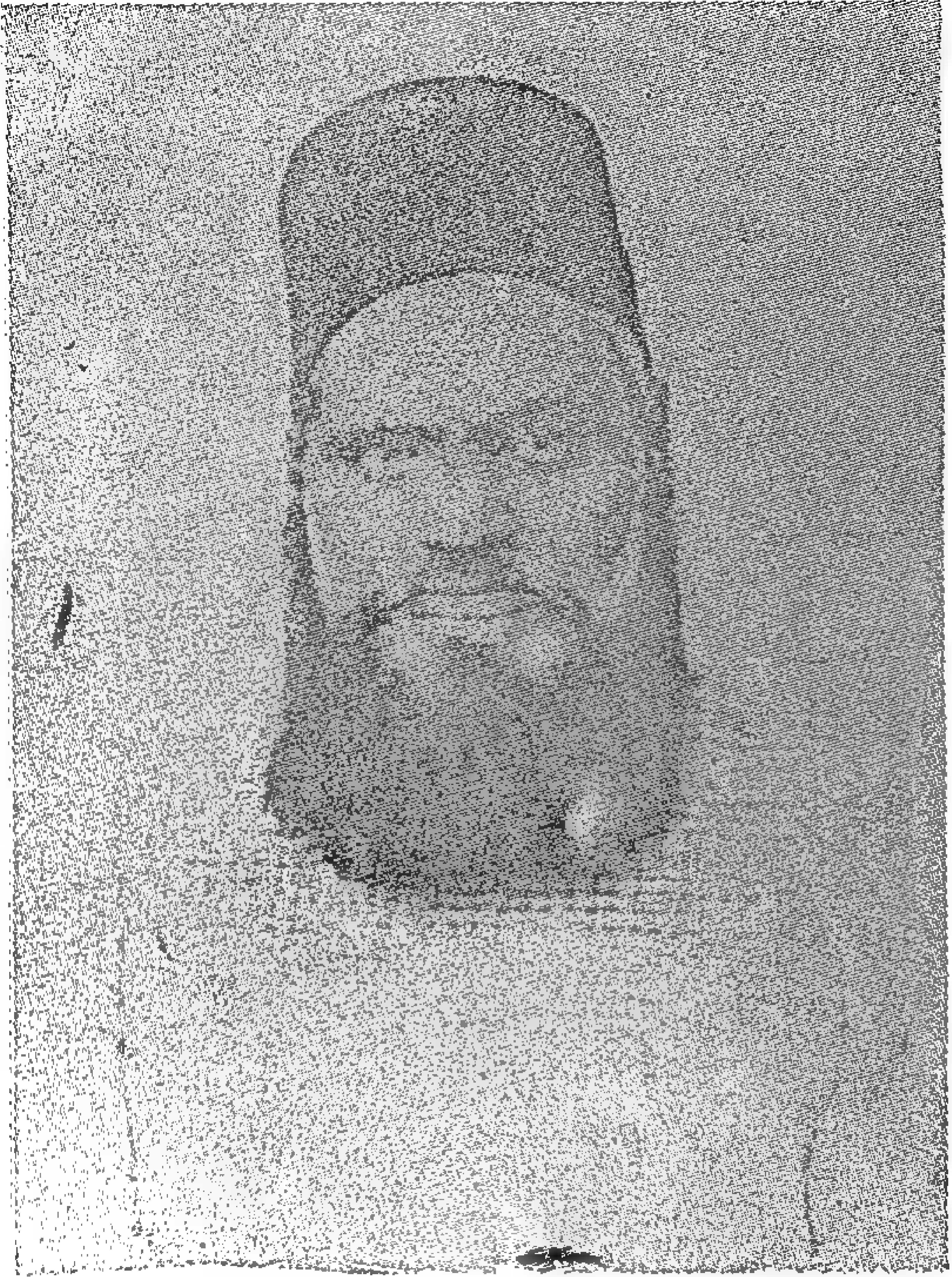
سید میر حسن ۱۸۸۰ء

سید میر حسن، ۱۸۸۲ء

سید میر حسن کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی تصویر

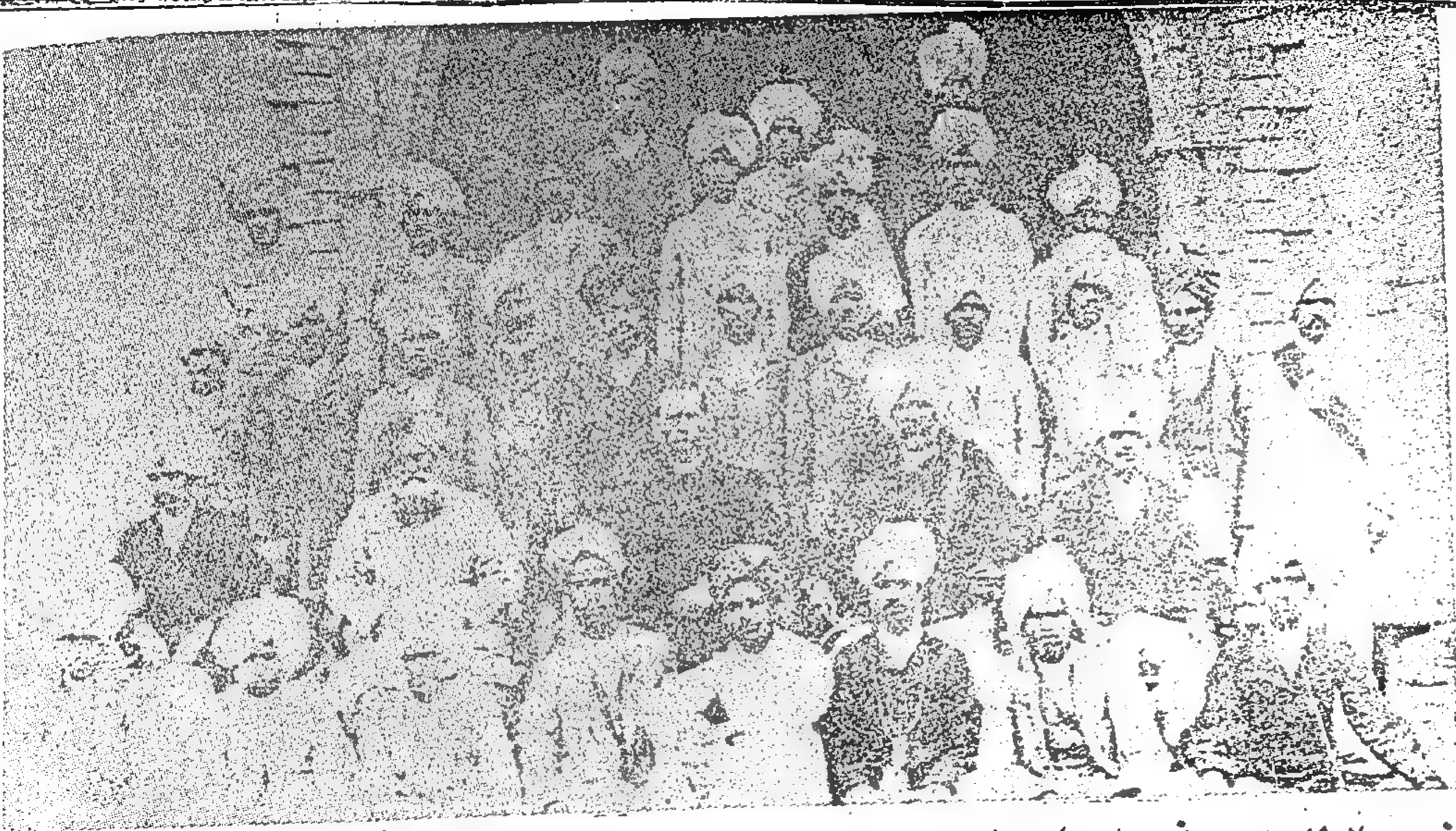


۱۸۹۰ء سکاچ مشن کالج سیالکوٹ کے اساتذہ :- دائیں طرف سے پہلے نمبر۱- ریونڈ جارج وا۔ دوسرے نمبر پر: مولوی سید میر حسن۔
بائیں طرف سے پہلے ریورنڈ مسٹر رابرٹ میکیں پیٹرسن ۔ پشت پر دائیں طرف سے پہلے ریورنڈ جیمز ینگسن۔



سیّد میر حسن ۱۹۰۵ء

ڈاکٹر علی نقی ۔ سیّد محمد تقی ۔ سید میر حسن
سیّد محمد عبداللہ (سوٹ پہنے ہوئے) سید محمد زکی
۱۹۰۶ء



فروری سنہ ۱۹۰۶ء سکاچ مشن کالج سیالکوٹ کے اساتذہ اور طلبا دائیں طرف سے تیسرے نمبر پر ریورنڈ جارج وا - ان کے ساتھ چوتھے نمبر پر مولوی سید میر حسن



سیّد محمد عبداللہ بن
ڈاکٹر سید علی نقی
سنہ ۱۹۴۷



ڈاکٹر سیّد علی نقی خاں صاحب
سردار بہادر کیپٹن او۔بی۔آئی
۲۴ - ۱۹۲۳ء



ڈاکٹر مہدی علی بن
ڈاکٹر سیّد علی نقی
سنہ ۱۹۶۱ء

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين ۝ الرحمن الرحيم ۝
مالك يوم الدين ۝ اياك نعبد واياك
نستعين ۝ اهدنا الصراط المستقيم ۝
صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب
عليهم ولا الضالين ۝

بسم اللہ: خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہی بڑا مہربان

الحمد للہ: سب بڑائیاں خدا ہی کے لیے ہیں جو تمام عالموں کا
پالنے والا ہی ۱ الرحمن الرحیم: بڑا مہربان ہی اور بڑا
رحم والا ہی ۲ ملک یوم الدین: حاکم ہی انصاف کے دن کا ۳
ایاک نعبد: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہم
مدد چاہتے ہیں ۴ اهدنا الصراط المستقیم: ہم کو سیدھی راہ پر چلا ۵
صراط الذین: ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے بخشش کی ہی
غیر المغضوب: ان کی راہ پر جن پر تیرا غصہ ہوا ہی اور نہ
بھٹکنے والوں کی راہ پر ۷

بسم الله الرحمن الرحيم

الم ۝ ذلك الكتب لا ريب فيه هدى

للمتقين ۝ الذين يؤمنون بالغيب

ويقيمون الصلوة ومما رزقنهم

ينفقون ۝ والذين يؤمنون بما انزل

اليك وما انزل من قبلك

[illegible]

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی

اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک

الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا

خلیفہ کرنے والا ہوں بولے کیا تو ہمیں ایسے کو خلیفہ کرے گا

مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ

جو اس میں فساد کرے اور خون بہا دے

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ

اور ہم تو تیری تعریف جپتے ہیں اور تجھ پاک کو یاد کرتے ہیں

قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۲۸)

کہا میں جانتا ہوں وہ کچھ جو تم نہیں جانتے (۲۸)

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ

اور اللہ نے آدم کو سارے کے سارے نام سکھا دیے پھر ان کو یعنی

عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِــُٔوْنِیْ

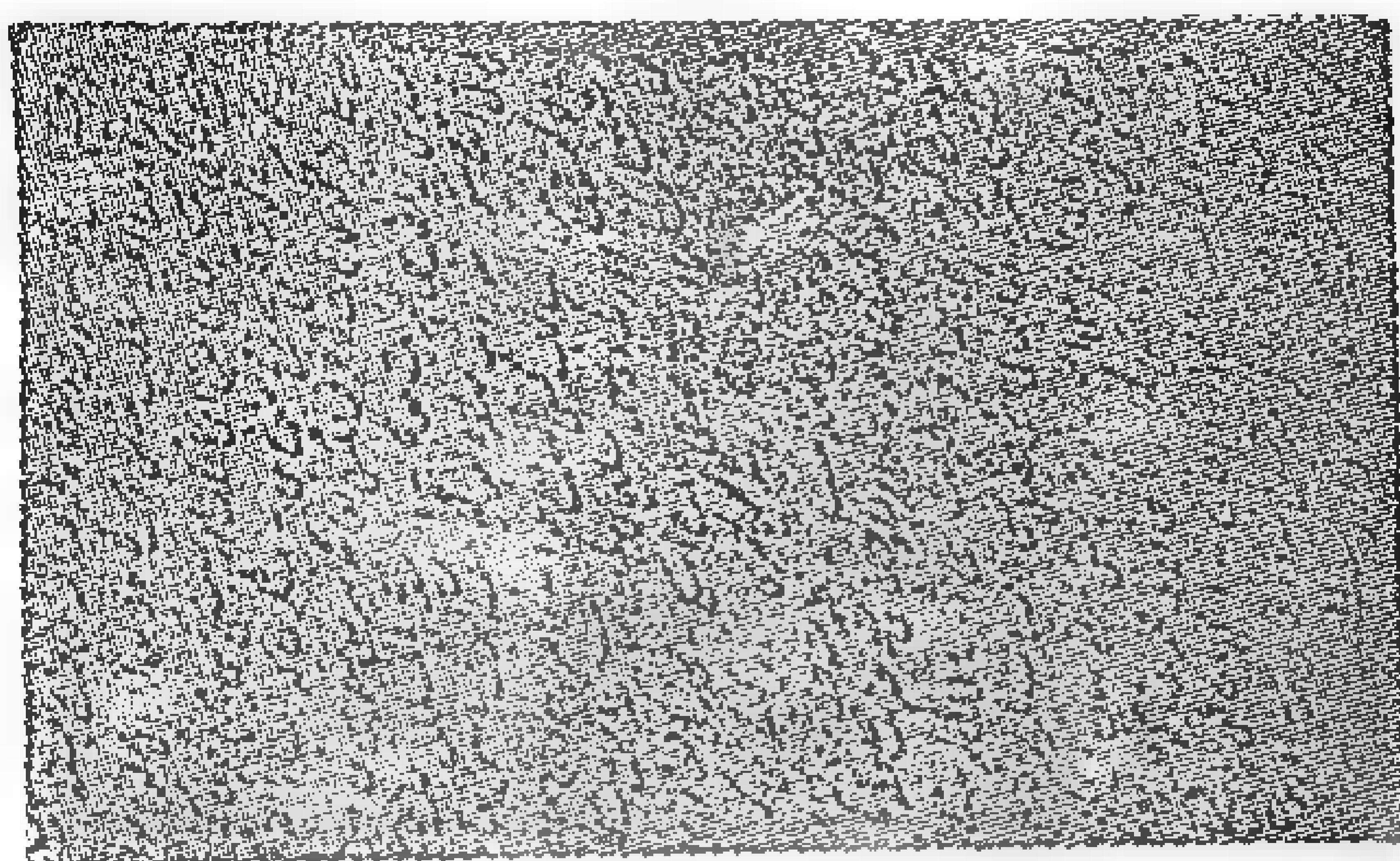
آدم یا انسان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور کہا کہ مجھ کو ان کے نام یعنی وہ

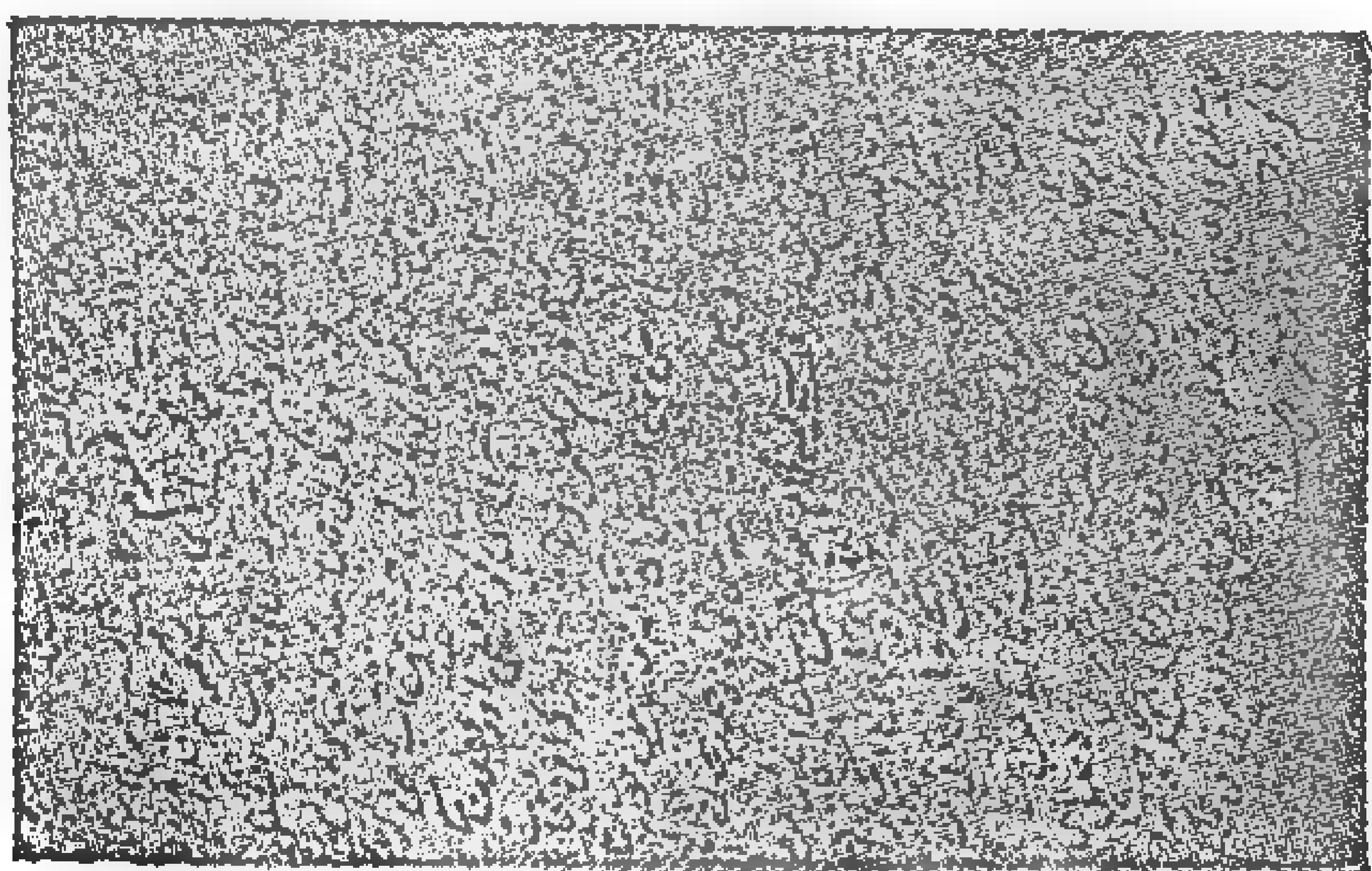
بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۲۹)

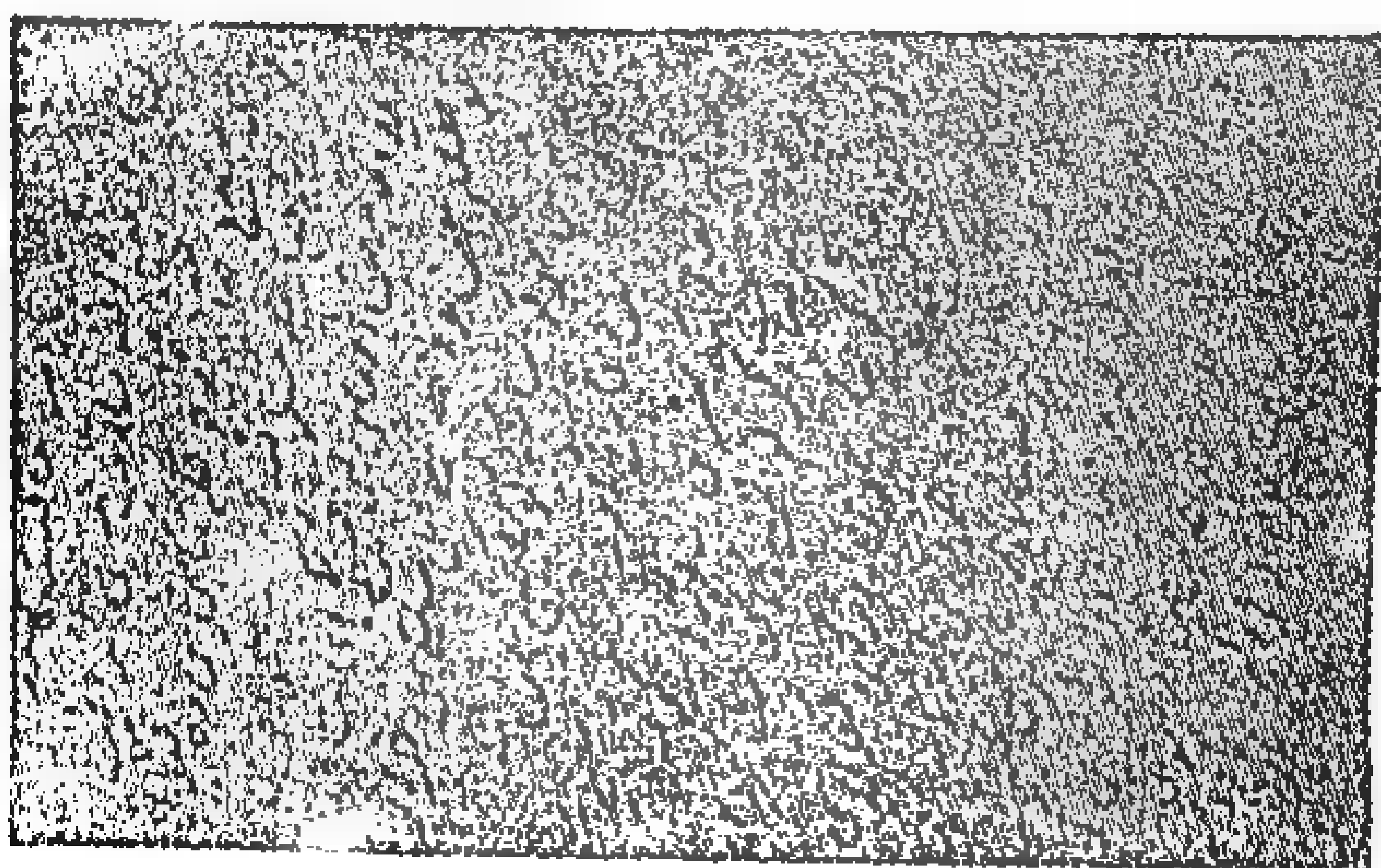
حقائق معارف جو ان میں ہیں بتاؤ اگر تم سچے ہو (۲۹)

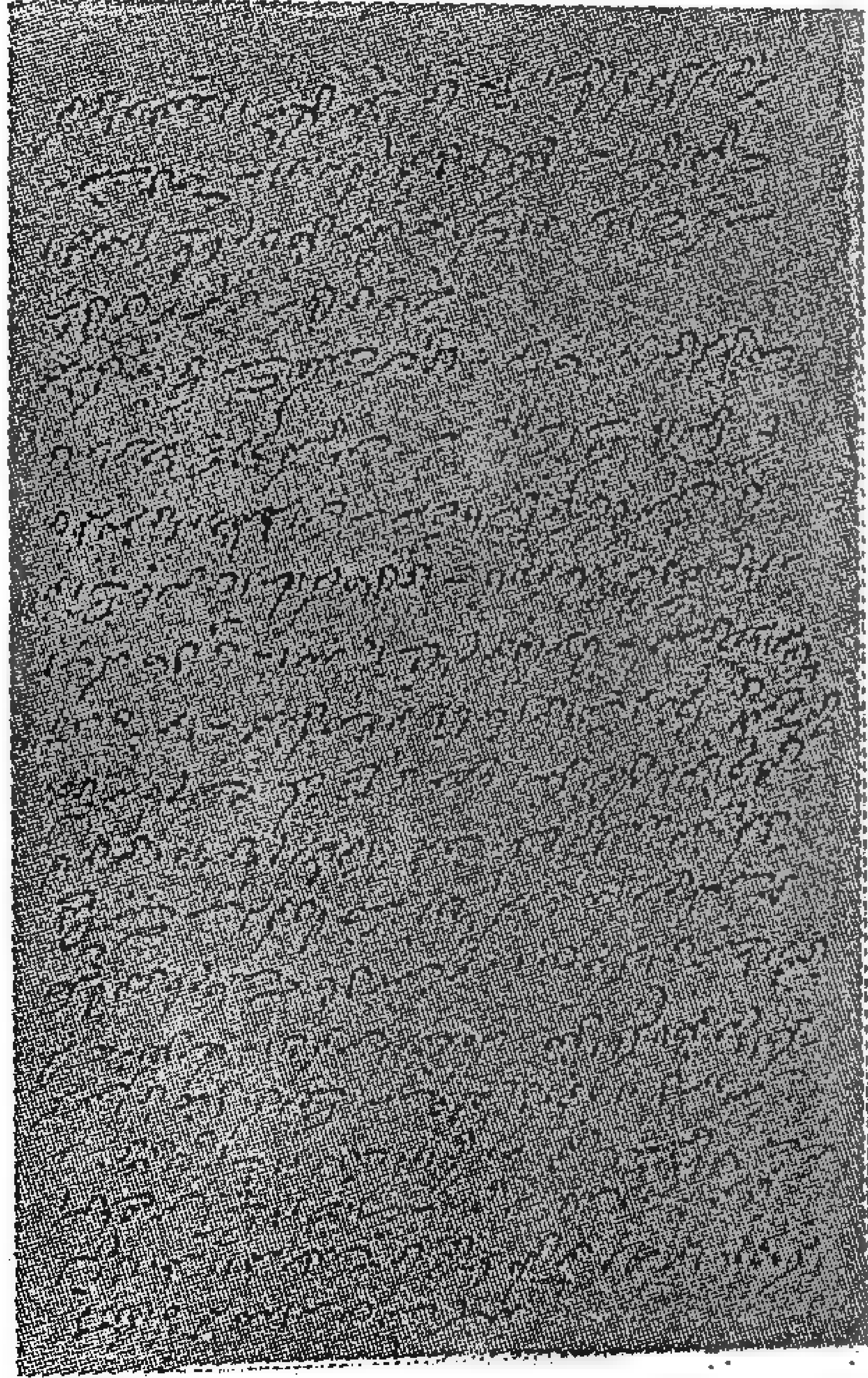
میر حسن کے چند خطوط

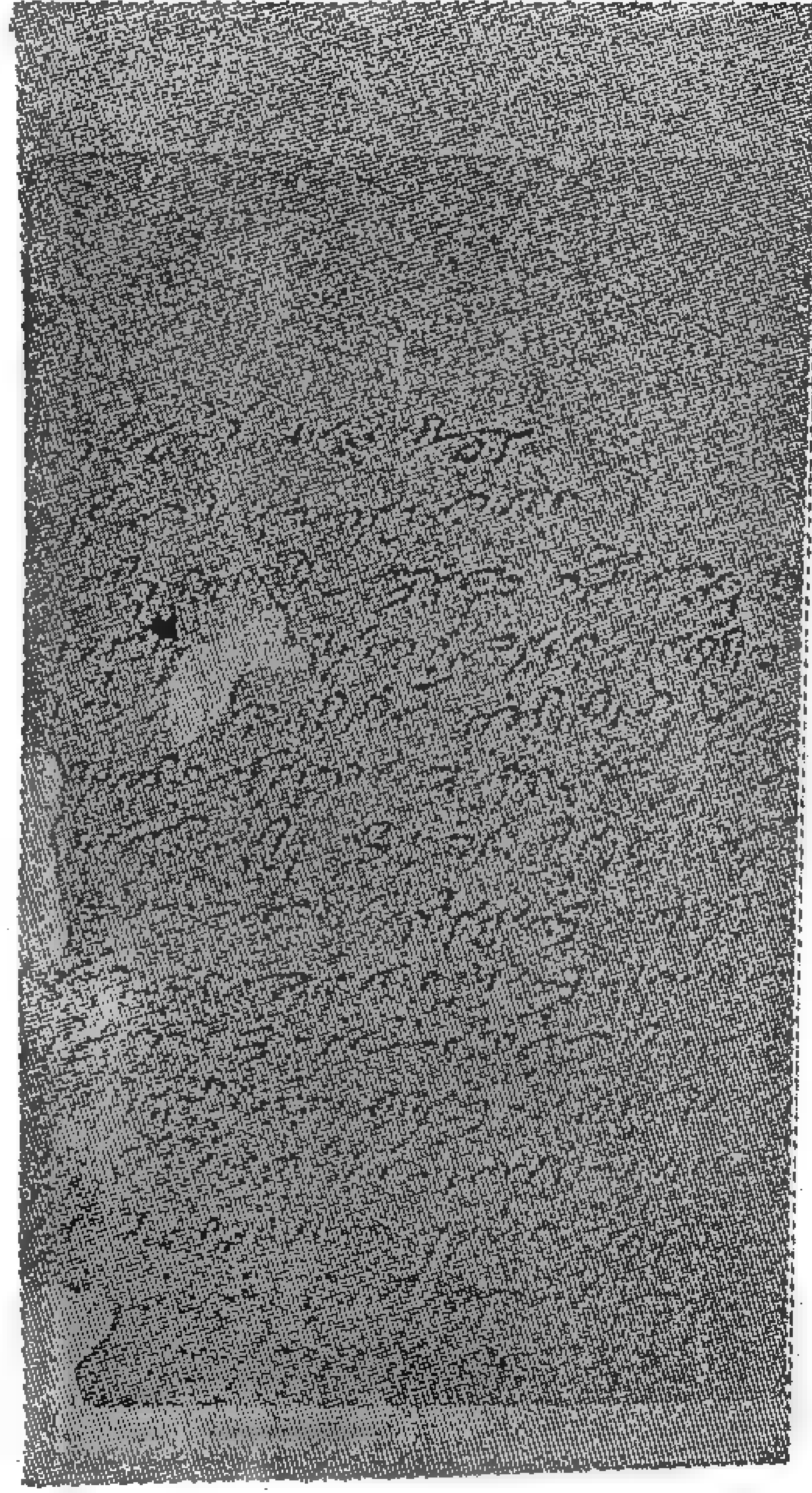
میر حسن کے چند خطوط

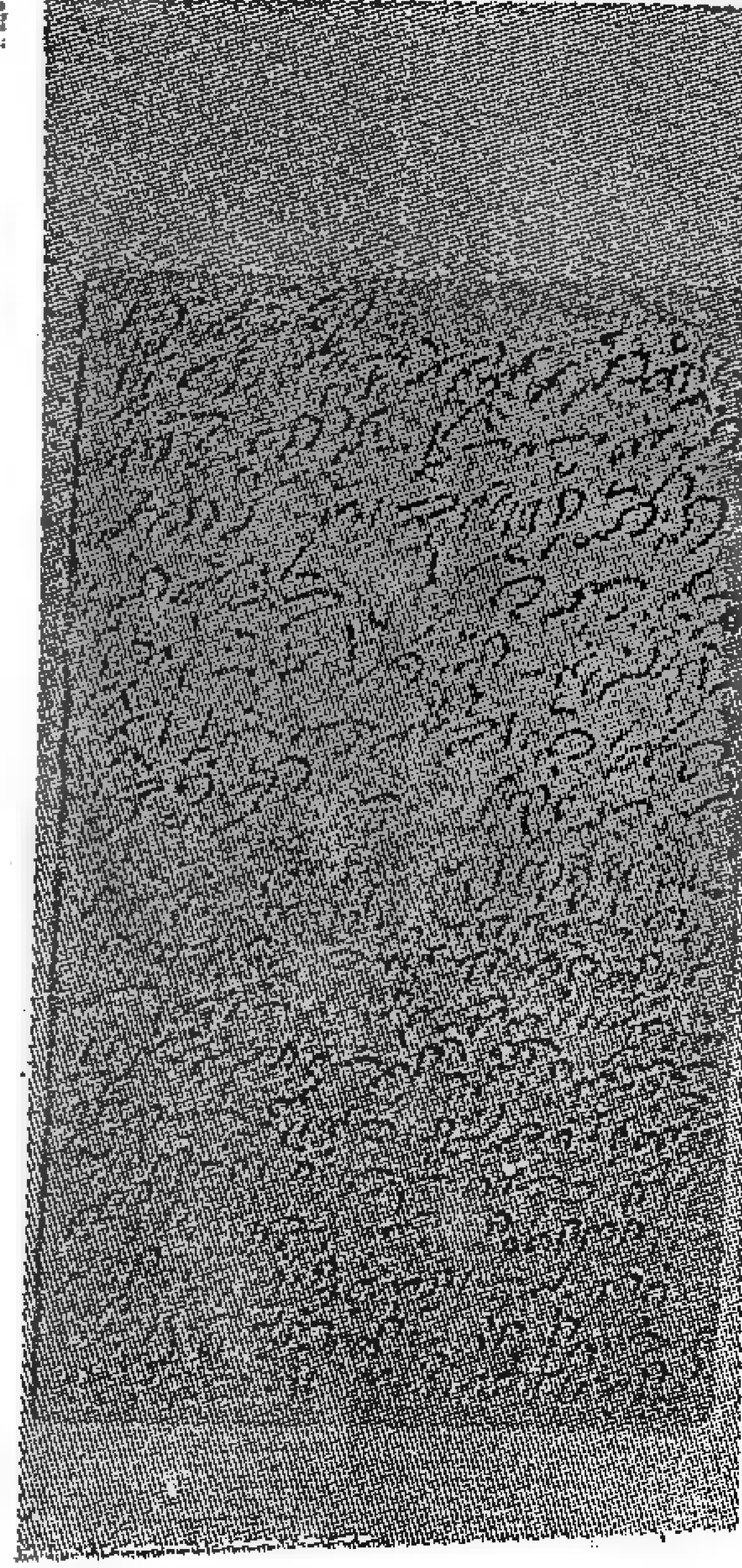












صفدر الدین [illegible] — عزیز [illegible] حال ہی — ابھی تو میں
[illegible] آپ [illegible] ہوں
[illegible] الطاف [illegible] کرا [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] اور [illegible] الدہ [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible]
[illegible] بفضلِ الٰہی [illegible] ہو جائیگا
اور [illegible] آگے [illegible]
[illegible] خدا کرے [illegible]
[illegible] بفضلِ الٰہی اچھا ہوں — [illegible] اچھی ہے
[illegible] اور [illegible]
[illegible] اور [illegible] علیحدہ [illegible]
[illegible] اچھا ہی — [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] ۱۳

مطبع مجتبائی دہلی کی جانب سے میر حسن کے نام ارسال کردہ کتب کی فہرست بمعہ قیمت ۔


۲۳ مارچ ۱۹۰۶ء

میر حسن کے داماد سیّد خورشید انور کا مکتوب میر صاحب کے نام ۔

۲۲ فروری ۱۹۰۹ء

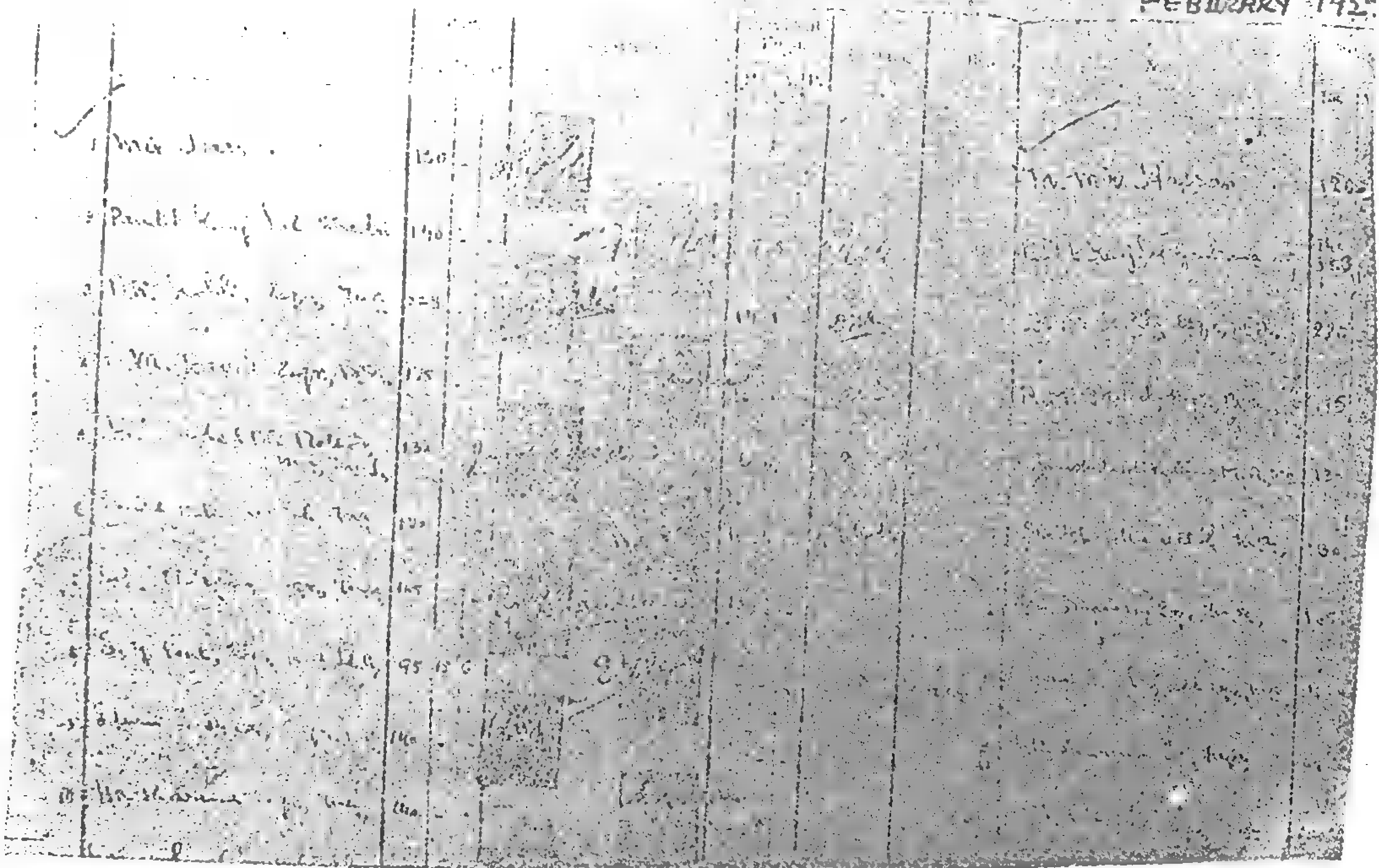
سید میر حسن کا مرتب کردہ فارسی کا پرچہ برائے جماعت دہم ۔ مورخہ ۳۰ جون سنہ ۱۹۰۵ء

سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ ۱۸۹۳ء تیسرے نمبر پہ میر حسن کا نام تنخواہ تعلیمی قابلیت اور مختلف



OCTOBER — 1928

دسمبر ۱۹۲۶ء


JANUARY 1927.
FEBRUARY 1927



To

Maulvi Mir Hassan,

Professor of Arabic,

Murray College,

Sialkot,

Punjab.

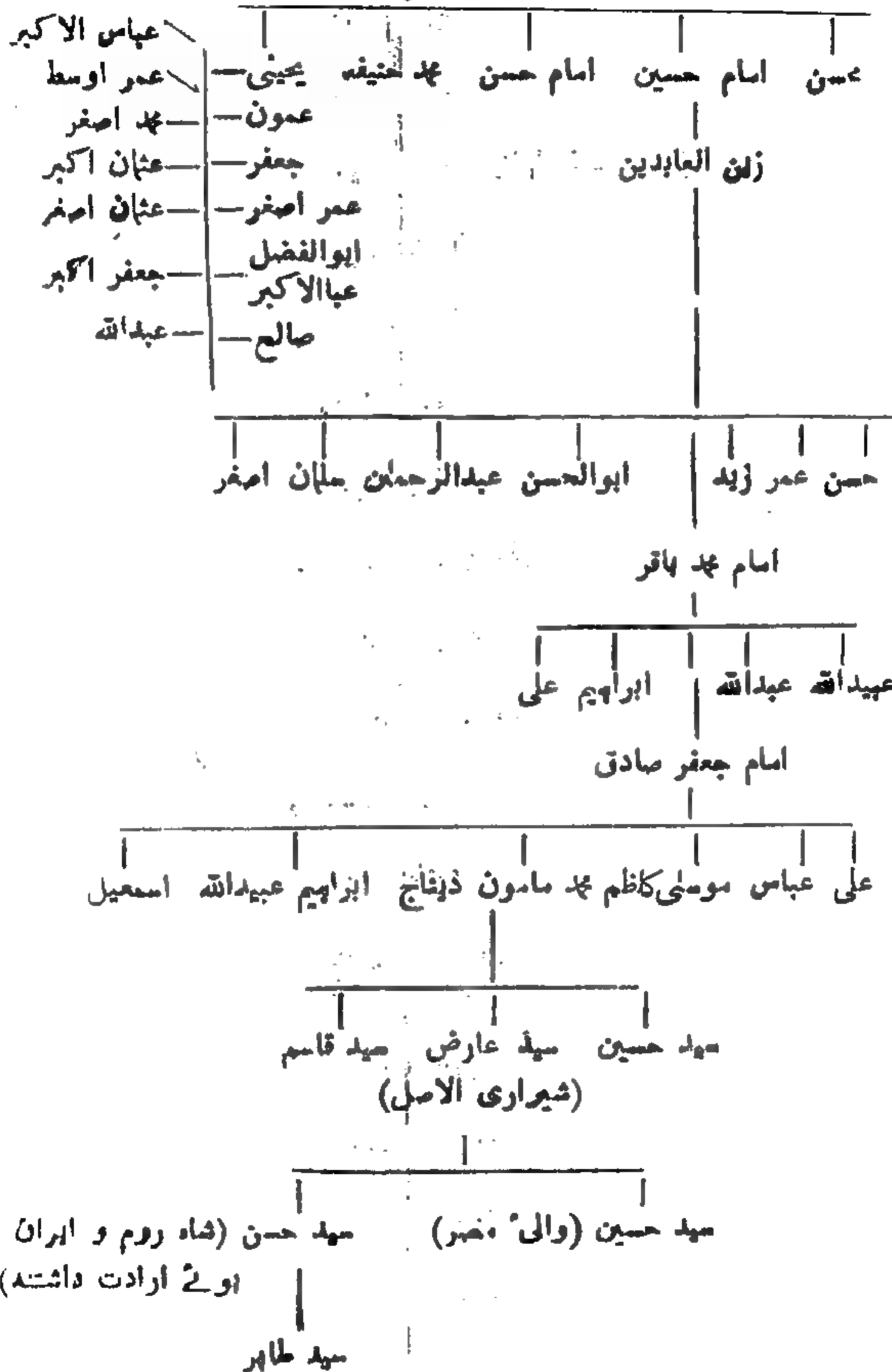
I hereby confer upon you the title of Shams-ul-Ulama as a personal distinction.

Viceroy and Governor General of India.

Delhi,

The 1st January 1923.





حضرت علی رض
محسن
امام حسین
امام حسن
محمد حنیفه
یحیی
عون
جعفر
عمر اصغر
ابوالفضل عباالاکبر
صالح
عباس الاکبر
عمر اوسط
محمد اصغر
عثمان اکبر
عثمان اصغر
جعفر الاکبر
عبدالله
زین العابدین
حسن عمر زید
ابوالحسن عبدالرحمن سلمان اصغر
امام محمد باقر
عبیدالله عبدالله
ابراهیم علی
امام جعفر صادق
علی عباس موسیٰ کاظم محمد مامون ذیقاج
ابراهیم عبیدالله اسمعیل
سید حسین سید عارض سید قاسم
(شیرازی الاصل)
سید حسین (والیٔ مصر)
سید حسن (شاه روم و ایران
بوے ارادت داشتند)
سید طاهر

[illegible]

سید طاہر

|

سید ابراہیم

|

سید حارث

|

سید خسرو (والیٔ ملک شیراز)

|

سید اسد اللہ

|

سید کمال

|

سید نور اللہ ولی

|

سید عبداللہ

|

سید شمس الدین ولی

|

سید خلیل اللہ

|

سید حبیب اللہ

|

سید نظام الدین محدث

|

سید منصور

|

سید جلال الدین
سید العاشقین

|

سید علی

|

شاہ سید امام

|

سید میر احمد

|

شاہ رکن الدین

|

شاہ رکن الدین

سید بہاؤ الدین

شاہ ولی | سید شیر علی برفاقت شہنشاہ ہمایون داخل ہندوستان شد | سید شاہ خلیل (ولی)

سید شاہ شمس باشاہ ولی در خوشاب و زوجہ از شاہ ملکا

سید مرتضیٰ | سید حسن | سید محمد شاہ شاہ روڈا در شاہ پور | سید احمد شیر | سید عبدالوہاب

- شاہ دین — سید شہاب الدین
- سید شاہ خلیل
- سید شاہ کبیر
  - شاہ عاقل
  - شاہ فرجا
  - شاہ لیکنام
  - شاہ جہال
- سید مسعود
- سید فیروز شاہ

سید فیروز شاہ
شاہ سیدن (مزارش در چوہا مشہور)

شاہ جہال
سید جلال
سید شاہ عزیز
سید شاہ — مقصود
سید شاہ مدار

میر سہندی | سید طاہر

میر سہندی
سید شاہ سلطان

سید شاہ سلطان

سید میر قاسم

سید ابوتراب

سید لدھے شاہ

سید محمد شاہ (سرانوالی)

سید عطا محمد | سید شاہ حسین | سید شاہ محمد | سید حسن شاہ

سید عنایت علی | سید امانت علی | سید سعادت علی

میر ظہور اللہ

میر محمد شاہ | میر احمد شاہ | میر فیض اللہ | میر نعمت اللہ

سید حسین شاہ | سید محمد شاہ

سید ضیاء الدین | سید حسام الدین | سید سراج الدین

سید میر حسن | سید عبدالغنی

(شجرہ نسب کی نقل ڈاکٹر محمد جعفر صاحب کے پاس ہے)

اشاریہ

اشخاص
مقامات و ادارے
کتب و رسائل

اشاریہ

اشخاص

الف

ش

غ

ف

ق

ک

گ

مقامات و ادارے

الف

ب

پ

ت

ن

و

ی

کتب و رسائل

ج

چ

ح

خ

د

ر

س

ش

—— :o: ——

اغلاط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶	۱۰	کام درک	کام میں درک
۷	آخری	ستاد	استاد
۱۰	۱۷	لیٹر	ہنٹر
۱۶	۱۲	۱۶ مئی کو	۱۶ مئی ۱۹۷۸ء کو
۱۹	۵	چند کانفرانس	چندہ کانفرانس
۲۷	فٹ نوٹ	عینو ولی	عینو والی
۵۱	۸	پڑھتے جاتے	پڑھتے جاتا
۵۲	۹	کنورسین عربی زبان	کنورسین نے عربی زبان
۵۴	۴	پیش کرتے ہیں	پیش کرتے ہیں ۔ طلبا کو پڑھاتے وقت بار بار حالی کا یہ شعر
۵۵	۱۲	بائیبل ککلاس	بائیبل کی کلاس
۶۴	۱۸	تو سنا تھا	تو سنا تھا ۔ موج غبار کبھی نہیں سنا ؟
۱۰۶	۱۳	ہندو ۸	ہندو ۱۸
۱۳۷	فٹ نوٹ	اس لیے	اس کے لیے
۱۳۷	۲	ستانے کے لیے	سنانے کے لیے
۱۳۹	۱۹	آپ کسی مذہبی	آپ کس مذہبی
۱۷۲	۸	آرزردہ	آزردہ
۱۸۴	۱	اپنی بات رجوع	اپنی بات سے رجوع
۱۸۷	۱۴	آپ میں ۱۹۱۳	آپ نے ۱۹۱۳
۲۱۶	۱	دارالاشاد	دارالارشاد
۲۱۶	۵	کالج لاہور سے ۱۹۲۵	کالج لاہور میں ۱۹۲۵
۲۲۶	۱۲	نجوب بیگم	نجیبہ بیگم
۲۲۶	۱۵	مارچ ۱۹۱۴	مارچ ۱۹۱۹